امانیہ

شرح

شاطبیہ

جلد اوّل

تالیف

حضرت صاحب الفضیلۃ الاستاذ و الجلیل المقری

اظہار احمد التھانوی

قرأت اکیڈمی
لاہور

إنّ هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤوا ما تيسّر منه

(مسلم)

حرز الامانی ووجہ التہانی

المعروف باسم

الشاطبیۃ

للامام ابی القاسم بن فیرّہ بن خلف بن احمد الشاطبی المتوفی ۵۹۰ھ

مع اُردو شرح

الامانیۃ

فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد تھانوی

قراءت اکیڈمی

28- الفضل مارکیٹ 17- اُردو بازار- لاہور

فون 7122423

نام کتاب	امانیہ شرح شاطبیہ (جلد اول)
تالیف	قاری اظہار احمد التھانوی ؒ
ناشر و طابع	قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور
سرورق ڈیزائن	یونیک گرافکس اردو بازار' لاہور

قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) کی اپنے قارئین سے

گزارش

الحمدللہ علم تجوید و قرآءت کے فروغ کے لیے قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) کوشاں ہے ہمارا مقصد معیاری دیدہ زیب اور اعلیٰ طباعت کی حامل کتب شائقین تک پہنچانا ہے۔ اگر آپ کے شہر یا علاقے میں آپ کو ہماری کتابیں بآسانی دستیاب نہیں ہو پا رہی ہیں تو براہ راست بلاتکلف ہم سے بذریعہ خط یا فون رابطہ کریں۔

ہم آپ کو انشاء اللہ فوری طور پر کتب فراہم کریں گے۔

نوٹ: فہرست کتب صرف چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔

قرآءت اکیڈمی ®

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

0300 - 4785910

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى

سبعة أحرف

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ
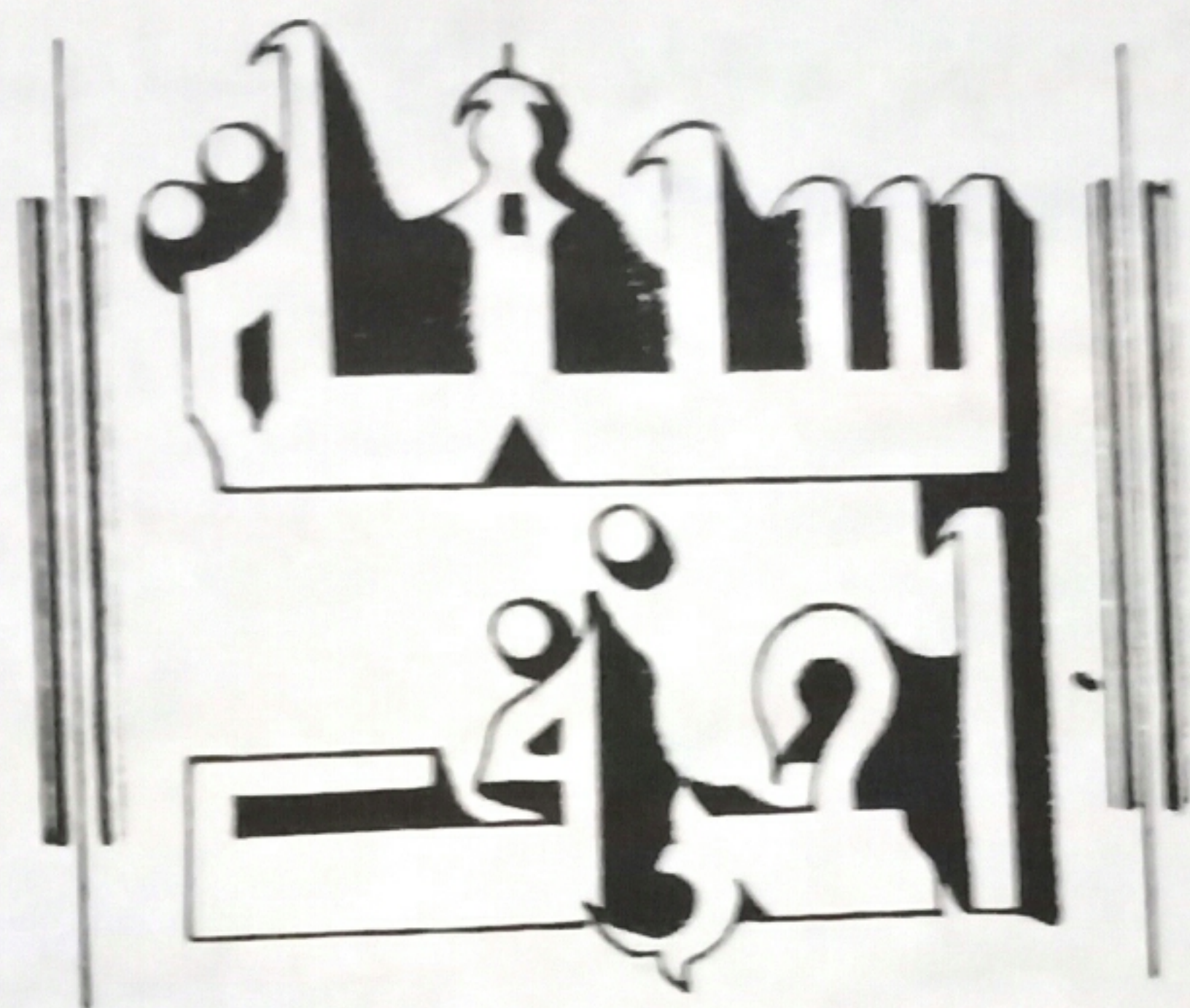
یہ قرآن سات حروف (وجوہ لغات و قرأت و تلفظ) پر اُتارا گیا ہے پس اُن میں سے جو تمہارے لئے آسان و

ممکن ہوسکے پڑھو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين۔

قرآءتِ سبعہ، علومِ قرآنی میں انتہائی عظمت و شرف کا حامل علم ہے۔ حرزالامانی کا منظوم متن جو شاطبیہ کے نام سے مشہور ہے، قراءت سبعہ میں اہم ترین اور اساسی شمار کیا گیا ہے، ناظم رحمہ اللہ کے زمانہ سے اس وقت تک ہر دَور میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا اور پڑھا پڑھایا گیا ہے۔ قرآءت میں یہ کتاب حُجّت مانی گئی ہے اور مشکل و ادق ہونے کی وجہ سے علماء نے اس پر بے شمار شروح لکھیں، طویل، متوسط اور مختصر ہر انداز میں مصنفین نے کاوش فرمائی۔ چنانچہ ذیل میں ہم چند مشہور شروح کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں۔

۱۔ شرح شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری، متوفی ۷۳۲ھ بڑی مفید اور علمی شرح ہے اور شروح میں سب سے بہترین شمار کی جاتی ہے۔ "کنز المعانی"، کے نام سے اس کو متعارف کرایا جاتا ہے مگر ابھی تک مخطوط ہے۔

۲۔ شرح شیخ ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل دمشقی متوفی ۶۶۵ھ۔ "ابراز المعانی"، کے نام سے مطبوع و متداول ہے۔ مؤلفِ علّام کی یہ دوسری شرح ہے۔ اس سے پیشتر مفصّل شرح لکھی، مگر وہ نایاب ہے۔ تاہم ابراز المعانی بھی کافی مبسوط اور علمی مقام میں ممتاز شرح ہے۔

۳۔ شرح شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد المعروف شُعلہ، موصلی حنبلی متوفی ۶۵۶ھ۔ شرح کا نام "کنز المعانی شرح حرز الامانی"، ہے۔ قاہرہ میں چھپ چکی ہے۔

۴۔ شرح شیخ امام علاء الدین علی بن عثمان بن محمد المعروف ابن القاصح بغدادی متوفی ۸۰۱ھ۔ "سراج القاری المبتدی"، کے نام سے متداول ہے۔

۵۔ شرح شیخ محقق ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن محمد فاسی متوفی ۶۷۲ھ۔ ایک متوسط شرح ہے "اللآلئ الفریدہ"، نام ہے، مخطوط ہے۔

۶۔ شرح شیخ ابوالعبّاس احمد بن محمد قسطلانی مصری متوفی ۹۲۳ھ۔ علامہ جزری کے زیادات کا اضافہ بھی کیا ہے اور بہت سے ایسے مفید مباحث ہیں جو دیگر شروح میں نہیں ملتے۔ نام ہے "فتح الدّانی فی شرح حرز الامانی"، مخطوط ہے۔

۷۔ شرح شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ مخطوط ہے۔ شرح ہے "الغایۃ"، نام ہے۔ مخطوط ہے۔

۸۔ شرح شیخ جمال الدین حسین بن علی الحصنی۔ دو جلدوں میں ضخیم شرح ہے

۹۔۔۔۔۔ شرح شیخ العلوم مُلّا علی بن سلطان محمد القاری الہروی متوفی ۱۰۱۴ھ۔ انتہائی علمی شرح ہے، نکتہ سنج ذہن و فکر کے مالک، قارئین کو دیگر شروح سے بے نیاز کر دینے والی شرح۔ یہ شرح پہلے افغانستان اور پھر دار العلوم دیوبند میں چھپی، مگر اغلاط سے پُر۔ کاش مصر یا استانبول میں معیاری طباعت پر چھپ جائے۔

۱۰۔۔۔۔۔ شرح شیخ علی محمد ضباع، شیخ المقاریٔ المصریہ۔ ''ارشاد المرید الیٰ مقصود القصید'' کے نام سے مطبوع ہے۔ مختصر، مگر گرانقدر شرح ہے۔

۱۱۔۔۔۔۔ شرح شیخ عبد الفتاح القاضی المصری، رئیس الاساتذہ، الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ۔ زمانۂ حال کی تصنیف، اور تدریسی شغل میں بڑی مفید ہے، نام ہے ''الوافی فی شرح الشاطبیہ'' شارح رحمہ اللہ کا گزشتہ سال ہی انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ

۱۲۔۔۔۔۔ شرح اردو، مفید و بسیط، تین جلدوں میں ''عنایاتِ رحمانی'' کے نام سے مطبوع ہے۔ مولانا قاری فتح محمد پانی پتی کی علمی کاوش و محنت۔

شروح کے سلسلے میں یہ ایک سرسری جائزہ ہے۔ اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو ناظرین کو حاجی خلیفہ کی مشہور کتاب ''کشف الظنون''، جلد اوّل، صفحہ ۶۴۶۔۶۴۹ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ہم نے ۱۹۷۴ء میں ایک مختصر مگر طلباء کی ضرورت میں مفید اردو شرح شاطبیہ لکھی اور توقع سے زیادہ طلباء میں مقبول ہوئی۔ عرصہ ہوا کہ ختم ہو گئی مگر اس کی مانگ برابر بڑھتی رہی، مصروفیتوں اور بے سامانیوں کے ہجوم میں اس شرح پر نظرِ ثانی کی گئی، بہت سے طویل ابحث مسائل کا اختصار کیا گیا اور بہت سے تشریح طلب مقامات میں کچھ اضافے ہوئے۔

اس مرتبہ شرح کا نام امانیہ شرح شاطبیہ کا عنوان خوبصورت نظر آیا۔ اَمَانِیّ اُمْنِيَّة کی جمع، بمعنی آرزو، یعنی اِقْرَأْ اَمَانِيَه (آرزوؤں کو پڑھ) آخر میں ھاءِ سکتہ تصوّر فرمائیے۔

یہ شرح اس مرتبہ دو جلدوں میں شائع ہو رہی ہے، پہلی جلد اصول پر، اور دوسری فرش پر مشتمل ہے۔ اس طرح عزیز طلباء کو خریدنے، اُٹھانے اور سنبھالنے میں آسانی میسّر ہو گی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے۔

اظہار احمد تھانوی
استاذ کلیۂ اصول دین، شعبۂ علوم القرآن والحدیث
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی۔ اسلام آباد۔ پاکستان

۹ رذی قعدہ ۱۴۰۵ھ
۲۸ رجولائی ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

علامہ شاطبی

امام شاطبی کا نام ابو القاسم بن فِیرُّہ[1] بن خلف بن احمد شاطبی اندلسی رعینی ہے، آنکھوں سے نابینا تھے۔ ۵۳۸ھ کے اواخر میں شاطبہ[2] میں پیدا ہوئے۔

اوّلاً امام شاطبی اپنے وطن میں، ابو عبداللہ محمد بن ابی العاص نفزی کی خدمت میں رہ کر ماہر فن قرآت ہوئے اس کے بعد شہر بلنسیہ[3] گئے جہاں تیسیر للامام ابی عمرو دانی، امام ابن ہذیل کی خدمت میں پڑھی اور قرآت میں اجراء کیا۔ اور وہیں آپ نے علم حدیث پڑھا، نیز شیخ ابو عبداللہ محمد بن حمید سے کتاب سیبویہ، کامل للمبرد اور ادب الکاتب لابن قتیبہ میں مہارت حاصل کی۔

اس کے بعد براہ اسکندریہ، حج کے لیے روانہ ہوئے اور اسکندریہ کے ماہر فضلاء جیسے ابو طاہر سلفی وغیرہ سے سماع کیا۔ وہ جب قاہرہ پہونچے تو طلباء ہجوم کی صورت میں ان کے گرد جمع ہوئے جو ان کے علوم وادب سے استفادہ کے لیے بے قرار تھے۔

مصر کے حکمران قاضی فاضل نے بھی علامہ شاطبی سے رابطہ قائم کیا اور ان کو قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ کا شیخ مقرر کیا۔

تدریسی میدان میں وہ جلدی ہی شیخ القرآت کے طور پر صدر نشین ہو گئے۔ اسی دور میں امام شاطبی نے اپنے حسب ذیل چار مشہور قصائد تصنیف فرمائے۔

۱۔ حرز الامانی، جس میں کتاب تیسیر کا اختصار کیا ہے، تیسیر فن قرآت پر امام ابو عمرو عثمان بن سعید دانی کی مشہور کتاب ہے۔

۲۔ عقیلۃ اتراب القصائد، مصاحف عثمانیہ کے رسم میں، امام دانی کی کتاب مقنع کا اختصار ہے۔

۳۔ ناظمۃ الزھر فی علم الفواصل۔ اس میں بھی علامہ دانی کی کتاب البیان فی عدّ ای القرآن کا اختصار ہے۔

۴۔ قصیدۂ دالیہ، جو ابن عبد البر کی کتاب التمہید کی تلخیص پر مشتمل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ علامہ شاطبی علوم قرآن، حدیث اور لغت میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ آیۃٌ من آیات اللہ تھے، علمی توانائی کے ساتھ وہ زاہد، اور متورّع تھے اور اعلیٰ درجے کے متقی اور صلحاء میں سے تھے۔

امام کی وفات ۲۸ جمادی الاٰخرہ سنہ ۵۹۰ھ میں ہوئی، قاضی فاضل کے مقبرہ میں دفن ہوئے، جو قاہرہ میں جبل مقطم

۱ے فا کے کسرہ کے ساتھ، فا کے بعد یاء ساکنہ، اس کے بعد راء مشدّدہ مضمومہ اور ہاء ساکنہ ہے، اندلسی زبان میں بمعنی لوہا۔

۲ے اندلس میں ایک شہر کا نام۔ ۳ے اندلس کے ایک شہر کا نام۔

کے دامن میں ہے اور اب بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ صحت اور تعددِ طرق کے اعتبار سے حدیث متواتر ہے۔ سَبْعَةِ اَحْرُفٍ سے مراد سات انواع تغیر ہیں، چنانچہ ابوالفضل رازی نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ اختلاف قراءت، سات انواع سے باہر نہیں ہے، جو حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ افراد، تثنیہ اور جمع میں اسماء کا اختلاف، مثلاً وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ اور طَعَامُ مَسٰكِيْنَ۔ (بقرہ) فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ اور بَيْنَ اِخْوَتِكُمْ (حجرات)۔ وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ اور فِي الْغُرْفَةِ اٰمِنُوْنَ (سبا)

اسی طرح افعال میں تذکیر و تانیث کا اختلاف، مثلاً لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ اور لَا تُقْبَلُ (بقرہ)

۲۔ افعال کے صیغوں کا اختلاف، ماضی مضارع اور امر کی صورت میں۔ مثلاً تَطَوَّعَ خَيْرًا اور يَطَّوَّعْ خَيْرًا (بقرہ)۔ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاءُ اور فَنُنْجِيْ مَنْ نَّشَاءُ (یوسف)۔ قَالَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ اور قُلْ رَبِّيْ (انبیاء)

۳۔ اختلافِ وجوہِ اعراب، مثلاً وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ اور وَلَا تَسْئَلْ (بقرہ)

۴۔ اختلاف بالنقص والزیادہ۔ مثلاً سَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور وَسَارِعُوْا (آل عمران)۔ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ اور يٰبُشْرَايَ (یوسف)

۵۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف۔ مثلاً وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا اور وَقُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا (آل عمران)

۶۔ اختلاف بالابدال یعنی ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ مثلاً وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ اور فَتَوَكَّلْ (شعراء)

۷۔ اختلاف لہجات۔ مثلاً فتح، امالہ، اظہار، ادغام، تسہیل، تحقیق، تفخیم و ترقیق۔ اور قبائل عرب کی لغت کا اختلاف بھی اسی نوع میں شامل سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً خُطُوٰت وَخُطْوٰت۔ بُيُوْت وبِيُوْت۔ خُفْيَة وخِفْيَة۔ زُبُوْرًا وزَبُوْرًا۔ شَنَاٰنُ وشَنْاٰنُ۔ بِزَعْمِهِمْ بِزُعْمِهِمْ۔ يَعْزُبُ يَعْزِبُ، وغیرہ۔

ایک غلط توجیہ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ سے وہ سات قراءتیں مراد لینا جو شاطبیہ وغیرہ میں سات ائمہ قراءت سے منقول و متواتر ہیں، غلط ہے۔

بلکہ سَبْعَةِ اَحْرُفٍ سے اختلاف و تغایر کی سات انواع مراد ہیں۔ قراءت خواہ کتنی بھی ہوں مذکورہ سات قسم کے انواع تغیرات سے باہر نہیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علم قراءات کی تعریف

ھُوَ عِلۡمٌ یُعۡرَفُ بِہٖ اخۡتِلَافُ کَلِمَاتِ الۡوَحۡیِ الۡقُرۡاٰنِی۔ ایک ایسا علم جس سے وحی قرآنی کے کلمات کا اختلاف جانا جاتا ہے۔

موضوع

کلماتِ قرآنیہ باعتبار انواع تغیر

غرض

صِیَانَۃُ الۡقُرۡاٰنِ عَنِ التَّحۡرِیۡفِ یعنی قرآنی کلمات کی ادا کو تحریف کی تمام اقسام سے بچانا۔

مقدمۃ الکتاب

۱ بَدَاۡتُ بِبِسۡمِ اللّٰہِ فِی النَّظۡمِ اَوَّلَا تَبَارَکَ رَحۡمَانًا رَحِیۡمًا وَّمَوۡئِلَا

مَیں نے نظم میں سب سے پہلے بسم اللہ سے ابتدا کی ہے کیونکہ وہی تمام بڑی اور چھوٹی نعمتوں اور پناہ گاہ ہونے کے اعتبار سے کثیر الخیر ہے۔

۲ وَثَنَّیۡتُ صَلَّی اللّٰہُ رَبِّیۡ عَلَی الرِّضَا مُحَمَّدِ الۡمُھۡدٰی اِلَی النَّاسِ مُرۡسَلَا

اور میرا دوسرا کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب، رحمتِ کاملہ بھیجے محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پر، جو تمام انسانوں کی طرف بطور رسول ہدیہ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۳ وَعِتۡرَتِہٖ ثُمَّ الصَّحَابَۃِ ثُمَّ مَنۡ تَلَاھُمۡ عَلَی الۡاِحۡسَانِ بِالۡخَیۡرِ وُبَّلَا

اور آپ کے خاندان والوں پر اور تمام صحابہ اور ان تمام مومنوں پر جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان (آل و اصحاب) کی بارشِ خیر بن کر اتباع کی۔

عِتۡرَۃٌ، قریبی رشتہ دار۔ تَلَاھُمۡ، ان کی اتباع کی۔ وُبَّلَا، جمع وابل بارش۔ اِحۡسَان، اخلاص۔

۴ وَثَلَّثۡتُ اَنَّ الۡحَمۡدَ لِلّٰہِ دَائِمًا وَمَا لَیۡسَ مَبۡدُوۡءًا بِہٖ اَجۡذَمُ الۡعُلَا

اور میرا تیسرا کلام یہ ہے کہ حمد دائما اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ شروع نہیں کی جائی وہ مقطوع الشرف ہوتی ہے۔

اَجْذَمُ الْعُلا ۔ مَقْطُوعُ الشَّرَف ۔

۵ وَبَعْدُ فَحَبْلُ اللهِ فِينَا كِتَابُهُ فَجَاهِدْ بِهِ حِبْلَ الْعِدَا مُتَحَبِّلَا

اور ان ابتدائی کلمات کے بعد۔ پس واضح ہو کہ قرآن میں حَبْلُ اللّٰہ سے مراد۔ ہمارے درمیان اس کی کتاب ہے لہٰذا شکاری بن کر دشمنوں کے مکر و فریب کا اس قرآن ہی کے ذریعہ مقابلہ کرو۔

فَحَبْلُ اللّٰہ ، اللہ تعالیٰ کی رسی ۔ جَاهِدْ مقابلہ کر۔ حِبْل ، مکر و فریب ۔ مُتَحَبِّلاً ، جال بنانے والا۔ عِدَا ، عُدُوّ کی جمع بمعنی دشمن ۔

۶ وَاَخْلِقْ بِهِ اِذْ لَيْسَ يَخْلُقُ جِدَّةً جَدِيْدًا مُوَالِيْهِ عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلَا

یہ کام کس قدر عمدہ ہے، کیونکہ قرآن کبھی اپنی جِدّت میں پرانا ہوتا ہی نہیں۔ قرآن کے خدام باعزت ہوتے ہیں اور پوری کوشش کے ساتھ خدمت قرآن ہی پر متوجہ رہتے ہیں۔

اَخْلِقْ بِهِ ، فعل تعجب ہے بمعنی جَدِیْر۔ اِذْ ، تعلیلیہ ہے ۔ یَخْلُقُ ، بمعنی پرانا ہونا۔ جِدَّۃ ، تازگی ۔ جَدِیْدًا جَدٌّ سے بمعنی عزت ، شرف ۔ مُوَالِیْ ، موالات سے بمعنی خدمت و اخلاص ۔ مُقْبِلاً ، اقبال سے بمعنی متوجہ ہونا

۷ وَقَارِئُهُ الْمَرْضِيُّ قَرَّ مِثَالُهُ كَالْاُتْرُجِّ حَالَيْهِ مُرِيْحًا وَمُوْكَلَا

قرآن کا وہ قاری جو اللہ کو پسند ہو ، اس کی مثال یوں قائم ہوئی جیسے ترنجبین کا پھل کہ اس کی دو حالتیں ہیں راحت دینے والا اور غذا بننے والا۔

قَرَّ ، قائم ہوئی ہے ۔ اَلْاُتْرُجّ ، ایک مشہور خوشبو دار پھل ۔ اُتْرُجَّۃ کی جمع ۔ مُرِیْحًا ، راحت بخش ۔ مُوْكَلاً غذا بن جانے والا ، پیٹ بھرنے والا۔

حدیث میں ہے ۔ مثل المومن الذی یقرأ القران مثل الاترجة ریحها طیبٌ وطعمها طیبٌ ۔ (بخاری و مسلم)

قرآن پڑھنے والے مؤمن کی مثال ترنج کی سی ہے جس کی خوشبو بھی عمدہ اور مزا بھی عمدہ۔

۸ هُوَالْمُرْتَضٰى اَمًّا اِذَا كَانَ اُمَّةً وَيَمَّمَهُ ظِلُّ الرَّزَانَةِ قَنْقَلَا

قرآن کا قاری پسندیدہ قائد ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ جامع الخصائل ہو اور پہاڑ کی طرح وقار کے سائے نے اس کا قصد کیا ہو۔

المُرْتَضٰی، پسندیدہ۔ اَمَّا، امامت وقیادت۔ اُمَّۃً، جامع الخصائل الحسنۃ۔ یَمَّمَ، تیمیم سے بمعنی قصد کرنا۔ رزانت، وقار۔ قَنْقَل، پہاڑ۔

۹ هُوَ الْحُرُّ اِنْ كَانَ الْحَرِيَّ حَوَارِيًا لَهُ بِتَحَرِّيهِ اِلَى اَنْ تَنَبَّلَا

قاری آزاد ہوتا ہے اگر لائق ہو۔ اور اپنے طلب وقصد میں قرآن کے لیے مخلص ہو۔ مرتے دم تک۔

اَلْحُرُّ، آزاد۔ اَلْحَرِيَّ، لائق۔ حَوَارِيًّا، مخلص، مددگار۔ تَحَرِّیْ، طلب وقصد۔ تَنَبَّلَا، یعنی مَاتَ۔ اِنْقَطَعَ عن الدنیا

۱۰ وَاِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ اَوْثَقُ شَافِعٍ وَاَغْنٰى غَنَاءً وَاهِبًا مُتَفَضِّلَا

اللہ کی کتاب ایک مضبوط شفیع ہے۔ اور نہایت کافی اور بخشش وفضل والی۔

اَغْنٰى غَنَاءً، بہت کافی ہو جانے والی۔ مستغنی کر دینے والی۔

حدیث میں ہے۔ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيعًا لِاَصْحَابِهٖ۔

قرآن پڑھو، قرآن قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع ہو گا۔

۱۱ وَخَيْرُ جَلِيْسٍ لَا يُمَلُّ حَدِيْثُهٗ وَتَرْدَادُهٗ يَزْدَادُ فِيْهِ تَجَمُّلَا

قرآن بہترین ہمنشیں ہے جس کی باتوں میں کبھی بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی، اس کا بار بار وِرد اس کے جمال میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔

لَا يُمَلُّ، مَلَال سے ہے اکتانا، تنگدل ہونا۔ تَرْدَاد، بار بار پڑھنا۔ تَجَمُّلَا، زینت۔

۱۲ وَحَيْثُ الْفَتٰى يَرْتَاعُ فِيْ ظُلُمَاتِهٖ مِنَ الْقَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مُتَهَلِّلَا

اور وہ مقام (یعنی قبر) کہ جواں اُس کی تاریکیوں میں بے چین ہو گا تو یہ قرآن مسرور وشاداب روشنی بن کر اس سے ملے گا۔

يَرْتَاعُ، گھبرائے گا۔ مِنَ الْقَبْرِ، حَيْثُ کا بیان ہے۔ سَنًا، روشنی۔ مُتَهَلِّلًا، خوش رو، خندہ پیشانی۔

۱۳ هُنَالِكَ يَهْنِيْهِ مَقِيْلًا وَّرَوْضَةً وَمِنْ اَجْلِهٖ فِيْ ذِرْوَةِ الْعِزِّ يُجْتَلَا

قرآن کریم قاری کو مبارکباد کہے گا، کیونکہ قبر آرام گاہ اور باغ ہو جائے گی۔ قرآن کی وجہ سے قاری عزت کی بلندیوں پر دیکھا جائیگا۔

هُنَالِكَ، قبر کے لیے اسم اشارہ۔ مَقِیْل، قیلولہ سے، آرام گاہ۔ ذِرْوَۃ، بلند جگہ۔ یُجْتَلٰی، جلوہ نما ہوگا۔

۱۴ یُنَاشِدُ فِیْ اِرْضَائِہٖ لِحَبِیْبِہٖ   وَاَجْدِرْ بِہٖ سُؤْلًا اِلَیْہِ مُوَصَّلَا

قرآن اپنے دوست کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں ضد کرے گا۔ قرآن کے ایک کامیاب مطلوب ہونے کا کیا کہنا ہے

یُنَاشِدُ، ضد کرے گا۔ اَجْدِرْ بِہٖ، فعل تعجب، کس قدر لائق ہے، کیا کہنا ہے۔ سُؤْلًا اِلَیْہِ، مطلوب۔ مُوَصَّلًا، کامیاب۔

۱۵ فَیَا اَیُّهَا الْقَارِیْ بِہٖ مُتَمَسِّكًا   مُجِلًّا لَہٗ فِیْ کُلِّ حَالٍ مُبَجِّلَا

پس اے وہ قاری کہ قرآن سے چمٹا ہوا ہے۔ اور ہر حال میں قرآن کی تعظیم و توقیر کرتا ہے۔

مُتَمَسِّكًا، چمٹنے والا۔ مُجِلًّا، اجلال سے توقیر کرنے والا۔ مُبَجِّلًا، تبجیل سے اکرام کرنے والا۔

۱۶ هَنِیْئًا مَرِیْئًا وَالِدَاكَ عَلَیْهِمَا   مَلَابِسُ اَنْوَارٍ مِنَ التَّاجِ وَالْحُلٰی

مبارک اور خوشگواری ہو تیرے والدین کے لیے کہ ان کو تاج و زیورات کے نورانی لباس پہنائے جائیں گے۔

هَنِیْئًا، خوشگوار ہونا۔ مَرِیْئًا، راحت بخش و لذیذ ہونا، یہ دونوں لفظ انتہائی تبریک کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔

اَلْحُلٰی، حِلْیَۃ کی جمع زیورات۔

حدیث میں ہے:۔ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِهٰذَا۔ (ابوداؤد وغیرہ)

جو قرآن پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے اس کے والدین کو قیامت کے روز ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ بہتر ہوگی۔ جبکہ وہ سورج دنیا کے گھروں میں ہو۔ ایسی صورت میں تمہارا خود اس قاری کے متعلق کیا خیال ہے۔

۱۷ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِہٖ   اُولٰئِكَ اَهْلُ اللّٰهِ وَالصَّفْوَۃُ الْمَلَا

تو خود اس صاحبزادے کی جزا کے وقت تمہارا کیا خیال ہے، یہی لوگ ہیں جو اہل اللہ اور باعزت مخلص ہیں۔

اَلنَّجْلُ، اولاد۔ اَلصَّفْوَۃُ، مخلصین۔ اَلْمَلَا، باعزت لوگ۔

حدیث میں ہے:۔ اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ قِیْلَ مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ اَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهٗ۔

(بزار و ابن ماجہ)

کچھ لوگ اللہ کے خاص دوست ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا قرآن والے اہل اللہ ہیں اور خاص لوگ ہیں۔

۱۸ أُولُوا الْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالصَّبْرِ وَالتُّقَىٰ حُلَاهُمْ بِهَا جَاءَ الْقُرْآنُ مُفَصَّلَا

نیک کردار، اخلاص اور صبر و تقویٰ والے ان کے یہ وہ زیور ہیں جن کو قرآن مفصل لے کر آیا ہے۔

۱۹ عَلَيْكَ بِهَا مَا عِشْتَ فِيهَا مُنَافِسًا وَبِعْ نَفْسَكَ الدُّنْيَا بِأَنْفَاسِهَا الْعُلَا

اپنے لیے ان اوصاف کو لازم سمجھ جب تک تو دنیا میں زندہ ہے، ان ہی میں رغبت رکھ اور اپنے حقیر نفس کو ان نفیس عالی شان اعمال کے بدلے میں فروخت کر۔

عَلَيْكَ، اسم فعل بمعنی اَلْزِمْ۔ مُنَافِسًا، شدید رغبت کرنے والا۔ بِهَا، کی ضمیر گزشتہ شعر میں مذکور اعمال صالحہ کی طرف اور فِيهَا میں دنیا کی طرف راجع ہے

۲۰ جَزَى اللّٰهُ بِالْخَيْرَاتِ عَنَّا أَئِمَّةً لَنَا نَقَلُوا الْقُرْآنَ عَذْبًا وَسَلْسَلَا

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان اماموں کو بہترین جزا دے جنہوں نے قرآن کو ہم تک پہونچایا اس شان سے کہ وہ نہایت شیریں اور مسلسل الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲۱ فَمِنْهُمْ بُدُورٌ سَبْعَةٌ قَدْ تَوَسَّطَتْ سَمَاءَ الْعُلَا وَالْعَدْلِ زُهْرًا وَكُمَّلَا

ان آئمہ میں سے سات امام چودھویں رات کے چاند ہیں جو آسمانِ بلندی و عدل کے بیچوں بیچ روشن اور کامل ہوئے ہیں۔

زُهْرًا، جمع ازہر، روشن۔ کُمَّلَ، جمع کامل۔

۲۲ لَهَا شُهُبٌ عَنْهَا اسْتَنَارَتْ فَنَوَّرَتْ سَوَادَ الدُّجَى حَتَّى تَفَرَّقَ وَانْجَلَى

ان بدور کے لیے کچھ روشن ستارے ہیں جنہوں نے ان بدور سے روشنی حاصل کی، پھر سیاہ راتوں کی تاریکی کو روشن کیا۔ حتیٰ کہ وہ چھٹ گئی اور روشنی ہوگئی۔

شُهُب جمع شہاب، روشن ستارے۔ اِسْتَنَارَتْ، روشنی حاصل کی۔ نَوَّرَتْ، روشن کیا۔ اَلدُّجیٰ، جمع دُجیہ، ریک راتیں

۲۳ وَسَوْفَ تَرَاهُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مَعَ اثْنَيْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ مُتَمَثِّلَا

ان بدور کو تم دیکھو گے کہ ایک کے بعد ایک اس طرح آ رہے ہیں کہ ان کے اصحاب۔ جن سے دو صاحب متعین طور پر بیان ہوں گے۔

یعنی ان بدور ــــ آئمہ ــــ کو یکے بعد دیگرے ذکر کیا جائے گا، اور ہر امام کے دو دو راوی بھی ذکر کیے جائیں گے، جو ان کے راوی ہونے میں بڑی شہرت کے مالک ہوئے ہیں۔

نوٹ: علامہ شاطبیؒ نے جن رواۃ کا ذکر کیا ہے۔ ان کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں۔

۱ــــ وہ راوی جنہوں نے امام سے براہ راست اور بلا واسطہ روایت حاصل کی۔ جیسے قالون اور ورش نے امام نافع سے۔ اور شعبہ وحفص نے امام عاصم سے اور ابو الحارث و دوری کسائی نے امام علی کسائی سے

۲ــــ وہ راوی کہ ان کے اور ان کے امام کے درمیان ایک واسطہ ہے اور وہ ہیں دوری بصری وسوسی، کہ ان کے اور ان کے امام ابو عمرو بصری کے درمیان ایک شیخ یزیدی کا واسطہ ہے۔ اسی طرح خلف وخلاد اور ان کے امام حمزہ کے درمیان شیخ سلیم واسطہ ہیں۔

۳ــــ وہ کہ ان کے اور امام کے درمیان ایک سے زیادہ واسطے ہیں۔ اور وہ ہیں بزی وقنبل اور ہشام وابن ذکوان۔ کہ بزی وقنبل اور ان کے امام ابن کثیر مکی کے درمیان، اسی طرح ہشام وابن ذکوان اور ان کے امام عبداللہ بن عامر کے درمیان ایک سے زیادہ واسطے ہیں۔

۲۴ تَخَيَّرَهُمْ نُقَّادُهُمْ كُلَّ بَارِعٍ وَلَيْسَ عَلٰى قُرْاٰنِهٖ مُتَاٰكِّلَا

چھان پھٹک کرنے والوں نے ان حضرات کا بڑے بڑے ماہر مشائخ کے مقابلہ میں انتخاب کیا ہے۔ ان میں کوئی بھی، قرآن کے عوض دنیا کمانے والا نہیں تھا

تَخَيَّرَ، انتخاب کیا۔ نُقَّادُ، ناقد کی جمع، بمعنی مبصرین۔ بَارِع، بڑا فاضل۔

۲۵ فَاَمَّا الْكَرِيْمُ السِّرِّ فِي الطِّيْبِ نَافِعٌ فَذَاكَ الَّذِي اخْتَارَ الْمَدِيْنَةَ مَنْزِلَا

پس خوشبو کے سلسلہ میں ایک عمدہ راز والے امام نافع ہیں۔ یہ وہ امام ہیں کہ مدینہ منورہ کو اپنی منزل کے طور پر منتخب کیا تھا۔

نافع بن عبد الرحمن، ابو رُوَیم اصفہانی الاصل قراءت و عربیت کے زبردست عالم، امام ابوجعفر کے بعد، قراءت کے شیخ اکبر۔ قراءتِ قرآن کے وقت منہ سے مشک کی خوشبو آتی۔ ایک مرتبہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، قرآن سنایا، آنحضرتؐ نے نافع کے منہ میں دم کیا، بس اسی وقت سے منہ میں سے خوشبو آنے لگی۔ امام نافع نے ستر تابعین سے قرآت میں استفادہ کیا ہے۔ پیدائش ۷۰ھ، مدینہ میں ۱۶۹ھ میں وفات ہوئی۔

۲۶ وَقَالُونُ عِيسَى ثُمَّ عُثْمَانُ وَرْشُهُمْ بِصُحْبَتِهِ الْمَجْدَ الرَّفِيعَ تَأَثَّلَا

قالون عیسی اور عثمان ورش دونوں نے نافع کی صحبت میں بڑا اونچا شرف حاصل کیا۔
یعنی نافع کے پہلے راوی عیسی بن مینا ہیں، قالون کے لقب سے مشہور (قالون رومی زبان میں عمدہ کو کہتے ہیں)
پیدائش ۱۲۰ھ۔ مدینہ میں وفات ۲۲۰ھ۔

دوسرے راوی ابوسعید عثمان بن سعید مصری، ورش کے لقب سے مشہور ہیں، نافع ان کو خوبصورت اور سپید رنگ ہونے کی وجہ سے ورش فرمایا کرتے تھے۔ پیدائش مصر ۱۱۰ھ، وفات مصر ۱۹۷ھ

۲۷ وَمَكَّةُ عَبْدُ اللَّهِ فِيهَا مَقَامُهُ هُوَ ابْنُ كَثِيرٍ كَاثِرُ الْقَوْمِ مُعْتَلَى

اور مکہ مکرمہ، امام عبد اللہ کا مقام ہے، یہ عبد اللہ بن کثیر ہیں جو بلندی میں لوگوں میں سب سے بڑھ کر تھے۔

کَاثِرُ، صیغہ اسم فاعل کثرت سے۔ مُعْتَلَیٰ، اعتلاءً بمعنی بلندی سے مصدر میمی، تمیز ہے۔
یعنی قرآءت کے دوسرے امام عبد اللہ بن کثیر بن مطلب قرشی ہیں۔ پیدائش مکہ میں ۴۵ھ میں ہوئی، تابعین میں سے ہیں وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

۲۸ رَوَى أَحْمَدُ الْبَزِّيُّ لَهُ وَمُحَمَّدٌ عَلَى سَنَدٍ وَهُوَ الْمُلَقَّبُ قُنْبُلَا

احمد بزی اور محمد ـــ کہ وہ قنبل کے ساتھ ملقب ہیں ـــ بالواسطہ امام عبد اللہ کے راوی ہوئے ہیں۔
احمد بن عبد اللہ بن قاسم بن نافع بن ابی بزہ۔ استاذ ضابط و محقق، مسجد حرام کے مؤذن بھی تھے۔ پیدائش ۱۷۰ھ، وفات ۲۵۰ھ۔

دوسرے راوی محمد بن عبد الرحمن بن خالد قنبل، پورے حجاز کے بڑے قاری۔ پیدائش ۱۹۵ھ وفات ۲۹۱ھ

۲۹ وَأَمَّا الْإِمَامُ الْمَازِنِيُّ صَرِيحُهُمْ أَبُو عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ فَوَالِدُهُ الْعَلَا

اور خالص عربی امام مازنی ابو عمرو بصری ہیں ان کے والد کا نام العَلاء ہے۔

اَلْمَازِنِی، بنو مازن قبیلہ کی طرف نسبت۔ صَرِیْحُهُمْ، خالص النسب۔

یعنی قراءت کے تیسرے امام ابو عمرو بصری مازنی ہیں ۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آئمہ قراءت میں سب سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا۔ اور دوسرے امام ابن کثیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کوفہ میں ۱۵۴ھ میں وفات ہوئی۔ قراءت کے علاوہ نحو و بلاغت کے بھی امام ہیں۔

۳۰ اَفَاضَ عَلٰی یَحْیَی الْیَزِیْدِیِّ سَیْبَهٗ ۔ فَاَصْبَحَ بِالْعَذْبِ الْفُرَاتِ مُعَلَّلَا

ابو عمرو بصری نے یحییٰ یزیدی پر اپنی علمی عطاؤں کا فیض جاری کیا۔ چنانچہ وہ علم کے اس میٹھے چشمۂ صاف سے خوب سیر ہوئے۔

اَفَاضَ، فیض جاری کیا۔ سَیْب، عطاء۔ اَلْعَذْب، شیریں۔ اَلْفُرَات، چشمۂ صاف۔ مُعَلَّل، سیراب۔

یعنی شیخ یحییٰ یزیدی جو بڑے عالم وقت تھے۔ امام ابو عمرو بصری سے فیضیاب ہوئے۔ شیخ یحییٰ یزیدی واسطہ ہیں امام اور ان کے دو راویوں کے درمیان۔ آگے دو راویوں کا ذکر ہے۔

تَنَقَّلَا

۳۱ اَبُوْ عُمَرَ الدُّوْرِیُّ وَصَالِحُهُمْ اَبُوْ ۔ شُعَیْبٍ هُوَ السُّوْسِیُّ عَنْهُ تَنَقَّلَا

ابو عمرو دوری اور صالح ابو شعیب سوسی نے یحییٰ یزیدی سے قراءت کو منتقل کیا۔

پہلے راوی حفص بن عمر بن عبد العزیز ہیں کنیت ابو عمر اپنے زمانہ کے امام القراء، یہ پہلے شیخ القراءت ہیں جنہوں نے قراءات جمع کیں۔ بغداد کے قریب ایک بستی دور میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۴۶ھ میں وفات ہوئی۔

دوسرے راوی صالح بن زیاد سوسی ہیں ۲۶۱ھ میں بعمر ۹۰ سال تقریباً وفات ہوئی۔ بہر حال دوری بصری اور سوسی دونوں نے یحییٰ یزیدی سے قراءتِ بصری میں کمال پیدا کیا۔

۳۲ وَاَمَّا دِمَشْقُ الشَّامِ دَارُ ابْنِ عَامِرٍ ۔ فَتِلْكَ بِعَبْدِ اللّٰهِ طَابَتْ مُحَلَّلَا

اور ملک شام کا شہر دمشق، امام ابن عامر کا وطن ہے۔ یہ شہر ان عبد اللہ ابن عامر کی وجہ سے طلبہ کے لیے عمدہ فرودگاہ بن گیا۔

یعنی چوتھے امام عبد اللہ بن عامر یحصبی ابو عمران ہیں۔ جو ملکِ شام کے امام قراءت تسلیم کیے جاتے تھے امام کبیر اور تابعی جلیل ہوتے ہیں۔ دمشق میں جامع اموی کے خطیب، قاضی شہر اور مسند قراءت کے امام تھے۔ پیدائش ۲۱ھ۔ وفات ۱۱۸ھ۔

۳۳ هِشَامُ وَعَبْدُاللهِ وَهُوَانْتِسَابُهُ ‏ لِذَكْوَانَ بِالْاِسْنَادِعَنْهُ تَنَقَّلَا

ان کے دو راوی ہشام اور عبداللہ ہیں۔ اور عبداللہ کا انتساب ذکوان کی طرف ہے، ان دونوں نے ابن عامر سے بالواسطہ قرآءت نقل کی ہے۔

ہشام بن عمار بن نُصَیر، ابوالولید کنیت، امام اہل دمشق، خطیب اور مقری پیدائش ۱۵۳ھ۔ وفات ۲۴۵ھ۔

دوسرے راوی عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوان دمشقی ہیں۔ ملک شام کے شیخ الاقراء، جامع دمشق کے خطیب پیدائش ۱۷۳ھ وفات ۲۴۲ھ۔

ہشام اور ابن ذکوان دونوں نے ابن عامر کی قرآءت بواسطہ نقل کی۔

۳۴ وَبِالْكُوفَةِ الْغَرَّاءِ مِنْهُمْ ثَلَاثَةٌ ‏ اَذَاعُوا فَقَدْ ضَاعَتْ شَذًا وَقَرَنْفُلَا

اور روشن شہر کوفہ میں ان ائمہ قرآءت میں سے تین امام ہوئے ہیں، ان تینوں نے قرآن کی اشاعت کی اور کوفہ، خوشبو اور لونگ کی طرح مہک اٹھا۔

اَلْغَرَّاءِ، اَغر کا مؤنث بمعنی روشن۔ اِذَاعَةٌ، بمعنی نشر و اشاعت۔ شَذًا، خوشبو۔ قَرَنْفُلَ، لونگ۔

۳۵ فَاَمَّا اَبُوْبَكْرٍ وَعَاصِمٌ اِسْمُهُ ‏ فَشُعْبَةُ رَاوِيهِ الْمُبَرِّزُ اَفْضَلَا

۳۶ وَذَاكَ ابْنُ عَيَّاشٍ اَبُوْبَكْرِ الرِّضَا ‏ وَحَفْصٌ وَبِالْاِتْقَانِ كَانَ مُفَضَّلَا

ابوبکر، اور ان کا نام عاصم ہے۔ شعبہ ان کے راوی ہیں جو کہ افضل ہونے میں نمایاں ہیں۔

یہ شعبہ ابن عیاش ابوبکر ہیں پسندیدہ خلائق، اور دوسرے راوی حفص ہیں جن کو روایت میں سب سے زیادہ فضیلت دی گئی تھی۔

اَلْمُبَرِّزُ، نمایاں، ممتاز۔ اَلْاِتْقَان، مضبوطیٔ روایت۔ مُفَضَّلَا، فضیلت دیے گئے۔

یعنی قراء سبعہ میں سے تین قاری شہر کوفہ میں ہوئے ان میں سے پہلے قاری عاصم بن بہدلہ الو النجود اسدی ہیں ابوبکر کنیت ہے۔

کوفہ کے شیخ القراء فصاحت و اتقان کے مالک، حسن و صوت دونوں میں جمیل۔ تابعین میں سے ہیں۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن سُلمی کے جانشین۔ ۱۲۷ھ کے اواخر میں وفات ہوئی۔

ان کے دو راوی، شعبہ اور حفص ہیں۔

شعبہ ابن عیاش بن سالم ان کی کنیت بھی ابوبکر ہے۔ امام کبیر، عالم و عامل آئمہ اہل سنت میں سند ہیں پیدائش ۹۵ھ وفات ۱۹۳ھ۔

دوسرے راوی حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی کوفی۔ قرآت عاصم کے سب سے بڑے عالم۔ پیدائش ۹۰ھ۔ وفات ۱۸۰ھ۔

۳۷ وَحَمْزَةُ مَا اَزْكَاهُ مِنْ مُتَوَرِّعٍ ۔ اِمَامًا صَبُوْرًا لِلْقُرَانِ مُرَتِّلًا

تورع کے اعتبار سے امام حمزہ کی پاکیزگی کا کیا کہنا، بڑے صابر امام تھے، قرآن بہت صفائی سے پڑھتے تھے۔

مَا اَزْكَاهُ، فعل تعجب زکات بمعنی پاکیزگی سے، تورّع، تقویٰ۔ مُرَتِّلًا، خوب ٹھیراؤ سے پڑھنے والے۔

یعنی کوفہ کے دوسرے امام حمزہ بن حبیب زیّات تابعی ہیں۔ امام عاصم کے بعد کوفہ کے امام القراءۃ۔ پیدائش ۸۰ھ۔ وفات ۱۵۶ھ۔

۳۸ رَوٰى خَلَفٌ عَنْهُ وَخَلَّادٌ الَّذِيْ ۔ رَوَاهُ سُلَيْمٌ مُتْقَنًا وَّمُحَصَّلًا

ان سے خلف اور خلاد نے روایت کی، یہ روایت وہی ہے جو ان سے سُلیم نے کی تھی، جو روایت میں بہت مضبوط اور ثقہ تھے۔

یعنی امام حمزہ کے دو راوی خلف اور خلاد ہیں۔

خلف بن ہشام بزار بغدادی، ابو محمد کنیت، بڑی ثقاہت کے مالک، زاہد، عابد اور عالم ہوئے ہیں۔ پیدائش ۱۵۰ھ، دفات ۲۲۹ھ بغداد میں۔

دوسرے راوی خلاد بن خالد شیبانی صیرفی کوفی، ابو عیسیٰ کنیت۔ قراءت میں امام، ثقہ، عارف اور محقق ضابط ہوئے ہیں۔ پیدائش ۱۲۹ھ دفات ۲۲۰ھ۔

خلف و خلاد نے سُلیم بن عیسیٰ کوفی سے اور سُلیم نے امام حمزہ سے پڑھا۔

۳۹ وَاَمَّا عَلِيٌّ فَالْكِسَائِيُّ نَعْتُهُ ۔ لِمَا كَانَ فِي الْاِحْرَامِ فِيْهِ تَسَرْبَلَا

اور امام علی کہ کسائی ان کا لقب ہے کیونکہ وہ احرام کے وقت "کسا" یعنی چادر ہی میں احرام باندھ لیتے تھے۔

تَسَرْبَلَا، سِرْبَال یعنی قمیص بنا لیتے تھے۔

یعنی کوفہ کے تیسرے امام علی بن حمزہ بن عبداللہ اسدی ہیں، ابوالحسن کنیت۔ امام حمزہ کے بعد کوفے کے شیخ القراء مانے گئے۔ پیدائش ۱۱۹ھ۔ وفات ۱۸۹ھ۔ عمر ۷۰ سال۔

۴۰ رَوٰی لَیْثُھُمْ عَنْہُ اَبُوالْحَارِثِ الرِّضَا وَحَفْصٌ ھُوَالدُّوْرِیْ وَفِی الذِّکْرِ قَدْ خَلَا

امام کسائی سے لیث ابوالحارث نے روایت کی جو مقبول و پسندیدہ تھے، اور حفص نے۔ یہ وہ حفص ہیں جن کو دوری کہا جاتا ہے۔ ان کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔

یعنی کسائی کے پہلے راوی لیث بن خالد بغدادی ہیں جن کی کنیت ابوالحارث ہے۔ جو کہ بڑی ثقاہت کے مالک ماہر فن اور قراءت کے ضابطہ ہوئے ہیں۔ وفات ۲۴۰ھ۔

دوسرے راوی حفص بن عمر دوری ہیں جن کا ذکر اوپر ابوعمرو بصری کے پہلے راوی کے طور پر آچکا ہے۔ امتیاز کے لیے ان کو وہاں دوری بصری اور یہاں دوری کسائی کہتے ہیں۔

وَفِی الذِّکْرِ قَدْ خَلَا۔ یعنی ان کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

۴۱ اَبُوْعَمْرِوھِمْ وَالْیَحْصَبِیُّ ابْنُ عَامِرٍ صَرِیْحٌ وَبَاقِیْھِمْ اَحَاطَ بِہِ الْوَلَا

ان قراء میں ابوعمرو اور ابن عامر یحصبی خالص عربی النسب ہیں اور باقی پر عجمی الاصل ہونا محیط ہے۔

یعنی ان قراء میں سے دو امام، ابوعمرو بصری اور ابن عامر شامی خالص قبائل عرب سے ہیں۔ اوّل مازنی اور دوسرے یحصبی، باقی وہ ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد غیر عرب تھے۔

وَلَاء، یعنی قبائل عرب سے موالات و تعلق، یہ تین قسم پر ہے۔

۱۔ وَلَاءِ عِتَاقَہ: یعنی آباؤ اجداد غلامِ عرب ہوئے۔ اور آزاد ہوکر عرب میں گھل مل گئے۔

۲۔ وَلَاءِ مُوالات: یعنی ایک قبیلۂ عرب کا دوسرے قبیلۂ عرب کو اپنی امان و پناہ دینا۔

۳۔ وَلَاءِ عجم: یعنی عجمی الاصل خاندان کا عرب میں آباد ہوکر مخلوط بالعرب ہو جانا جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ۔

یہاں کتاب میں یہ صرف تیسری قسم مراد ہے۔ کیونکہ دوسری قسم خالص عرب ہونے کے منافی نہیں، اور پہلی قسم تاریخی اعتبار سے کسی بھی امام قراءت کے لیے ثابت نہیں۔ (ابوشامہ)

۴۲ لَھُمْ طُرُقٌ یُھْدٰی بِھَا کُلُّ طَارِقٍ وَلَا طَارِقٌ یُخْشٰی بِھَا مُتَمَحِّلَا

ان قراء اور رُوات کے لیے کچھ مذاہب ہیں جن کی طرف ہر طالب علم کی راہنمائی کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں کوئی مُدلّس

نہیں ہوتا کہ ان مذاہب کے سلسلے میں کسی گڑبڑ کرنے والے سے خطرہ محسوس کیا جائے۔

طُرُق جمع طَرِیق، قراء کے اصول و فرش۔ طَارِق، عالم یا طالب علم۔ وَلَا طَارِق یعنی نہ کہ مُدَلِّس، فن حدیث میں ایک ضعیف و مجروح راوی کو طارق کہا گیا ہے۔ مُتَمَحِّل، مکار۔

مطلب یہ کہ فن قراءت، فن حدیث میں ممتاز ہے کیونکہ یہ بجمیع اصولہ و فرشہ متواتر ہے۔ مضبوط ہے۔

۴۳ وَهُنَّ اللَّوَاتِي لِلْمُوَاتِي نَصَبْتُهَا ‏ مَنَاصِبَ فَانْصَبْ فِي نِصَابِكَ مُفْضِلَا

اور یہ قراءات و روایات وہ ہیں کہ میں نے اپنی موافقت کرنے والے (یعنی میری کتاب پڑھنے والے طالب علم) کے لیے کچھ امتیازی نشان قائم کیے ہیں پس تو اپنی نیت طلب علم میں محنت کے لیے تیار ہو جا، فضیلت والا ہو جانے کے لیے۔

وَهُنَّ، میں ضمیر قراءات و روایات کی طرف راجع ہے۔ اَللَّوَاتِي، جمع اَللَّاتِي جو کہ جمع ہے اَلَّتِي کی گویا اَللَّوَاتِي جمع الجمع ہے۔ کثرت انواع کی طرف اشارہ ہے۔ مُوَاتِي، اصل میں مُؤَاتِي ہے، بمعنی ساتھ ساتھ آنے والا۔ موافقت کرنے والا۔ نَصَبْتُهَا، یعنی میں نے قائم کیا ہے۔ مَنَاصِبَ، منصب کی جمع، نشان، جھنڈا۔ فَانْصَبْ، صیغہ امر نَصِبَ (سمع) سے محنت کر۔ نِصَاب، نیت، عزم۔ مُفْضِلَا، صاحب فضیلت۔

مطلب یہ کہ قراء کے اصول و مذاہب کو اس نظم میں رموز و اشارات کی شکل میں بیان کیا جائے گا۔ لہذا طالب علم کا مستعد اور محنتی ہونا ضروری ہے۔ ورنہ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

۴۴ وَهَا أَنَذَا أَسْعَى لَعَلَّ حُرُوفَهُمْ ‏ يَطُوعُ بِهَا نَظْمُ الْقَوَافِي مُسَهَّلَا

اور اب میں کوشش کرتا ہوں کہ شاید ان قراء کے قرآنی کلمات مختلفہ کو یہ قافیوں والی نظم قابو کر لے سہولت پیدا کرتے ہوئے۔

هَا، حرف تنبیہ۔ أَنَا، ضمیر واحد متکلم۔ ذَا، اسم اشارہ۔ أَسْعَى، صیغہ مضارع واحد متکلم۔ بِهَا، باتعدیہ کیلئے ہے۔

۴۵ جَعَلْتُ أَبَا جَادٍ عَلَى كُلِّ قَارِئٍ ‏ دَلِيلًا عَلَى الْمَنْظُومِ أَوَّلَ أَوَّلَا

کلمات اباجاد کو میں نے ہر قاری پر دلالت کرنے والا اس نظم میں مقرر کیا ہے کہ پہلا حرف پہلے امام کے لیے ہے (اور باقی دو حرف راویوں کے لیے رمز ہیں)

یعنی سات امام اور دو دو ان کے راوی ہیں۔ تو کل اکیس ہوئے۔ اباجاد بھی کل سات کلمے تین تین حرفی

ہیں - اس طرح ہر کلمہ کا پہلا حرف اماموں کی رمز ہوگا۔ اور باقی دو حرف ان کے بالترتیب دو راویوں کے لیے رمز ہو جائیں گے۔

رمز کی مرموزین پر تقسیم

عدد	کلماتِ رمزیہ	حروفِ رمزیہ	تشریحِ مرموزین	
۱	اَبَجُ	ا	نافع مدنی	امام اول
		ب	قالون	راوی اول
		ج	ورش	راوی ثانی
۲	دَھَزُ	د	ابن کثیر مکی	امام ثانی
		ہ	بزّی	راوی اول
		ز	قنبل	راوی ثانی
۳	حُطِّیُ	ح	ابوعمرو بصری	امام ثالث
		ط	دوری بصری	راوی اول
		ی	سوسی	راوی ثانی
۴	کَلِمُ	ک	ابن عامر شامی	امام رابع
		ل	ہشام	راوی اول
		م	ابن ذکوان	راوی ثانی
۵	نَصَعُ	ن	عاصم کوفی	امام خامس
		ص	شعبہ	راوی اول
		ع	حفص	راوی ثانی
۶	فَضَقُ	ف	حمزہ کوفی	امام سادس
		ض	خلف	راوی اول
		ق	خلّاد	راوی ثانی
۷	رَسَتُ	ر	کسائی کوفی	امام سابع
		س	ابوالحارث	راوی اول
		ت	دوری کسائی	راوی ثانی

۴۶ وَمِنْ بَعْدِ ذِكْرِي الْحَرْفَ اُسْمِي رِجَالَهُ مَتٰى تَنْقَضِي اٰتِيكَ بِالْوَاوِ فَيْصَلَا

اور میں کلمہ مختلف فیہا ذکر کرنے کے بعد اس کے (پڑھنے والے) رجال بولوں گا، اور جب یہ قراءت ختم ہو جائے گی تو واو فاصل لاؤں گا۔

یعنی مسئلہ کو بیان کرنے میں ترتیب اس طرح ہو گی کہ میں پہلے کلمہ قراٰنیہ مختلف فیہا بولوں گا، پھر اس کے پڑھنے والوں کو مذکورہ بالا رمزوں کی شکل میں لاؤں گا۔ اور مسئلہ ختم ہو جائے گا ختم مسئلہ کی علامت یہ کہ واو فاصل آجائے گی۔

یعنی ہمیشہ رمز حرفی کلمۂ قراٰنی کے بعد آئے گی۔ مگر یاد رہے کہ یہ اسی وقت ترتیب ہو گی جب کہ رمز حرفی ہو گی۔ لیکن اگر قاری یا راوی کا صریح نام بولیں گے۔ تو کوئی ترتیب نہ ہو گی، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۴۷ سِوٰى اَحْرُفٍ لَا رِيْبَةٌ فِي اتِّصَالِهَا وَبِاللَّفْظِ اَسْتَغْنِي عَنِ الْقَيْدِ اِنْ جَلَا

سوائے ان کلمات قراٰنیہ کے کہ ان کے پاس پاس آنے میں کوئی شک وشبہ نہ واقع ہو رہا ہو۔ اور میں کبھی حرف لفظ قراٰنی بول کر قید لانے سے مستغنی ہو جاؤں گا بشرطیکہ وہ قید کسی وجہ سے واضح ہو رہی ہو۔

یعنی اوپر کے شعر کے آخر میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ میں ختم مسئلہ کے لیے واو فاصل لاؤں گا۔ اب اس شعر میں اس کا استثناء بیان کرتے ہیں کہ اگر کہیں دو مسئلوں کو بغیر واو فاصل کے بیان کرنے سے مخاطب کے لیے کوئی غلط والتباس واقع نہ ہو رہا ہو گا تو ایسے مواقع میں، میں واو فاصل لانے کا پابند نہ ہوں گا۔

اور کہیں ایسا بھی ہو گا کہ اختلاف قراءت کو واضح کرنے والی قید (جن کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے) میں نہ بولوں گا کیونکہ وہ قید بغیر صریح ذکر کے ہی سمجھ میں آرہی ہو گی۔

واضح رہے کہ یہ استغناء عن القید دو صورتوں میں ہو گا ایک یہ کہ وزن بیت سے وہ قید نکلتی ہو گی کہ اگر اس قید کے ساتھ اس کلمۂ قراٰنی کا تلفظ نہ کیا جائے تو شعر وزن سے گر جائے گا۔

دوسری صورت یہ کہ رسم عثمانی سے ہٹ کر اس لفظ کو ملفوظی شکل میں لکھا گیا ہو گا۔

حاصل یہ کہ کسی بھی مسئلہ کے بیان میں عموماً چار چیزیں ہوں گی۔ (۱) کلمۂ قراٰنی مختلف فیہا (۲) قید۔ (۳) قاری یا راوی، بصورت رمز یا بصورت اسم صریح۔ (۴) واو فاصل۔

۴۸ وَرُبَّ مَكَانٍ كَرَّرَ الْحَرْفَ قَبْلَهَا لِمَا عَارِضٍ وَالْاَمْرُ لَيْسَ مُهَوِّلَا

اور بہت جگہ ایسا بھی ہو گا کہ حرف رمزی اس واو فاصل کے آنے سے پہلے کسی عارض کی وجہ سے مکرر آرہا

ہوگا، اور یہ چیز کوئی فکر میں ڈالنے والی نہ ہونی چاہیئے۔

یعنی وزن بیت پورا کرنے کے لیے کبھی رمزیں مکرر آجائیں گی مثلاً حِلاً حِلاً یا عِلاً عِلاً، تو اس سے کسی توحش میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے

۴۹ وَمِنْهُنَّ لِلْكُوفِيِّ ثَاءٌ مُثَلَّثٌ ۔ وَسِتَّتُهُمْ بِالْخَاءِ لَيْسَ بِأَغْفَلَا

اور ان رموز میں کوفیین کے لیے ثاء مثلث ہے اور ان قراء سبعہ میں سے چھ قراء حرف خاء سے مراد ہوں گے، یہ خاء جو بے نقطہ نہیں ہے۔

یعنی اوپر رمز حرفی انفرادی کا بیان تھا ابھی چھ حروف باقی ہیں۔ ثاء، خاء، ذال، ظاء، غین اور شین۔ ثخذ، ظغش۔

ان کو رمز حرفی اجتماعی کہتے ہیں۔ ثاء سے تینوں کوفی قراء مراد ہوں گے اور خاء سے ماسوئ نافع چھ قراء مراد ہوں گے۔

۵۰ عَنَيْتُ الْأُلَى أَثْبَتُّهُمْ بَعْدَ نَافِعٍ ۔ وَكُوفٍ وَشَامٍ ذَالُهُمْ لَيْسَ مُغْفَلَا

چھ قراء سے میں نے وہ قراء مراد لیے ہیں جن کو نافع کے بعد ذکر کیا ہے اور کوفیین اور شامی کے لیے ذال جو بے نقطہ نہیں ہے، رمز ہے۔

۵۱ وَكُوفٍ مَعَ الْمَكِّيِّ بِالظَّاءِ مُعْجَمًا ۔ وَكُوفٍ وَبَصْرٍ غَيْنُهُمْ لَيْسَ مُهْمَلَا

اور کوفیین مع المکی ظاء معجمہ سے مراد ہوں گے۔ اور کوفیین اور بصری کے لیے غین ہے جو مہمل نہیں ہے۔

۵۲ وَذُو النَّقْطِ شِينٌ لِلْكِسَائِيِّ وَحَمْزَةٍ ۔ وَقُلْ فِيهِمَا مَعْ شُعْبَةٍ صُحْبَةٌ تَلَا

اور نقطہ والا شین کسائی اور حمزہ کے لیے رمز ہے۔ اور انہیں دونوں بس مع شعبہ لفظ صُحبہ رمز ہے، جو رمز حرف کے بعد آ رہی ہے۔

یعنی شین تک رموز حرفیہ کا بیان ختم ہوا اور اب آٹھ کلمات رمزیہ کا بیان ہے۔ چنانچہ ایک رمز کلمی لفظِ صُحبہ ہے جو امام حمزہ، کسائی اور شعبہ کے لیے بولا جائے گا۔

۵۳ صِحَابٌ هُمَا مَعْ حَفْصِهِمْ عَمَّ نَافِعٌ ۔ وَشَامٍ سَمَا فِي نَافِعٍ وَفَتَى الْعَلَا

۵۴ وَمٰلِكِ وَحَقٌّ فِيهِ وَابْنُ العَلاَءِ قُلْ ۔۔۔ وَقُلْ فِيهِمَا وَالْيَحْصَبِي نَفَرٌ حَلاَ

صحاب سے وہی دونوں حمزہ کسائی مع حفص مراد ہوں گے۔ عَمَّ نافع اور شامی ہیں۔ سَمَآ نافع، فتی العلا بصری اور مکی ہیں اور حق مکی اور ابن العلا بصری ہیں کہہ تو۔ اور ان دونوں (مکی، بصری) اور یحصبی ہیں رمز نفر شیریں ہوئی ہے۔

۵۵ وَحِرْمِيٌّ الْمَكِّي فِيهِ وَنَافِعٌ ۔۔۔ وَحِصْنٌ عَنِ الْكُوفِي وَنَافِعِهِمْ عَلاَ

اور حِرمیؔ میں مکی اور نافع ہیں اور حِصنؔ کوفیین اور نافع کے لیے بلند ہے۔

۵۶ وَمَهْمَا أَتَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ بَعْدُ كِلْمَةٌ ۔۔۔ فَكُنْ عِنْدَ شَرْطِي وَاقْضِ بِالْوَاوِ فَيْصَلَا

اور جب کوئی رمزی کلمہ رمز حرفی سے پہلے یا بعد آئے تو تو میری شرط کے مطابق ہو اور واوِ فاصل پر مسئلہ کو ختم کر۔ مطلب یہ ہے کہ رموز کی دو قسمیں ہوئیں۔ رمز حرفی، رمز کلمی۔ کہیں رجال کی طرف اشارہ صرف رمز حرفی سے ہو گا۔ اور کہیں صرف رمز کلمی سے، اور کہیں یہ دونوں رمزیں جمع ہوں گی۔ تو اس وقت رمز حرفی اور رمز کلمی دونوں کے مرموزین متعین کر لینے چاہئیں۔ جیسا کہ میں نے اصطلاح مقرر کی ہے۔ اور ختم مسئلہ کے لیے بدستور سابق یہاں بھی واوِ فاصل آئے گی۔

اس سے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ رمز حرفی اور رمز کلمی میں کوئی ترتیب نہیں ہے خواہ کوئی بھی پہلے یا بعد میں آسکتی ہے۔ اسی طرح رموزِ کلمہ کے ساتھ کلمۂ قرآنی اور مرموز میں بھی کوئی ترتیب نہ ہو گی یعنی کسی کی بھی تقدیم و تاخیر معین نہیں۔ چنانچہ آگے شعر نمبر ۶۴ میں آتا ہے۔

۵۷ وَمَا كَانَ ذَا ضِدٍّ فَإِنِّي بِضِدِّهِ ۔۔۔ غَنِيٌّ فَزَاحِمْ بِالذَّكَاءِ لِتَفْضُلَا

اور جو قیود ضد والی (یعنی اضداد کے قبیل سے) ہوں گی تو میں وہاں ایک ضد پہ اکتفا کروں گا تم اپنی ذہانت سے اس جگہ دوسری ضد معلوم کرنے کی کوشش کرنا تاکہ تم میں قابلیت پیدا ہو۔

یعنی قیود کے بیان میں طریقہ یہ ہو گا کہ مرموزین کی قراءت کی توضیح میں قیود لائی جائیں گی، یہ قیود اکثر ضدیت کا مفہوم رکھتی ہوں گی۔ تو اپنی فراست سے تم غیر مذکورین کے لیے اُن قیود کی مقابل ضدوں کو سمجھ لینا مثلاً، وَكُوفِيُّهُمْ تَسَاءَلُونَ مُخَفَّفًا یعنی کوفیین نے تَسَآءَلُوْنَ کو مخفف پڑھا ہے تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہو گا کہ غیر کوفیین نے تَسَّآءَلُوْنَ مشدد پڑھا ہے کیونکہ تشدید اور تخفیف دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۵۸ كَمَدٍّ وَإِثْبَاتٍ وَفَتْحٍ وَمُدْغَمٍ ۔۔۔ وَهَمْزٍ وَنَقْلٍ وَاخْتِلَاسٍ تَحَصَّلَا

جیسے مد، اثبات، فتح، مدغم، ہمزہ، نقل اور اختلاس آئے ہیں

یعنی مد کی ضد قصر، اثبات کی حذف، فتح کی امالہ ادغام کی اظہار، ہمزہ کی ضد ترک ہمزہ، نقل کی ضد ابقاء حرکت، اختلاس کی اتمام حرکت۔ یاد رہے کہ فتح سے مراد خالص الف پڑھنا ہے۔

۵۹ وَجَزْمٍ وَتَذْكِيرٍ وَغَيْبٍ وَخِفَّةٍ ۔۔۔ وَجَمْعٍ وَتَنْوِينٍ وَتَحْرِيكٍ اعْمِلَا

اور جیسے جزم، تذکیر، غیب، تخفیف، جمع، تنوین اور تحریک عمل میں لائی گئی ہیں۔

یعنی جزم کی ضد رفع، تذکیر کی ضد تانیث، غیب کی خطاب، خفت کی ثقالت، جمع کی ضد افراد، تنوین کی ترک تنوین، تحریک کی اسکان۔

واضح ہو کہ یہ تمام اضداد مطرد منعکس ہیں۔ مثلاً تذکیر کی ضد تانیث ہے تو تانیث کی ضد بھی تذکیر ہے۔ سوائے جزم کے، کہ وہ غیر منعکس ہے کہ جزم کی ضد رفع ہے مگر رفع کی ضد جزم نہیں بلکہ نصب ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۶۰ وَحَيْثُ جَرَى التَّحْرِيكُ غَيْرَ مُقَيَّدٍ ۔۔۔ هُوَ الْفَتْحُ وَالْإِسْكَانُ آخَاهُ مَنْزِلَا

اور جب تحریک غیر مقید جاری ہو تو اس سے فتحہ کی حرکت مراد ہوگی۔ اور اسکان، تحریک کا مقابل ہوگا اس موقع پر۔

یعنی تحریک اور اسکان ایک دوسرے کی مطرد و منعکس ضد ہیں۔ اور رہا یہ کہ خود تحریک سے کونسی حرکت مراد ہوگی؟ تو یاد رکھنا چاہیئے کہ تحریکِ مطلق سے فتحہ مراد ہوگا۔ ورنہ میں مطلق تحریک نہیں بولوں گا بلکہ بالضم یا بالکسر مقید کر کے بولوں گا۔

۶۱ وَآخَيْتُ بَيْنَ النُّونِ وَالْيَا وَفَتْحِهِمْ ۔۔۔ وَكَسْرٍ وَبَيْنَ النَّصْبِ وَالْخَفْضِ مَنْزِلَا

اور میں نے تقابل قائم کیا ہے نون اور یا کے درمیان اور فتح و کسرہ کے درمیان اور نصب و جر کے درمیان محل وقوع کے اعتبار سے۔

یعنی مضارع کے حروف علامات میں نون اور یا میں ضدیت قائم کی ہے، جب کسی کے لیے قراءت بالیا بولوں تو مقابل کے لیے قراءت بالنون سمجھنا چاہیئے۔ اسی طرح بالعکس۔ مثلاً نکفر اور یکفر دو قراءتیں ہیں۔

اسی طرح فتح اور کسرہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اگر کسی قاری کے لیے بالفتح کہوں تو دوسروں کے لیے بالکسر سمجھنا چاہیئے۔ و بالعکس۔

اسی طرح نصب اور جر جو معرب کی حرکتوں پر بولا جاتا ہے، ہر ایک دوسرے کی ضد ہے مثلاً وَالْاَرْحَامَ اور وَالْاَرْحَامِ دو قرائتیں ہیں۔

۶۲ وَحَيْثُ اَقُوْلُ الضَّمَّ وَالرَّفْعَ سَاكِنًا ۔۔۔ فَغَيْرُهُمْ بِالْفَتْحِ وَالنَّصْبِ اَقْبَلَا

اور جب میں ضم اور رفع بول کر خاموش ہو جاؤں تو ان کے علاوہ فتح اور نصب کے ساتھ آئیں گے۔

یعنی میں نے ضمہ کی ضد فتح، اور رفع کی ضد نصب قرار دی ہے۔ یہ ضدیت صرف ایک جانب سے ہے۔ لہذا مطرد غیر منعکس ہوگی یعنی ضمہ کی ضد فتحہ، مگر فتحہ کی ضد ضمہ نہیں بلکہ کسرہ ہے اسی طرح رفع کی ضد نصب ہے، مگر نصب کی ضد رفع نہیں، جر ہے جیسا کہ شعر نمبر ۶۱ میں آچکا ہے۔ سَاکِنًا کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس مذکورہ توضیح کے علاوہ کچھ اور مراد ہوگی تو وہاں تصریح کروں گا مثلاً فُلَانٌ قَرَأَ بِضَمِّ الْكَسْرِ، تو اس جگہ ضمہ کی ضد کسرہ بصراحت سامنے آئے گی۔

۶۳ وَفِي الرَّفْعِ وَالتَّذْكِيرِ وَالْغَيْبِ جُمْلَةٌ ۔۔۔ عَلٰى لَفْظِهَا اَطْلَقْتُ مَنْ قَيَّدَ الْعُلَا

اور رفع و تذکیر و غیب ہیں ایک ایسا مجموعہ ہے کہ میں نے خالی ان کے تلفظ پر اس طالب علم کو آزاد چھوڑا ہے جس نے بلندی ذہانت کو قید کیا ہوا ہو۔

یعنی فرش میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ کلمۂ قرآنی بغیر قید لائے بولا گیا وہاں تمہیں اپنی ذہانت سے کام لے کر اصل قید اور غیر مذکورین کے لیے اس کی ضد خود ہی متعین کرنی ہوگی۔ لیکن بہر حال یہ اطلاق صرف تین قیود میں منحصر رکھا۔ رفع کہ اس کی ضد نصب ہے۔ تذکیر کہ اس کی ضد تانیث ہے اور غیب کہ اس کی ضد خطاب ہے۔ مثلاً کہیں گے کہ نافع کے لیے خَالِصَةً ہے۔ بالرفع کی قید نہیں لگائیں گے تو یہ قید ہمیں خود سمجھنی ہوگی، اور باقی کے لیے نصب۔

۶۴ وَقَبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ اٰتِيْ بِكُلِّ مَا ۔۔۔ رَمَزْتُ بِهٖ فِي الْجَمْعِ اِذْ لَيْسَ مُشْكِلَا

اور کلمۂ قرآنی سے پہلے اور کبھی اس کے بعد میں وہ رموز لاؤں گا جن کو میں نے کلمات میں جمع کیا ہے، کیونکہ یہ طریقہ اشکال میں ڈالنے والا نہیں ہے۔

الحرف سے مراد کلمۂ قرآنی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رموزِ کلمیہ، صحبہ، صحاب، عم، سما، حق، نفر، حرمی، حصن کے استعمال میں مجھے آزادی ہوگی، کبھی کلمۂ قرآنی سے پہلے اور کبھی اس کے بعد لاؤں گا۔

اس جگہ شعر نمبر ۴۶ اور ۵۶ پھر دیکھ لینے چاہئیں۔

۶۵ وَسَوْفَ اُسَمِّیْ حَیْثُ یَسْمَحُ نَظْمُهٗ ‌ ‌ بِهٖ مُوْضِحًا جِیْدًا مُعَمًّا وَّمُخْوَلَا

اور میں جہاں کہیں بھی، مجھے نظم گنجائش دے گی بصراحت (قاری یا راوی کا) نام بولوں گا۔ اس نام سے ایسی صراحت ہوگی جیسے چچا اور ماموں والی گردن ہو۔

مطلب یہ کہ رموز کا استعمال بضرورت ہوگا اگر کہیں شعر و نظم کا وزن، قاری اور راوی کے صریح نام کے ساتھ موزوں ہو سکے گا۔ تو میں صریح نام کا استعمال کروں گا۔ جہاں کہیں بھی ایسا ممکن ہو خواہ کلمۂ قرآنی سے پہلے یا بعد۔

لیکن یہ یاد رہے کہ ایک مسئلہ میں رموز اور صریح نام جمع نہ ہوں گے۔ مُعَمًّا، عم سے بمعنی چچا، مُخْوَلًا، خال سے بمعنی ماموں۔

زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ جس بچے کے چچا اور ماموں ہوتے تھے اس بچے کے گلے میں کوئی خاص علامتی ہار ڈالتے تھے اس علامت سے وہ دیگر بچوں میں ممتاز گردن والا ہو جاتا تھا۔

۶۶ وَمَنْ کَانَ ذَا بَابٍ لَهٗ فِیْهِ مَذْهَبٌ ‌ ‌ فَلَا بُدَّ اَنْ یُّسْمٰی فَیُدْرٰی وَیُعْقَلَا

اور جو قاری یا راوی منفرداً ایک خاص باب والا ہوگا۔ جس میں صرف اسی کے مذہب کا بیان ہوگا تو ایسے موقعہ پر میرے لیے ضروری ہوگا کہ اس کا نام لیا جائے تاکہ وہ جان لیا جائے اور سمجھ لیا جائے۔

۶۷ اَهَلَّتْ فَلَبَّتْهَا الْمَعَانِیْ لُبَابُهَا ‌ ‌ وَصُغْتُ بِهَا مَا سَاغَ عَذْبًا مُّسَلْسَلَا

اس قصیدے نے آواز دی تو خالص معانی نے اس کو جواب میں لبیک کہی۔ میں نے اس قصیدے میں وہ معانی اُنڈیلے ہیں جو شیریں اور سہل الہضم ہونے میں بہت خوشگوار ہیں۔

اَهَلَّتْ، اہلال سے آواز دینا۔ لَبَّتْ، لبیک کہنا۔ لُبَاب، خالص۔ صَوْغ، ڈھالنا، بنانا۔ سَوْغ، خوشگوار ہونا۔ عَذْب، شیریں۔ مُسَلْسَل، وہ خوشگوار و لذیذ شے جو سریع اور سہل الہضم ہو۔

۶۸ وَفِیْ یُسْرِهَا التَّیْسِیْرُ رُمْتُ اخْتِصَارَهٗ ‌ ‌ فَاَجْنَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ مِنْهُ مُؤَمَّلَا

اور اس قصیدے کے آسان معانی میں، میں نے کتابِ تیسیر کے اختصار کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس قصیدے نے اس کتاب سے اپنی آرزو کا پھل حاصل کر لیا۔

رُمْتُ، رَوْم سے بمعنی قصد کرنا۔ اَجْنَتْ، اِجْنَاءٌ سے پھل توڑنا۔ مُؤَمَّل، آرزو۔

التیسیر علامہ حافظ ابو عمرو دانی ف ۴۴۴ھ کا نثر میں مشہور متن ہے جو قراءت سبعہ میں سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

۶۹ وَاَلْفَافُهَا زَادَتْ بِنَشْرِ فَوَائِدٍ فَلَفَّتْ حَيَاءً وَجْهَهَا اَنْ تُفَضَّلَا

اور اس قصیدے کے مضامین بہت سے علمی فوائد میں تیسیر پر بڑھ گئے۔ لیکن ان فوائد نے شرم کی وجہ سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا ہے کہ کہیں اس قصیدے کو فضیلت نہ دے دی جائے۔

اَلْفَاف، لَفٌّ کی جمع مضامین۔

یعنی میں نے تیسیر کے مسائل کا اختصار تو کیا ہی ہے ضمناً اشاراتی رنگ میں بہت سے علمی نکات بھی شامل کر دیئے ہیں۔ اشاراتی طرز بیان اس لیے کہ یہ قصیدہ تیسیر سے افضلیت کا مقام حاصل نہیں کرنا چاہتا ہے۔

۷۰ وَسَمَّيْتُهَا حِرْزَ الْاَمَانِيْ تَيَمُّنًا وَوَجْهَ التَّهَانِيْ فَاهْنِهِ مُتَقَبَّلَا

میں نے اس قصیدے کا نام "حِرْزُ الْاَمَانِيْ وَ وَجْهُ التَّهَانِيْ" رکھا برکت کے حصول کے لیے۔ پس تو اس کو مبارک باد کہہ، کیونکہ وہ مقبول ہے۔

حِرْزُ الْاَمَانِيْ	______	آرزوؤں کا تعویذ
وَجْهُ التَّهَانِيْ	______	مبارک بادی والا چہرہ

۷۱ وَنَادَيْتُ اللّٰهُمَّ يَا خَيْرَ سَامِعٍ اَعِذْنِيْ مِنَ التَّسْمِيْعِ قَوْلًا وَمَفْعَلَا

اور میں نے صدا لگائی، اے اللہ، اے بہترین سننے والے، مجھے اپنا قول و فعل سنانے سے محفوظ رکھ۔ یعنی ریاء سے محفوظ رکھ۔

۷۲ اِلَيْكَ يَدِيْ مِنْكَ الْاَيَادِيْ تَمُدُّهَا اَجِرْنِيْ فَلَا اَجْرِيْ بِجَوْرٍ فَاَخْطَلَا

تیری طرف سے احسانات (میری ہمت کو حوصلہ دلاتے ہیں اور) میرے دستِ سوال کو تیری طرف دراز کر رہے ہیں، مجھے حفاظت عطا فرما کہ میں غلط راستہ پر نہ چلوں اور قول فاسد اختیار نہ کروں۔

پہلے مصرعہ کی عبارت اصل میں اس طرح ہے۔

اَلْاَيَادِيْ مِنْكَ، يَدِيْ اِلَيْكَ تَمُدُّهَا۔

يَدِيْ، میرا ہاتھ یعنی میرا دستِ سوال۔ اَلْاَيَادِيْ، يَدٌ کی جمع اَيْدِيْ، اَيْدِيْ کی جمع الجمع اَيَادِيْ بمعنی احسانات۔

اَجِرْنِی ، اِجَارَۃٌ سے اَمر، بچانا۔ فَلَا اُجِرْنِی ، نہ چلوں میں ۔ جَوْر ، ظلم کا راستہ ۔ فَاَخْطَلَ ، خَطَلٌ ، کلام فاسد بولنا ۔ مضارع واحد متکلم ۔

۷۳ اَمِيْنَ وَاٰمْنًا لِلْاَمِيْنِ بِسِرِّهَا وَاِنْ عَثَرَتْ فَهُوَ الْاَمُوْنُ تَحَمُّلَا

یا اللہ دعا قبول ہو، اور امن وسلامتی دے اس شخص کو جو اس قصیدے کے چھپے ہوئے عیوب کا راز دار ہو اور اگر کہیں یہ قصیدہ لغزش میں آگیا ہو تو وہ شخص اس لغزش کو برداشت کرنے میں مثل ناقۂ قویہ کے ہو جائے ۔

اَمِيْنَ اور اٰمِيْن دونوں لغت ہیں بمعنی قبول فرما۔ یہ گزشتہ شعر کے جواب میں ہے ۔ اٰمْنًا ، فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی اَعْطِ اٰمْنًا ۔ عَثَرَتْ ، عثور بمعنی پھسلنا ، ضمیر فاعل قصیدہ کے لیے ہے ۔ اَلْاَمُوْنُ ، طاقتور اونٹنی ۔ تَحَمُّلًا ، تمیز ہے بمعنی اٹھانا ، برداشت کرنا ۔

۷۴ اَقُوْلُ لِحُرٍّ وَالْمُرُوْءَةُ مَرْءُهَا لِاِخْوَتِهِ الْمِرْاٰةُ ذُو النُّوْرِ مِكْحَلَا

میں کہتا ہوں خواہش نفس سے آزاد مرد کو ـــــــ دراں حال کہ کمال مردانگی کا تقاضا ہے کہ آدمی اپنے بھائیوں کے لیے آئینہ ہو۔ روشن ، سرمہ ڈالنے والی سلائی کی طرح ـــــــ کہ ....

حُرٌّ ، خواہش نفس کی پابندی کرنے سے بچنے والا آزاد انسان ۔ اَلْمُرُوْءَةُ ، کمال مردانگی ۔ مَرْءُهَا ، منظر، تقاضا ۔ اَلْمِرْاٰةُ ، آئینہ ۔ مِكْحَلٌ ، وہ سلائی جس سے آنکھوں میں سرمہ ڈالا جائے ۔

۷۵ اَخِیْ اَیُّهَا الْمُجْتَازُ نَظْمِیْ بِبَابِهٖ یُنَادٰی عَلَیْهِ كَاسِدَ السُّوْقِ اَجْمِلَا

(کہتا ہوں کہ) میرے بھائی ! اے وہ کہ میری یہ نظم اس کے دروازے پر اس حالت میں گزر رہی ہے کہ اس پر آواز لگائی جارہی ہے کہ یہ بازار کا گھٹیا مال ہے ـــــــ تو اس سے حسن سلوک کر۔

اَجْمِلَا ، اصل میں اَجْمِلَنْ بنون تاکید خفیفہ ، وقف میں نون الف سے بدلا ہے ۔ اوپر والے شعر میں اَقُوْلُ کا مقولہ ہے درمیان میں تمام عبارت معترضہ ہے ۔ اَلْمُجْتَازُ ، اجتیاز سے گزرنا ۔ كَاسِدَ السُّوْقِ ، بازار کا گھٹیا مال ۔

۷۶ وَظُنَّ بِهٖ خَيْرًا وَسَامِحْ نَسِيْجَهٗ بِالْاِغْضَاءِ وَالْحُسْنٰى وَاِنْ كَانَ هَلْهَلَا

اور اس نظم سے خیر کا گمان رکھ ، اور نظم تیار کرنے والے سے نرمی کر چشم پوشی اور خصلت حسنہ کے ساتھ ، اگرچہ وہ ڈھیلی ڈھالی سی ہے ۔

ظُنَّ، صیغہ امر مخاطب، سَامِحْ، صیغۂ امر۔ مُسَامَحَت سے نرمی کرنا۔ نَسِیْج، کپڑے بننے والا، مراد ناظم۔ اِغْضَاء چشم پوشی۔ هَلْهَلْ، بناوٹ میں کپڑے کا خراب ہو جانا۔

۷۷ وَسَلِّمْ لِاِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ اِصَابَةً وَالْاُخْرٰی اجْتِهَادٌ رَامَ صَوْبًا فَاَمْحَلَا

دو نیکیوں میں ایک نیکی تو میرے حق میں تسلیم کر۔ کہ ایک نیکی درست کہنا ہے اور دوسری کوشش کرنا (اگرچہ) اس کوشش میں آدمی بارش کو ڈھونڈے مگر قحط سالی کا شکار ہو جائے

رَامَ، قصد کیا۔ صَوْب، بارش اَمْحَلَ، قحط میں بتلا ہوا مطلب یہ کہ میں نے اس نظم میں نیکی کے کام کا ارادہ کیا ہے اگر میں اس نیکی کو پا لینے میں کامیاب ہوں تو سبحان اللہ۔ تو تسلیم کر کہ میں دوہری نیکی پا لینے کا مستحق ہوا اور میرا عمل قبول ہوا۔ ورنہ میری اجتہاد و محنت کی نیکی تو مجھے ملے گی ہی۔

حدیث میں ہے

مَنِ اجْتَهَدَ وَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَمَنِ اجْتَهَدَ فَاَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ۔

جو شخص اجتہاد کرے اور درست کہے اس کے لیے دو ثواب ہیں اور جو غلطی میں جا پڑے اس کیلئے بھی ایک ثواب ہے

۷۸ وَاِنْ كَانَ خَرْقٌ فَادَّرِكْهُ بِفَضْلَةٍ مِنَ الْحِلْمِ وَلْيُصْلِحْهُ مَنْ جَادَ مِقْوَلَا

اگر اس نظم میں کوئی عیب ہے تو تو اس کی باوقار قابلیت کے ساتھ تلافی کر۔ اور اصلاح وہی شخص کرے۔ جو زبان کے لحاظ سے عمدہ ہو

خَرْق، عیب، پھٹن۔ فَادَّرِكْ، تلافی کر۔ جَاد، عمدہ ہو۔ مِقْوَلًا، آلۂ قول یعنی عربی زبان و ادب میں مہارت رکھتا ہو

۷۹ وَقُلْ صَادِقًا لَوْلَا الْوِئَامُ وَرُوْحُهُ لَطَاحَ الْاَنَامُ الْكُلُّ فِي الْخُلْفِ وَالْقِلٰی

اور کہہ تو دراں حالیکہ یہ بالکل سچ ہے کہ اگر (دنیا میں) باہمی موافقت اور اس کی روح نہ ہوتی تو تمام انسان اختلاف و دشمنی میں ہلاک ہو جاتے۔

وِئَام، موافقت۔ طَاحَ، ہلاک ہو جاتے۔ اَلْخُلْف، اختلاف۔ اَلْقِلٰی، دشمنی۔

۸۰ وَعِشْ سَالِمًا صَدْرًا وَعَنْ غِیْبَةٍ فَغِبْ تُحَضَّرْ حِظَارَ الْقُدْسِ اَنْقٰی مُغَسَّلَا

اور زندگی گذار، اس حالت میں کہ تو سینہ کے اعتبار سے سلامتی میں ہو۔ اور غیبت سے دور رہ۔ تو جنت

میں حاضر کیا جائے گا۔ اس حال میں کہ غسل دیا ہوا پاک صاف ہوگا۔

حِظَارُ الْقُدُس، جنت۔ اَنْقَی، صاف ستھرا۔

۸۱ وَهٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ مَنْ لَكَ بِالَّتِیْ ۔۔۔ كَقَبْضٍ عَلٰى جَمْرٍ فَتَنْجُوْ مِنَ الْبَلَا

اور یہ زمانہ بڑے صبر کا ہے۔ ان حالات میں تیرا کون ہوگا؟ کہ مٹھی میں چنگاری کو دبانا ہے تاکہ بلاؤں سے نجات پا سکے (یعنی دین پر چلنا ایسا مشکل ہوگیا جیسے ہاتھ میں چنگاری لینا)

بِالَّتِیْ، یعنی بِالْاَحْوَالِ الَّتِیْ۔ جَمْر، چنگاری۔

حدیث میں ہے:

یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ، اَلصَّابِرُ فِیْهِمْ عَلٰی دِیْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ۔ (ترمذی)

لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والا مٹھی میں چنگاری پکڑنے والے کی طرح ہوگا۔

۸۲ وَلَوْ اَنَّ عَيْنًا سَاعَدَتْ لَتَوَكَّفَتْ ۔۔۔ سَحَائِبُهَا بِالدَّمْعِ دِيْمًا وَهُطَّلَا

اگر کوئی آنکھ خوش نصیب ہو تو ضرور اس کے بادل آنسوؤں کے ساتھ جھڑی اور موسلا دھار بن کر برسیں۔

سَاعَدَتْ، خوش نصیب ہو۔ تَوَكَّفَتْ، برسیں۔ سَحَائِب۔ سَحَابَة کی جمع بادل۔ دِيْمًا جمع دِيْمَة لگاتار برسنے والے۔ جھڑی۔ هُطَّلًا، هَاطِل کی جمع موسلا دھار۔

۸۳ وَلٰكِنَّهَا عَنْ قَسْوَةِ الْقَلْبِ قَحْطُهَا ۔۔۔ فَيَا ضَيْعَةَ الْاَعْمَارِ تَمْشِیْ سَبَهْلَلَا

لیکن دل کی سختی کے باعث ایسی آنکھ کا قحط ہے۔ ہائے عمروں کی بربادی کہ بیکار گذر رہی ہیں۔

قَسْوَة، سختی۔ سَبَهْلَل، فارغ، بیکار۔

۸۴ بِنَفْسِیْ مَنِ اسْتَهْدٰى اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ ۔۔۔ وَكَانَ لَهُ الْقُرْاٰنُ شِرْبًا وَمَغْسَلَا

میں قربان جاؤں اس شخص کے، کہ جو اللہ وحدہٗ سے ہدایت کا طالب ہو، اور قرآن اس کیلئے مشروب اور پاکیزگی کا سامان ہو۔

اَفْدِیْ بِنَفْسِیْ، میں فدا ہوتا ہوں اپنے نفس کے ساتھ۔

۸۵ وَطَابَتْ عَلَيْهِ اَرْضُهٗ فَتَفَتَّقَتْ ۔۔۔ بِكُلِّ عَبِيْرٍ حِيْنَ اَصْبَحَ مُخْضَلَا

اس کی زمین اس پر عمدہ ہو اور زعفران کی پوری خوشبو کے ساتھ اس پر پھٹ پڑے۔ جس وقت وہ صبح کے وقت شاداب ہو۔

تَفَتَّقَ، پھٹ پڑنا، زور سے اُگنا عَبِیْر، زعفران۔ مُخْضَلًا، شبنم آلود، شاداب۔

۸۶ فَطُوْبیٰ لَہٗ وَالشَّوْقُ یَبْعَثُ ھَمَّہٗ وَزَنْدُ الْاَسیٰ یَھْتَاجُ فِی الْقَلْبِ مُشْعِلًا

خوشگواری ہو اس کے لیے، دراں حال کہ شوق اس کی ہمت کو ابھارتا ہو، اور غموں کی چنگاریاں دل میں بھڑک رہی ہوں شعلہ زن ہو کر۔

فَطُوْبیٰ لَہٗ، کلمۂ تبریک ہے۔ زَنْد، چنگاری۔ اَلْاَسیٰ، غم۔ یَھْتَاجُ، بھڑک رہی ہو۔ مُشْعِلًا، شعلہ زن۔

۸۷ ھُوَ الْمُجْتَبیٰ یَغْدُوْ عَلَی النَّاسِ کُلِّھِمْ قَرِیْبًا غَرِیْبًا مُسْتَمَالًا مُؤَمَّلًا

وہ مقبول عنداللہ ہوتا ہے لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے، ان سے قریب مگر اجنبی لوگ اس کی توجہ کے طالب اور وہ لوگوں کے لیے آرزوں کا مقام۔

مُسْتَمَال، میلان چاہا ہوا مُؤَمَّل، آرزوؤں کی اُمیدگاہ۔

یعنی لوگ اس کو دیکھ کر آنحضرت کو یاد کرتے ہیں اس کی دعاؤں کے طالب ہوتے ہیں، مگر وہ طالب دنیا نہ ہونے کے باعث اجنبی سا لگتا ہے۔

۸۸ یَعُدُّ جَمِیْعَ النَّاسِ مَوْلیً لِاَنَّھُمْ عَلیٰ مَا قَضَاہُ اللہُ یُجْرُوْنَ اَفْعُلَا

وہ لوگوں کو قدرت کا غلام سمجھتا ہے کیونکہ (اس کی نظر میں) اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے مطابق ہی تمام لوگ کاروبار چلاتے ہوتے ہیں۔

یُجْرُوْنَ، اجراء سے چلانا۔ اَفْعُلَا، فعل کی جمع کاروبار۔

یعنی وہ کبھی دنیا داروں کو اہمیت نہیں دیتا، بلکہ اس کی نظر میں قضاؤ قدر کے قلم کی گردش سے تمام دنیا اپنے اپنے فانی مقاصد کے پیچھے دوڑ رہی ہوتی ہے۔

۸۹ یَرٰی نَفْسَہٗ بِالذَّمِّ اَوْلیٰ لِاَنَّھَا عَلَی الْمَجْدِ لَمْ تَلْعَقْ مِنَ الصَّبْرِ وَالْاٰلَا

وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کے زیادہ قابل سمجھتا ہے کیونکہ اس کے نفس نے کسی شرف کے حصول میں کوئی

تلخی اور ترشی نہیں لکھی ہوئی ہوتی ہے۔

لَعِق، چکھنا، چاٹنا۔ صَبِر، کڑوا گھونٹ۔ اَلْاٰلا، ایک کڑوا، بدمزہ درخت

۹۰ وَقَدْ قِيلَ كُنْ كَالْكَلْبِ يُقْصِيهِ اَهْلُهُ وَمَا يَأْتَلِي فِي نُصْحِهِم مُتَبَذِّلَا

اور تحقیق یہ بات کہی گئی ہے کہ کتے کے مانند ہوجا۔ جس کا یہ حال ہے کہ اس کا مالک اسے دھتکارتا ہے اور وہ نہیں کوتاہی کرتا۔ ان کی خیر خواہی میں اپنی جان کو کھپاتے ہوئے۔

يُقْصِيه، اِقصاء، دُور کرنا۔ يَأْتَلِي، ایتلاء سے بمعنی کوتاہی کرنا۔ نُصْح، خیر خواہی۔ مُتَبَذِّلًا، کوششوں کو کام میں لانے والا۔

۹۱ لَعَلَّ اِلٰهَ الْعَرْشِ يَا اِخْوَتِي يَقِي جَمَاعَتَنَا كُلَّ الْمَكَارِهِ هُوَّلَا

شاید معبودِ عرش اے میرے دوستو ہماری جماعت کو محفوظ رکھے تمام ہولناک مکروہات سے۔

يَقِي، بچائے۔ مَكَارِه، مکروہ کی جمع بمعنی مصیبت۔ هُوَّلًا، ہائل کی جمع ہولناک، خوفناک

۹۲ وَيَجْعَلُنَا مِمَّنْ يَكُونُ كِتَابُهُ شَفِيعًا لَهُمْ اِذْ مَا نَسُوْهُ فَيَمْحَلَا

اور ہمیں ان لوگوں میں ہونے کی توفیق دے کہ جن کے لئے اس کی کتاب سفارشی ہوگی، کیونکہ انہوں نے اس کو بھلایا نہ ہوگا کہ وہ شکایت کرے۔

فَيَمْحَلَا، مَحَل، بابِ فَتَحَ، سے بمعنی شکایت کرنا

حدیث میں ہے۔

اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ، مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَجَا، وَمَنْ مَحَلَ بِهِ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهٖ۔ (اَخْرَجَهُ اَبُوْ عُبَيْدٍ فِي فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ)

یعنی قرآن شفاعت کرنے والی کتاب ہے۔ اس کی شفاعت سنی جائے گی۔ وہ کسی کی شکایت کرے گا اور کسی کی تصدیق کرے گا۔ قیامت کے روز وہ جس کی شفاعت کرے گا، وہ نجات پاجائے گا اور وہ جس کی شکایت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔

۹۳ وَبِاللّٰهِ حَوْلِي وَاعْتِصَامِي وَقُوَّتِي وَمَا لِيَ اِلَّا سِتْرُهُ مُتَجَلِّلَا

اللہ ہی کے ساتھ میرا زور اور میری طاقت و قوت ہے۔ اور میرے لیے اس کی پردہ پوشی کے سوا کوئی پردہ نہیں ہے۔

مُتَجَلِّلًا، ڈھانپنے والا، پردہ۔

۹۴ فَيَا رَبِّ اَنْتَ اللّٰهُ حَسْبِىْ وَعُدَّتِىْ ‌ ‌ ‌ عَلَيْكَ اعْتِمَادِىْ ضَارِعًا مُتَوَكِّلَا

پس اے رب تو اللہ ہے میرے لیے کافی اور میرا سہارا۔ مجھے تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ میں نیاز مند ہوں۔ تجھ پر توکل کرنے والا ہوں۔

بَابُ الْاِسْتِعَاذَةِ

اول باب اعوذ باللہ میں کے اشعار ہیں

۱/۹۵ اِذَا مَا اَرَدْتَ الدَّهْرَ تَقْرَأُ فَاسْتَعِذْ ‌ ‌ ‌ جِهَارًا مِنَ الشَّيْطَانِ بِاللّٰهِ مُسْجَلَا

جب بھی تو ارادہ کرے ہمیشہ کہ قرآن پڑھے تو تو پناہ طلب کر بآواز بلند شیطان سے اللہ کی (مطلقاً) ہر حال میں۔

اَرَدْتَ، قَصَدْتَ۔ اَلدَّهْرَ، ظرف زمان۔ جِهَارًا، بآواز بلند یعنی تَعَوُّذًا جِهَارًا۔ مُسْجَلًا، اسم مفعول، اَسْجَلَ، بمعنی اَطْلَقَ۔

مطلب یہ کہ جب تو قرأت قرآن کا ارادہ کرے کسی وقت بھی اور قراء میں سے کسی بھی قاری کے لیے اور قرآن کے کسی بھی حصہ سے تو ابتداءِ تلاوت کرنا چاہے تو بلند آواز میں استعاذہ کر۔

علامہ شاطبی نے اپنے قول اِذَا مَا اَرَدْتَ الخ سے تنبیہ کی ہے کہ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ (نحل) کے معنی ارادہ قراءتِ قرآن کے ہیں۔ گویا آیت میں مجاز مرسل ہے۔ مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے جیسے اذا قمتم الی الصلوۃ یعنی اذا اردتم القیام اِلَی الصَّلٰوۃ۔

۲/۹۶ عَلٰى مَا اَتٰى فِى النَّحْلِ يُسْرًا وَاِنْ تَزِدْ ‌ ‌ ‌ لِرَبِّكَ تَنْزِيْهًا فَلَسْتَ مُجَهَّلَا

ان لفظوں کے ساتھ جو سورۂ نحل میں آئے ہیں کہ وہ مختصر ہونے کی وجہ سے آسان ہیں۔ اور اگر تو اپنے رب کی پاکی کے بیان میں اضافہ کرے تو جہالت کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

یعنی نحل کی آیت کے مطابق استعاذہ کرنا بہتر ہے، کیونکہ وہ مختصر اور آسان ہیں۔ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔
لیکن اگر تعظیم رب کے لیے ان لفظوں پر کچھ اضافہ کرے تو اس اضافہ کی جہالت کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی مثلاً کہا جائے۔
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ یا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

۳/۹۷ وَقَدْ ذَکَرُوْا لَفْظَ الرَّسُوْلِ فَلَمْ یَزِدْ وَلَوْ صَحَّ ھٰذَا النَّقْلُ لَمْ یُبْقِ مُجْمَلَا

قراء د محدثین کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو ذکر کیا ہے جس میں آپ نے کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔ اگر ترک زیادتی کی یہ نقل صحیح ثابت ہو جائے تو یہ نقل اس باب میں کسی اجمال کو باقی نہیں رہنے دیتی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث میں اگر یہ مسئلہ آگیا ہوتا تو کوئی اجمال نہ رہتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ایسا نہیں، لہٰذا ترجیحاً صرف یہی کہا جا سکتا کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اختصار و تیسیر میں قرآن کے مطابق ہیں اور جواز ان تمام استعاذہ کے الفاظ کو حاصل ہے جن میں بھی استعاذہ مِنَ الشَّیْطٰنِ حاصل ہو جائے۔
بہر حال اس جگہ دو مسئلے ملحوظ رہیں۔ ایک یہ کہ آیت نحل میں فَاسْتَعِذْ۔ جماہیر علماء متقدمین و متاخرین کے نزدیک صیغۂ امر استحبابی ہے۔ دوسرے یہ کہ بالاتفاق استعاذہ خارج از قرآن ہے۔

۴/۹۸ وَفِیْہِ مَقَالٌ فِی الْاُصُوْلِ فُرُوْعُہٗ فَلَا تَعْدُ مِنْھَا بَاسِقًا وَمُظَلِّلَا

مسئلہ استعاذہ کے باب میں ایک وسیع مقال ہے اصول کی کتابوں میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ پس تو ان فروع میں اس فرع سے باہر نہ ہو جو جامع ہو اور مدلل ہو۔
مَقَالٌ، اَیْ کَلَامٌ طَوِیْلُ الذَّیْلِ۔ فَلَا تَعْدُ، اَیْ فَلَا تَتَجَاوَزْ۔ بَاسِقًا، شجر طویل۔ مُظَلِّلَا، لمبا چوڑا درخت، گھنے سائے والا۔
مطلب یہ کہ مسئلہ تعوذ میں اقوال و ابحاث ہیں۔ اصول فقہ میں یہ بحث ہے کہ استعاذہ واجب ہے، یا مستحب ہے۔ آیت نحل میں دلالت واضحہ ہے کہ الفاظ استعاذہ معین قرار دیے جائیں، یا مجمل ہے کہ تمام الفاظ استعاذہ سے آیت پر عمل سمجھا جائے۔
اصول حدیث میں ان احادیث و آثار اور اسانید پر بحث ہے جن میں الفاظ استعاذہ وارد ہیں۔
اصول قرات کی کتابوں میں استعاذہ کے جہر و سر پر بحث پھیلی ہوئی ہے۔ قراءت کی امہات کتب جیسے کتاب الکامل للامام الھذلی، الایضاح للاھوازی اور جامع البیان لابی عمرو الدانی۔ الفاظ متواترہ کی ترجیح پر بات کی گئی ہے۔
ان طویل بحثوں میں شاطبی کا کمال یہ ہے کہ اقوال راجحہ پر اشارات کرتے چلے گئے ہیں۔

۵/۹۹ وَاِخْفَاءُهُ فَصْلُ اَبَاهُ وُعَاتُنَا وَكَمْ مِنْ فَتًى كَالْمَهْدَوِيْ فِيْهِ اَعْمَلَا

استعاذہ کا آہستہ پڑھنا اس لیے ہے کہ وہ قرآن سے خارج ہے۔ مگر اس اخفا کا ہمارے محقق مشائخ نے انکار کیا ہے۔ اور کتنے ہی مشائخ ہیں جیسے امام ابو العباس احمد بن عمار مہدوی مقری ف ۴۳۰ھ اسی اخفا پر عمل کرتے تھے۔

اس شعر میں اگرچہ بعض شراح نے فَصْل اور اَبَاهُ کے ت اور الف کو رمز بنایا ہے یعنی امام حمزہ اور نافع استعاذہ آہستہ کرتے تھے۔ مگر صحیح تر یہی ہے کہ رمز نہیں۔ ورنہ کلام میں بے ربطی ہوگی کہ اوپر جہاراً فرما کر آئے ہیں جو مطلق تمام قراء کے لیے تھا اور اب استثنا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہر بالتعوذ قراءت کے شعار کا اظہار ہے جیسے جہر بالتلبیہ اور تکبیرات عیدین، نیز جہر کا ایک فائدہ یہ ہے کہ قراءت کا سامع پہلے ہی سے استماع کے لیے تیار ہو جاتا ہے اخفا ہوگا تو کچھ حصہ اس سے فوت ہوگا۔

البتہ صلاۃ اور خارج الصلوٰۃ کا فرق ہے۔ صلوٰۃ میں اخفاء تعوذ مستحب ہے اگرچہ صلوٰۃ جہریہ ہو، کیونکہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد اول نماز ہی سے قراءت کی طرف گوش بر آواز ہے لہذا قراءت میں سے کوئی شئی بھی فوت ہونے کا اندیشہ نہیں۔

بَابُ الْبَسْمَلَةِ

۱/۱۰۰ وَبَسْمَلَ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ بِسُنَّةٍ رِجَالٌ نَمَوْهَا دِرْيَةً وَتَحَمُّلَا
(ب ن د)

اور بین السورتین بسملہ پڑھی ہے سنت کے مطابق ان رجال نے کہ جنہوں نے اس کو درایۃً وروایۃً نقل کیا ہے۔

دِرْيَةً یعنی عقلاً۔ تَحَمُّلًا یعنی نقلاً۔

یعنی ابتدا بالسورت میں تو سب ہی کے لیے بسملہ پڑھنا ضروری ہے بین السورتین میں اختلاف ہوا ہے۔ قالون، کسائی، عاصم اور مکی کے یہاں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ درایۃً یہ کہ بسم اللہ لکھی ہوئی ہے اور روایۃً یہ کہ حدیث میں ہے کسی نئی سورت کا نزول جب ہی معلوم ہوتا کہ بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔

۲/۱۰۱ وَوَصْلُكَ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فَصَاحَةٌ وَصِلْ وَاسْكُتَنْ كُلٌّ جَلَايَاهُ حَصَّلَا
(ف ك ج ح)

اور بین السورتین بغیر بسم اللہ کے نیز وصل کر کے پڑھنا فصاحت ہے (یعنی امام حمزہ بغیر بسم اللہ کے وصل کر کے پڑھتے ہیں) اور بغیر بسم اللہ کے خواہ وصل کر یا سکتہ کر کہ ہر ایک نے اپنی واضح دلیلوں کو حاصل کیا ہے کُلٌّ جَلَايَاهُ حَصَّلَا میں رمز ہے شامی، ورش اور بصری کے لیے۔

مطلب یہ کہ شامی، ورش اور بصری کے لیے خلف ہے۔ بسم اللہ بھی جائز ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور بسم اللہ نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور نہ پڑھنے میں خواہ امام حمزہ کی طرح وصل کر لیا جائے خواہ سکتہ کر لیا جائے۔

۳/۱۰۲ وَلَا نَصَّ کلَّا حُبَّ وَجْہٌ ذَکَرْتُہٗ ۔ وَفِیہَا خِلَافٌ جِیدُہٗ وَاضِحُ الطُّلَا

اور یہ شامی، بصری، ورش کے لیے وصل یا سکتہ کرنے کی ہرگز کوئی نص مروی نہیں ہے بلکہ مشائخ میں پسندیدہ وجہ ہے جو میں نے ذکر کی ہے۔ اور بسم اللہ میں خلف ہے جس کی گردن واضح الاطراف ہے۔

اَلطُّلَا ، طُلْیَۃ ، کی جمع ہے۔ اطراف و جوانب۔

مطلب یہ ہے کہ شامی، بصری اور ورش کے لیے بسم اللہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں خلف مروی ہے۔ بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں کیا ہے وصل یا سکتہ ؟ فرماتے ہیں نہ پڑھی جانے والی صورت میں وصل یا سکتہ مختار بین المشائخ ہے نص ہرگز کوئی مروی نہیں ہے۔ مذکورہ تین شعروں سے متعلق چند باتیں ذہن میں رہیں۔

۱۔ یہ اختلاف اس وقت ہے کہ پہلی سورت ختم کر کے بلا تنفس دوسری سورت شروع کرے۔

۲۔ یہ اختلاف اس وقت ہے کہ پہلی سورت کے بعد دوسری سورت ترتیب قرآنی کے مطابق ہے اگر کوئی بالائی سورت پڑھے تو سب کے یہاں بسم اللہ ضروری ہے۔

۳۔ سورت الناس ختم کر کے سورت الفاتحہ شروع کرنا ہو تو باتفاق بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔

۴۔ شعر نمبر ۳ میں کوئی رمز نہیں ہے اگرچہ بعض شارحین کی یہ رائے ہے۔

۴/۱۰۳ وَسَکْتُہُمُ الْمُخْتَارُ دُوْنَ تَنَفُّسٍ ۔ وَبَعْضُہُمْ فِی الْاَرْبَعِ الزُّہْرِ بَسْمَلَا

۵/۱۰۴ لَہُمْ دُوْنَ نَصٍّ وَہُوَ فِیہِنَّ سَاکِتٌ ۔ لِحَمْزَۃَ فَافْہَمْہُ وَلَیْسَ مُخَذَّلَا

شامی، ورش، بصری کا یہ سکتہ بغیر تنفس کے ہے۔

اور بعض مشائخ قراءت نے چار روشن سورتوں پر بسم اللہ پڑھی انہیں شامی، ورش، بصری کے لیے۔ بغیر اس کے کہ ان سے کوئی نص ہو۔ اور یہی بعض مشائخ ان چار سورتوں پر سکتہ کرتے ہیں امام حمزہ کے لیے۔

پس تو اس کو سمجھ لے اور یہ کوئی متروک العمل چیز بھی نہیں۔"

یعنی پہلے مصرعہ میں ناظم رح نے سکتہ کی تشریح کی ہے یعنی یہ ایک وقفۂ سکوت ہوتا ہے مگر اس میں سانس نہیں لیا جاتا۔ باقی تین مصرعوں میں بعض مشائخ کا عمل بتلایا اور فرمایا کہ اگر اس پر عمل کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور وہ یہ کہ

قرآن میں چار سورتیں ہیں کہ ان میں سے دو لفظ ویل سے اور دو لَآ اُقسِمُ سے شروع ہوتی ہیں یعنی سورۃ مطففین و ہمزہ۔ اور قیامہ و بلد ان سورتوں کو بغیر بسم اللہ کے پڑھنا معنوی اعتبار سے معیوب سا لگتا ہے لہذا مناسب ہے کہ ورش، بصری، شامی کے لیے بسم اللہ پڑھ لی جائے اور امام حمزہ کے لیے سکتہ کر لیا جائے۔

۶/۱۰۵ وَمَهْمَا تَصِلْهَا اَوْ بَدَأْتَ بَرَآءَةً ۔ لِتَنْزِيلِهَا بِالسَّيْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلَا

اور جب تو سورۂ برآءت کو کسی اور سورۃ سے ملائے یا تو تلاوت کی ابتداء ہی برآءت سے کرے، تو اس سورت کے تلوار کے ساتھ نازل ہونے کی وجہ سے، تو بسم اللہ پڑھنے والا نہ ہو"

مطلب یہ ہے کہ باجماع قراء شروع برآءت میں بسم اللہ نہیں پڑھی جائے گی۔ خواہ ابتداءً تلاوت ہو یا درمیان تلاوت، وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں کفار ومشرکین سے اعلان برآءت نازل ہوا ہے۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ ۔ بسم اللہ امان کی علامت ہے اور سورت میں کفار سے تبری اور بیزاری فرمائی جا رہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اوّل برآءت میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟ فرمایا کیونکہ بسم اللہ امان ہے، اور براءت میں امان نہیں کیونکہ یہ سورت سیف کے ساتھ نازل ہوئی، اور امان اور سیف میں کوئی تناسب نہیں۔

۷/۱۰۶ وَلَا بُدَّ مِنْهَا فِي ابْتِدَائِكَ سُوْرَةً ۔ سِوَاهَا وَفِي الْاَجْزَاءِ خُيِّرَ مَنْ تَلَا

اور بسم اللہ کا پڑھنا تیرے ابتداء کرتے وقت کسی بھی سورت کو سوائے سورۂ برآءت کے ضروری ہے، اور سورتوں کے درمیانی حصوں میں اس شخص کو کہ جو تلاوت کرے اختیار دیا گیا ہے"۔

یعنی جب تلاوت کی ابتدا کسی بھی سورت سے ہو تو براءت کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں تمام قراء کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔

اور سورتوں کے اوساط میں سے ابتداءِ تلاوت ہو تو بسم اللہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں تمام قراء کے یہاں اختیار ہے۔ حتی کہ برآءت کے اوساط میں بھی۔

۸/۱۰۷ وَمَهْمَا تَصِلْهَا مَعْ اَوَاخِرِ سُوْرَةٍ ۔ فَلَا تَقِفَنَّ الدَّهْرَ فِيْهَا فَتَثْقُلَا

اور جب بسم اللہ کو اواخر سورت کے ساتھ ملا کر پڑھے تو ہرگز بسم اللہ کے آخر میں وقف نہ کر، کہ تو گرانی کا باعث ہو جائے گا۔

یعنی بین السورتین بسم اللہ پڑھنے کی صورت میں ایسا ہرگز نہ کرو کہ بسم کو آخر سورت کے ساتھ ایک سانس میں جوڑ کر اس پر وقف کرو اور سورت کو دوسرے سانس میں شروع کرو کیونکہ یہ جائز نہیں، وہم ہوتا ہے کہ بسم اللہ آخر سورت سے متعلق ہے حالانکہ بسم اللہ ابتداء سورت کے لیے ہے۔ حاصل یہ کہ وصلِ کل، فصلِ کل اور فصل اول وصل ثانی جائز ہے۔ اور وصل اول فصل ثانی ناجائز ہے۔ اور یاد رہے کہ تمام قراء کے لیے بین الانفال والبرءة بغیر بسم اللہ تین وجوہ جائز ہیں۔ وقف[1]، سکتہ[2]، وصل[3]۔

سُوْرَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ

۱/۱۰۸ وَمَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ رَاوِيهِ نَاصِرٌ ○ وَعِنْدَ سِرَاطٍ وَالسِّرَاطِ لِ قُنْبُلَا

۲/۱۰۹ بِحَيْثُ اَتٰى وَالصَّادَ زَايًا اَشِمَّهَا ○ لَدٰى خَلَفٍ وَاشْمِمْ لِخَلَّادَ الْاَوَّلَا

اور راوی، ناصر کے مرموزین کے لیے مالک یوم الدین، بالالف ہے، اور سراط اور السراط کو بالسین پڑھنے میں تو قنبل کی اتباع کر، جہاں کہیں بھی یہ لفظ آئے۔ اور صاد میں زای کا اشمام کر خلف کے نزدیک، اور خلاد کے لیے صرف پہلے میں اشمام کر۔

یعنی کسائی اور عاصم نے مَالِكِ بالالف پڑھا ہے اور باقین نے مَلِكِ بغیر الف۔

یہ وہ مقام ہے کہ ناظم نے لفظ بول کر قید لانے سے استغناء کیا ہے۔ دیکھو شعر نمبر ۴۷۔

اور یَوْمِ الدِّیْنِ بولنے سے ثابت ہوا کہ اختلاف اسی جگہ ہے۔ لفظ مَالِكِ یا مَلِكِ میں اور کہیں اختلاف نہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی لفظِ صِرَاط آئے خواہ معرف باللام ہو یا غیر معرف۔ قنبل کے لیے اس کو بالسین پڑھا گیا ہے۔ لفظ لِ صیغۂ امر ہے بمعنی اِتَّبِعْ۔ یہاں بالسین کی قید نہیں لگائی استغناء سے کام لیا گیا اور قرینہ یہ ہے کہ رسم عثمانی کے خلاف بالسین یہ لفظ لکھا گیا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ تمام قرآن میں خلف کے لیے صاد میں زای کا اشمام ہوگا۔ اور خلاد کے لیے صرف اس ایک لفظ الصراط میں جو قرآن میں پہلی بار واقع ہے یعنی اهدنا الصراط المستقیم۔ اور باقین کے لیے ہر جگہ صاد خالص پڑھا جائے گا۔

یہاں اشمام کے معنی ہیں خلطُ الزّای بالصّاد یعنی صاد میں زای کی آمیزش۔ اور اس کے عمل کی صورت یہ ہے کہ صاد کی صفتِ ہمس کو زای کی صفتِ جہر سے بدلنا ہے باقی تمام صفات رخاوت، استعلا، اطباق صفیر باقی رہیں گی۔

۳/۱۱۰ عَلَیْهِمْ اِلَیْهِمْ حَمْزَةٌ وَلَدَیْهِمْ جَمِیْعًا بِضَمِّ الْهَاءِ وَقْفًا وَمَوْصِلَا

تین کلمات عَلَیْهِمْ ، اِلَیْهِمْ ، لَدَیْهِمْ کو امام حمزہ نے تمام قرآن میں بضم ہاء پڑھا ہے وصل میں بھی اور وقف میں بھی۔

مطلب واضح ہے اور اس قدر تعمیم مزید کیجیے کہ خواہ اس میم جمع کے بعد متحرک ہو یا ساکن مثلاً عَلَیْهُمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ ۔ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهُمْ وَلَا یَجِدُوْنَ لَدَیْهُمْ اِذْ یُلْقُوْنَ ۔ عَلَیْهُمُ الْقَوْلُ، اِلَیْهُمُ اثْنَیْنِ۔

۴/۱۱۱ وَصِلْ ضَمَّ مِیْمِ الْجَمْعِ قَبْلَ مُحَرَّكٍ دِرَاكًا وَقَالُوْنُ بِتَخْیِیْرِهٖ جَلَا

اور میم جمع جب متحرک سے پہلے واقع ہو تو اس کے ضمہ میں صلہ کرو دِرَاكًا (مکی) کے لیے اور قالون کے لیے اس میں خُلف ظاہر ہوا ہے۔

یعنی میم جمع جو هُمْ ، تُمْ ، کُمْ میں ہوتی ہے جب اس کے بعد والا حرف متحرک ہو تو مکی کے لیے ہمیشہ اس کے ضمہ میں واو مدہ ملا کر پڑھو اور قالون کے لیے صلہ اور غیر صلہ دونوں وجہ ہیں۔ اور اگر میم کا مابعد ساکن ہو تو یہ صلہ نہ ہوگا، جیسے عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ۔

نوٹ:۔ جَلَا کی جیم ورش کے لیے رمز نہیں اسم صریح اور رمز ایک مسئلہ میں جمع نہیں ہوتے۔ دیکھو تشریح شعر نمبر ۶۵۔

۵/۱۱۲ وَمِنْ قَبْلِ هَمْزِ الْقَطْعِ صِلْهَا لِوَرْشِهِمْ وَاَسْكَنَهَا الْبَاقُوْنَ بَعْدُ لِتَكْمُلَا

اور ہمزۂ قطعی سے پہلے اس میم جمع میں ورش کے لیے صلہ کرو (جیسے عَلَیْكُمُوْ اَنْفُسَكُمْ) اور ان مذکورین کے بعد باقین نے میم جمع کو ساکن پڑھا ہے اور ہم نے یہ بات اس لیے کہی ہے تاکہ یہ مسئلہ مکمل ہو جائے:۔ یعنی وَاِنَّمَا قُلْنَا هٰذَا لِتَكْمُلَ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ۔

۶/۱۱۳ وَمِنْ دُوْنِ وَصْلٍ ضَمُّهَا قَبْلَ سَاكِنٍ لِكُلٍّ وَبَعْدَ الْهَاءِ كَسْرُ فَتَى الْعَلَا

۷/۱۱۴ مَعَ الْكَسْرِ قَبْلَ الْهَا اَوِ الْیَاءِ سَاكِنًا وَفِی الْوَصْلِ كَسْرُ الْهَاءِ بِالضَّمِّ شَمْلَلَا ش

اور بغیر صلہ کے میم مضموم ہوگی جبکہ وہ ساکن سے پہلے واقع ہو، تمام قراء کے لیے (مثلاً وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔) اور یہ میم جمع جو قبل ساکن ہو، اور ہا کے بعد ہو اور ھاء سے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہو تو میم جمع مکسور ہوگی فتی العلا بصری کے لیے۔

اور اسی صورت میں حالت وصل میں ہا کے کسرہ نے ضمّہ کی طرف سرعت کی ہے شَمْلَلا کے لیے۔ (حمزہ کسائی کے لیے) ضَمُّهَا اور ضُمَّهَا دونوں طرح صحیح ہے۔ اوّل مصدر، ثانی صیغۂ امر ہے۔ ضمیر مؤنث کا مرجع، میم جمع ہے۔ شَمْلَلا بمعنی اَسْرَعَ۔

گذشتہ دو شعروں میں تمام قراء کے لیے میم جمع کا حال بیان کیا گیا تھا جبکہ وہ قبل متحرک ہو۔ اور اب ان شعروں میں اس کا حال بیان کرتے ہیں جب وہ قبل ساکن واقع ہو۔

تو فرمایا کہ میم جمع قبل ساکن کو تمام قراء کے لیے مضموم پڑھو اور پھر فرمایا کہ بصری نے میم کا کسرہ پڑھا ہے۔ بشرطیکہ وہ میم جمع بعد ھا کے واقع ہو اور بشرطیکہ اس ھاء سے پہلے حرف مکسور ہو جیسے فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ، یا یاء ساکنہ ہو جیسے يُوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ شین کے مرموز حمزہ وکسائی نے ھا اور میم دونوں کو ضمّہ پڑھا ہے۔ وصل کی حالت میں جب کہ ھا حرفِ مکسور یا یاء ساکنہ کے بعد ہو جیسا کہ امثلہ گذریں اور یہ صرف حالت وصل میں ہے۔ لیکن حالتِ وقف میں وہ بھی ہاء کا کسرہ پڑھتے ہیں۔ ع وَقِفْ لِلْكُلِّ بِالْكَسْرِ مُكْمِلاً۔ کا یہی مطلب ہے۔ البتہ اس سے تین کلمات عَلَيْهُمْ، اِلَيْهُمْ، لَدَيْهُمْ۔ جن کا بیان اوپر آچکا ہے۔ امام حمزہ کے لیے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کو امام حمزہ وقفاً اور وصلاً بضم ھا ہی پڑھتے ہیں۔ لہٰذا يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اور يُوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ کو وصل میں حمزہ کسائی بضم الھاء والمیم پڑھیں گے۔ اور حالتِ وقف میں دونوں بکسر الھاء وسکون المیم پڑھیں۔ اسی طرح آنے والی مثال بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔ کو سمجھنا چاہیئے۔ اور عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اور اِلَيْهِمُ الملائکہ کو وصل میں تو دونوں بضم الھاء والمیم پڑھیں گے۔ مگر وقف میں امام حمزہ بضم الھاء وسکون المیم اور کسائی بکسر الھاء وسکون المیم پڑھیں گے۔

۸/۱۱۵ كَمَا بِهِمُ الْاَسْبَابُ ثُمَّ عَلَيْهِمُ الْ ۔۔۔ قِتَالُ وَقِفْ لِلْكُلِّ بِالْكَسْرِ مُكْمِلاً

جیسے بِهِمُ الْاَسْبَاب اور عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اور وقف میں سب کے لیے بکسر الھاء ہی پڑھ اس حال میں کہ تو اس مسئلہ کو مکمل کرنے والا ہے۔ اس شعر کی تشریح اوپر مفصل آچکی ہے۔

بَابُ الْاِدْغَامِ الْكَبِيْرِ

۱/۱۱۶ وَدُوْنَكَ الْاِدْغَامَ الْكَبِيْرَ وَقُطْبُهُ ۔۔۔ اَبُوْ عَمْرِوِ الْبَصْرِيُّ فِيْهِ تَحَفَّلاَ

اور ادغام کبیر کو حاصل کر اور مدار اس ادغام کے ابو عمرو بصری ہیں انہیں میں یہ ادغام جمع ہوا ہے"۔

اَلْاِدْغَامُ، اَدْخَالُ الشیئِ فی الشیئِ۔ اور اصطلاح میں اَلنُّطْقُ بِالْحَرْفَيْنِ حَرْفًا وَاحِدًا كَالثَّانِي مُشَدَّدًا۔ دو حرفوں کا تلفظ ایک کرتے ہوئے مثل حرف ثانی کے مشدد پڑھنا۔ ادغام کی دو قسمیں ہیں، صغیر، کبیر، جس وقت مدغم ساکن ہو تو وہ صغیر ہے اور جب مدغم و مدغم فیہ دونوں متحرک ہوں تو وہ ادغام کبیر ہے دونوں کی تین تین قسمیں ہیں۔ مثلین، متجانسین، متقاربین مگر مختصراً دو قسمیں کی گئی ہیں۔ مثلین، متقاربین۔

دُوْنَكَ، اسمِ فعل بمعنی امر یعنی خُذْ۔ قُطْبُ، مرکز، مدار۔ قطب القوم سَيِّدُهُم۔ یعنی ادغامِ کبیر کا مدار ابو عمرو بصری ہیں انھیں سے یہ لیا گیا۔ انھیں کی طرف اس کی نسبت ہے قراء میں انھیں کے لیے مشہور ہے۔

ادغام کی شرط یہ ہے کہ مدغم اور مدغم فیہ خطاً ملتے ہوں۔ لہٰذا اِنَّهُ هُوَ میں ادغام ہوگا اور اَنَا نَذِيْرٌ میں نہیں ہوگا۔ نظم سے بظاہر یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ادغام پورے عمرو بصری کے لیے ہے۔ لیکن مقروء، معوّل علیہ اور ماخوذ۔ عمل یہ ہے کہ یہ ادغام صرف سوسی کے لیے ہوگا اور دوری بصری کے لیے طریق شاطبی ودانی میں صرف اظہار ہے۔

۲/۱۱۷ فَفِيْ كِلْمَةٍ عَنْهُ مَنَاسِكَكُمْ وَمَا سَلَكَكُّمْ وَبَاقِي الْبَابِ لَيْسَ مُعَوَّلَا

بس ایک کلمہ میں یہ ادغام کبیر بصری سے صرف مَنَاسِكَكُمْ (بقرہ) اور مَا سَلَكَكُّمْ (مدثر) میں ہے، اس باب میں اور کوئی لفظ قابلِ اعتماد طریق سے ثابت نہیں۔

مطلب یہ کہ ادغام کبیر مثلین فِيْ كِلْمَةٍ کے ذیل میں صرف دو کلموں میں قوی روایت کی رو سے سوسی کے لیے ادغام کبیر ہے باقی کسی کلمہ میں نہیں، چنانچہ بِاَعْيُنِنَا بِشِرْكِكُمْ وغیرہ میں صرف اظہار ہے۔

۳/۱۱۸ وَمَا كَانَ مِنْ مِّثْلَيْنِ فِيْ كِلْمَتَيْهِمَا فَلَا بُدَّ مِنْ اِدْغَامِ مَا كَانَ اَوَّلَا

۴/۱۱۹ كَيَعْلَمُ مَا فِيْهِ هُدًى وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَالْعَفْوَ وَاْمُرْ تَمَثَّلَا

اور جب دو حرف مثلین دو کلموں میں ہوں تو ضروری ہے اس حرف کا ادغام جو ان میں پہلا ہو۔

جیسے يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ۔ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ۔

یہ بیان بطورِ مثال ہے۔

مطلب یہ کہ قیاس کُلّی یہ ہے کہ مثلین، متحرکتین جب دو کلموں میں ہوں، یعنی مدغم پہلے کلمے کے آخر میں ہو اور مدغم فیہ دوسرے کلمے کے شروع میں ہو تو ادغام واجب ہے۔ خواہ حرف مدغم کے ماقبل متحرک حرف ہو خواہ

ساکن مدہ ہو اور خواہ ساکن غیر مدہ ہو جیسا کہ ناظم کی مثالوں سے واضح ہے۔

۵/۱۲۰ اِذَا لَمْ يَكُنْ تَا مُخْبِرٍ اَوْ مُخَاطِبٍ ۔۔۔ اَوِ الْمُكْتَسِيْ تَنْوِيْنَهٗ اَوْ مُثَقَّلَا

بشرطیکہ مدغم نہ تائے متکلم ہو نہ تائے مخاطب، نہ تنوین کا لباس پہننے والا اور نہ مشدّد۔

۶/۱۲۱ كَكُنْتُ تُرَابًا اَنْتَ تُكْرِهُ وَاسِعٌ ۔۔۔ عَلِيْمٌ وَاَيْضًا تَمَّ مِيْقَاتُ مُثِّلَا

جیسے كُنْتُ تُرَابًا، اَنْتَ تُكْرِهُ، وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور تَمَّ مِيْقَاتُ کو بطور مثال بیان کیا گیا ہے۔

لَمْ يَكُنْ میں ضمیر لوٹتی ہے۔ مَا كَانَ اَوَّلًا کی طرف جس سے مراد مُدغم ہے۔ مذکورہ شعروں میں ناظم نے موانع ادغام بیان کیے ہیں ایک یہ کہ مثلین کا پہلا حرف تا مخبر نہ ہو یعنی تاء دال علی المتکلم نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ حرف اوّل تاء دال علی المخاطب نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ مقرون بالتنوین نہ ہو، چوتھے یہ کہ مشدّد نہ ہو۔ ورنہ اظہار واجب ہوگا۔ جیسا کہ مثالیں گذریں۔ آگے چند جزوی بحث کرتے ہیں۔

۷/۱۲۲ وَقَدْ اَظْهَرُوْا فِى الْكَافِ يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۔۔۔ اِذِ النُّوْنُ تُخْفٰى قَبْلَهَا لِتُجَمَّلَا

اور مشائخ نے فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ (القمان) کے کاف میں اظہار کیا ہے۔ اس لیے کہ کاف سے پہلے نون میں اخفاء کیا جا رہا ہے۔ یہ اظہار اس لیے کیا کہ کلمہ جمیل معلوم ہو۔

مطلب یہ کہ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ میں سوسی کے لیے ادغام نہیں کیا گیا کیونکہ نون مخفاہ ہے کاف میں، اور اخفاء کی وجہ سے نون کا مخرج خیشوم میں منتقل ہو گیا۔ اور نون مخفاۃ کے بعد ادغام والی تشدید باعث ثقالت ہوئی۔ لہٰذا اس ثقالت سے بچنے کے لیے ادغام ناجائز ہے۔

یا اس مسئلہ کی تقریر یوں کی جائے کہ نون مخفاۃ ہے اور اخفاء ادغام سے قریب ہوتا ہے لِاَنَّ الْاِخْفَاءَ حَالَةٌ بَيْنَ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ تو گویا کاف مدغم فیہ ہے اور گویا مشدّد ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مشدّد کا ادغام نہیں ہوتا، لہٰذا اظہار علی الاصل واجب رہا۔

۸/۱۲۳ وَعِنْدَهُمُ الْوَجْهَانِ فِىْ كُلِّ مَوْضِعٍ ۔۔۔ تَسَمّٰى لِاَجْلِ الْحَذْفِ فِيْهِ مُعَلَّلَا

اور مشائخ کے یہاں ہر اس جگہ پر دو وجہیں (اظہار و ادغام) ہوں گی جہاں بوجہ اس میں حذف ہونے کے معتل نام ہوا ہے۔

۹/۱۲۴ کَیَبْتَغِ مَجْزُوْمًا وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا وَیَخْلُ لَکُمْ عَنْ عَالِمٍ طَیِّبِ الْخَلَا

جیسے یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ، اس حال میں کہ مجزوم ہے، اور اِنْ یَکُ کَاذِبًا اور یَخْلُ لَکُمْ، کہ مروی ہے یہ ادغام واظہار ایک عمدہ گفتگو والے عالم سے۔ مراد سوسی۔

یعنی کبھی مثلین کا التقاء ایسے کلمات میں ہوا ہے کہ حرفِ علت کے حذف کی وجہ سے اس کو معتل کہا گیا ہے ایسے مواقع میں مشائخ کے یہاں سوسی کے لیے ادغام واظہار دونوں وجہیں جائز ہیں۔

یاد رہے کہ ایسی صورت قرآن میں صرف تین ہی جگہ پائی گئی ہے۔ (۱) وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ (آل عمران) اصل میں یَبْتَغِیْ تھا۔ جازم کی وجہ سے آخر سے یا حرفِ علت حذف ہوئی اور دو حرف غین جمع ہوئے قبل دخول جازم اصل پر نظر کرتے ہوئے اظہار اور موجودہ التقاء مثلین پر نظر کرتے ہوئے ادغام جائز ہوا۔ (۲) وَاِنْ یَکُ کَاذِبًا (غافر) اصل میں یَکُوْنُ تھا جازم داخل ہوا تو نون مجزوم ہوگیا، جزم کی وجہ سے التقاء ساکنین واؤ اور نون میں ہوا، واؤ حذف ہوگئی اور پھر نون بھی تخفیفاً حذف ہوا۔ جیسا کہ لفظ یَکُوْنُ میں یہ عام ہوتا رہتا ہے، اب دو کاف جمع ہوئے۔ (۳) یَخْلُ لَکُمْ (یوسف) اصل میں یَخْلُوْ تھا۔ واؤ جازم کی وجہ سے حذف ہوئی (یعنی فعل کے جوابِ امر ہونے کی وجہ سے) اور مثلین یعنی دو لام جمع ہوگئے۔

اس قاعدے کی قرآن میں یہ تین ہی مثالیں ہیں ناظم نے تینوں کو بیان کیا ہے۔ لہٰذا کَیَبْتَغِ میں کاف استقصائیہ ہے

۱۰/۱۲۵ وَیَا قَوْمِ مَالِیْ ثُمَّ یَا قَوْمِ مَنْ بِلَا خِلَافٍ عَلَی الْاِدْغَامِ لَا شَکَّ اُرْسِلَا

اور یَا قَوْمِ مَالِیْ (غافر) اور یَا قَوْمِ مَنْ یَنْصُرُنِیْ (ہود) کو بغیر کسی اختلاف کے بے شک ادغام پر پڑھا گیا ہے۔

یعنی یَا قَوْمِ کو یَبْتَغِ جیسے کلمات پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قَوْمِ مثل یَبْتَغِ نہیں ہے اس کے اصول حرف میں سے کوئی حرف حذف نہیں ہوا ہے اور معتل نہیں ہے اور قَوْمِیْ سے یا کا حذف حرف علت کا حذف نہیں ہے بلکہ یاءِ متکلم کا حذف ہے جو فصیح لغت ہے لہٰذا یاء محذوفہ گویا معدوم ہے۔

۱۱/۱۲۶ وَاِظْهَارُ قَوْمٍ اٰلَ لُوْطٍ لِکَوْنِهٖ قَلِیْلَ حُرُوْفٍ رَدَّهٗ مَنْ تَنَبَّلَا

اور روایتِ سوسی کے بعض ناقلین کا اٰلَ لُوْطٍ (حجر، نمل، قمر) میں اظہار کرنا، بوجہ ہونے لفظ آل کے قلیل الحروف، رد کیا ہے، اس دلیل کو اس شخص نے جو بڑا عالم ہوا ہے۔

۱۲/۱۲۷ بِاِدْغَامِ لَكَ كَيْدًا، وَلَوْ حَجَّ مُظْهِرٌ بِاِعْلاَلِ ثَانِيْهِ اِذَا صَحَّ لاَعْتَلاَ

(قلیل الحروف ہونے کی وجہ سے اظہار کو، اس عالم نے رد کیا ہے۔) لَكَ كَيْدًا (یوسف) کے ادغام کے ساتھ اور اگر یہ اظہار کرنے والا استدلال کرتا لفظ آل کے دوسرے حرف میں تعلیل ہونے کے ساتھ ــــ بشرطیکہ یہ صحیح ہو ــــ تو وہ اپنی دلیل میں جیت جاتا۔

حاصل یہ کہ کچھ لوگوں نے آلَ لُوْطٍ میں اظہار کیا، دلیل یہ بیان کی کہ لفظ آل قلیل الحروف ہے لہٰذا ادغام مناسب نہیں ایک عالم نے ان لوگوں کا رد کیا کہ قلیل الحروف ہونا ادغام کے لیے مانع نہیں اگر مانع ہوتا تو لَكَ كَيْدًا میں ادغام نہ ہوتا حالانکہ لَكَ لفظ آل سے بھی زیادہ قلیل الحروف ہے۔ اور کسی نے بھی لَكَ کے ادغام کو منع نہیں کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قلیل الحروف ہونا ادغام کے موانع میں سے نہیں ہے۔

علامہ شاطبی کہتے ہیں اگر وہ یہ دلیل بیان کرتے تو کامیاب رہتے کہ لفظ آل میں پہلے ایک تعلیل ہو چکی ہے۔ اب ادغام نہ ہونا چاہیئے تاکہ توالی تغیرات لازم نہ آئے۔ لیکن بعض محقق شارحین نے اس دلیل کو بھی رد کیا ہے، کیونکہ قَالَ لَهُمْ میں باجماع ادغام ہوتا ہے۔ حالانکہ لفظ قَالَ میں تعلیل ہوئی ہے، اسی طرح تقلیل الحروف کی دلیل لانے والوں کو بھی سوچنا چاہیئے کہ آلَ لُوْطٍ اور قَالَ لَهُمْ میں کیا فرق ہے؟ آل اگر قلیل الحروف ہے تو قَالَ بھی اسی کے وزن پر ہے حالانکہ کسی نے بھی قَالَ لَهُمْ میں ادغام کا انکار نہیں کیا ہے۔

۱۳/۱۲۸ فَاَبْدَالُهُ مِنْ هَمْزَةٍ هَاءٌ اَصْلُهَا وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ وَاوٍ اُبْدِلاَ

پس آل میں ابدال ہمزہ سے ہے اور ہمزہ کی اصل ھاء ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ واؤ سے ابدال کیا گیا ہے۔

لفظ آل کی اصل بتلاتے ہیں کہ ایک قول جو سیبویہ کا ہے یہ ہے کہ آل اصل میں اَأْلٌ اور اَأْلٌ اصل میں اَهْلٌ تھا، اور دوسرا قول جو ابوالحسن ابن شنبوذ کا ہے یہ ہے کہ آل اصل میں اَوْلٌ تھا۔

۱۴/۱۲۹ وَوَاوُ هُوَ الْمَضْمُوْمِ هَاءٌ كَهُوْ وَمَنْ فَاَدْغِمْ وَمَنْ يُظْهِرْ فَبِالْمَدِّ عَلَّلاَ

اور هُوَ مضموم الہاء کی واؤ کا (واؤ میں) ادغام کر جیسے هُوَ وَمَنْ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحل) اور جس نے اس میں اظہار کیا ہے پس اس نے مد کے ساتھ علت بیان کی ہے۔

یعنی هُوَ مضموم الہاء کی واؤ کا بعد میں آنے والی واؤ میں ادغام ہوگا جیسے هُوَ وَالَّذِيْنَ، هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اظہار ہوگا کیونکہ ادغام کے لیے واؤ ساکن کرنی ہوگی اور ساکن ہونے کے بعد وہ حرف مد ہو جائے گی۔ حالانکہ حرف مد اپنے مثل میں مدغم نہیں ہوتا مثلاً اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا میں کسی کے نزدیک بھی ادغام نہیں آگے اس کا رد کرتے ہیں۔

قولہ اَلْمَضْمُوْمِ ھَاءً احتراز ہے ھُوْ ساکن الہاء سے، کیونکہ اس میں باتفاق ادغام ہوگا۔ اور یہ تین جگہ ہے وَھُوَ وَلِیُّھُمْ (انعام) فَھُوَ وَلِیُّھُمُ (نحل)، وَھُوَ وَاقِعٌ بِھِمْ (شوریٰ)

وَيَاْتِيْ يَوْمٌ اَدْغَمُوْهُ وَنَحْوَهٗ وَلَا فَرْقَ يُنْجِيْ مَنْ عَلَى الْمَدِّ عَوَّلَا ۱۵/۱۳۰

حالانکہ تمام مشائخ نے یَاْتِیَ یَوْمٌ اور اس جیسی مثالوں میں (مثلاً نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی) بلا اختلاف ادغام کیا ہے، اور دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جو ان کو بچا لے جو کہ مد پر اعتماد کرتے ہوئے کلام کر رہے ہیں؛ یعنی مظہرین کا استدلال غلط ہے یَاْتِیَ یَوْمٌ اور ھُوَ وَمَنْ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو مدیت پر سہارا لینے والوں کو نجات دے سکے۔

محققین نے فرمایا کہ بے شک حروف مدہ کا اپنے مثل میں ادغام نہیں ہوتا یہ جب ہے کہ حرف مد پہلے سے موجود ہو مثلاً اٰمَنُوْا کی واؤ کا وَعَمِلُوْا کی واؤ میں ادغام نہ ہوگا۔ واؤ کی مدیت پہلے سے قائم ہے۔ مگر ھُوَ وَمَنْ میں واؤ پہلے سے متحرک ہے مدہ نہیں ہے، مدیت ادغام کے عمل سے آئے گی کہ ادغام کی نیت سے واؤ کو ساکن کریں گے پھر ادغام کریں گے تو واؤ کا یہ سکون عارضی ہوگا، لہٰذا فرق ہوگیا، اس فرق سے قطع نظر نہیں کی جا سکتی۔

وَقَبْلَ يَئِسْنَ الْيَاءُ فِي اللَّاءِ عَارِضٌ سُكُوْنًا اَوَ اَصْلًا فَهُوَ يُظْهِرُ مُسْهِلَا ۱۶/۱۳۱

اور یَئِسْنَ سے پہلے اَلّٰٓئِیْ میں یا عارضی ہے۔ باعتبار سکون کے یا خود باعتبار اپنی ذات کے۔ اس لیے سوسی اظہار کرتے ہیں آسان راستے کو اختیار کرتے ہوئے۔

ابو عمرو بصری نے اپنے دونوں راویوں دوری اور سوسی کی روایتوں سے، سورۂ طلاق میں وَالّٰٓـئِیْ (یَئِسْنَ) کو ہمزہ کے بعد یاء کے حذف سے پڑھا ہے پھر ہمزہ میں ان کے لیے دو وجہیں تسہیل بین بین مع المد والقصر اور ہمزہ کا ابدال یاء ساکنہ سے مع المد الطویل۔

اس ابدال والی شکل پر دو حرف متماثلین فی کلمتین جمع ہو جاتے ہیں۔ پہلا ساکن، دوسرا متحرک، قواعد کی رو سے پہلی یاء کا دوسری یاء میں ادغام (صغیر) ہونا چاہیے (دوری اور سوسی دونوں کے لیے)

لیکن ناظم فرماتے ہیں کہ ادغام نہیں اظہار ہوگا، اور اظہار کی علت یہ بتلائی کہ یاء کا سکون عارضی ہے۔

یا بنفسہا یاء عارضی ہے کیونکہ وہ ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے۔ تو ادغام ناجائز ہے۔ بہرحال یہ ناظم کی رائے ہے ورنہ ان کے علاوہ دوسرے اہلِ ادا نے فرمایا ہے کہ ادغام اور اظہار دونوں جائز ہیں۔ بزی اور ابو عمرو دونوں کے لیے۔

نوٹ :۔ لفظ اللائی کا اختلاف قرأت: فرش، سورۂ احزاب کے شروع میں دیکھنا چاہیے۔

بَابُ اِدْغَامِ الْحَرْفَيْنِ الْمُتَقَارِبَيْنِ فِيْ كَلِمَةٍ وَفِيْ كَلِمَتَيْنِ

یاد رہے کہ ناظم نے متقاربین بول کر متجانسین اور متقاربین دونوں قسمیں مراد لی ہیں۔

۱/۱۳۲ وَاِنْ كِلْمَةٌ حَرْفَانِ فِيْهَا تَقَارَبَا ۔ فَاِدْغَامُهُ لِلْقَافِ فِي الْكَافِ مُجْتَلٰى

اور جب کسی کلمے میں دو حرف متقاربین جمع ہوں تو سوسی کا ادغام کرنا قاف کا کاف میں دیکھا جاتا ہے۔

۲/۱۳۳ وَهٰذَا اِذَا مَا قَبْلَهُ مُتَحَرِّكٌ ۔ مُبِيْنٌ وَبَعْدَ الْكَافِ مِيْمٌ تَخَلَّلَا

اور یہ ادغام قاف کا کاف میں فی کلمۃ جب ہے کہ قاف کا ماقبل متحرک ہو واضح طور پر اور کاف کے بعد میم جمع خاص طور پر آئی ہو۔

واضح ہو کہ "مُبِیْنٌ" سے کوئی احترازی قید مراد نہیں، برائے وضاحت لے آئے ہیں۔

۳/۱۳۴ كَيَرْزُقُكُّمْ وَاثَقَكُّمْ وَخَلَقَكُّمْ ۔ وَمِيْثَاقَكُمْ اَظْهِرْ وَنَرْزُقُكَ انْجَلَا

چنانچہ ادغام یرزقکم، واثقکم۔ اور خلقکم میں اور میثاقکم میں اظہار کر، اور نرزقک کا بیں اظہار ہوا ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ ایک کلمہ میں ادغام متقاربین صرف قاف کا کاف میں ہے اور اس کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ قاف کا ماقبل متحرک ہو دوسری یہ کہ قاف کے بعد میم جمع واقع ہو، ورنہ ادغام نہ ہوگا۔

۴/۱۳۵ وَاِدْغَامُ ذِي التَّحْرِيْمِ طَلَّقَكُنَّ قُلْ ۔ اَحَقُّ وَبِالتَّانِيْثِ وَالْجَمْعِ اُثْقِلَا

اور کہہ تو کہ سورۂ تحریم میں لفظ طَلَّقَكُنَّ کا ادغام ہی زیادہ بہتر ہے: اور تانیث اور جمع کی وجہ سے یہ لفظ ثقیل سمجھا گیا تھا۔

یعنی لفظ طَلَّقَكُنَّ میں اگرچہ ادغام کی دوسری شرط میم جمع مفقود ہے اور اسی وجہ سے بعض نے اس میں

اظہار اختیار کیا ہے مگر ادغام اَولیٰ ہے کیونکہ تانیث اور جمع کی وجہ سے اس میں ثقالت ہے اور ادغام سے یہ ثقالت مرتفع ہو جائے گی۔

۵/۱۳۶ وَمَهْمَا يَكُونَا كِلْمَتَيْنِ فَمُدْغَمٌ ۔ اَوَائِلَ كِلْمِ الْبَيْتِ بَعْدُ عَلَى الْوِلَا

اور جب وہ حرفین متقاربین دو کلموں میں ہوں تو سوسی ادغام کرتے ہیں ان حرفوں کا جو اس شعر کے بعد متصلاً اگلے شعر کے کلمات کے اوائل میں ہیں

فَمُدْغَمٌ ای فَالسُّوسِیُّ مُدْغِمٌ - بَعْدُ عَلَى الْوِلَا - بعد میں متصلاً آنے والا شعر۔

۶/۱۳۷ شِفَا لَمْ تَضِقْ نَفْسًا بِهَا رُمْ دَوَاضِنٍ ۔ ثَوَى كَانَ ذَا حُسْنٍ سَایٰ مِنْهُ قَدْ جَلَا

شفا (عورت کا نام) جو اخلاق و مروّت میں تنگدل نہیں، اس سے ایک ایسے بیمار کے لیے دوا کی درخواست کر جس کی بیماری نے جڑیں پکڑی ہیں یہ بیمار پہلے خوبصورت تھا لیکن بیماری کی وجہ سے اس کا برا حال ہو گیا اور پراگندہ حالی نمایاں طور پر ظاہر ہوئی۔

یعنی جب دو متقاربین دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ ان میں ایک آخر کلمہ میں ہو اور دوسرا دوسرے کلمے کے اوّل میں تو سوسی ان میں سے پہلے کا دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جبکہ پہلا حرف ان سولہ[16] حروف میں سے ہو جو اس شعر کے کلمات کے اوائل میں ہیں وہ حروف یہ ہیں۔ شین، لام، تاء، نون، با، راء، دال، ضاد، ثا، کاف، ذال، حا، سین، میم، قاف، جیم۔

۷/۱۳۸ إِذَا لَمْ يُنَوَّنْ اَوْ يَكُنْ تَا مُخَاطَبٍ ۔ وَمَا لَيْسَ مَجْزُومًا وَلَا مُتَثَقِّلَا

(ادغام کی شرط یہ ہے کہ) کہ پہلا حرف نہ منوّن ہو، نہ تائے خطاب، اور نہ مجزوم اور نہ مشدّد۔

لہٰذا اس امتناع کی وجہ سے حسب ذیل قسم کے کلمات میں ادغام نہ ہوگا۔

نَذِيرٌ لَّكُمْ ، فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ ، لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ - اَشَدَّ ذِكْرًا۔

نوٹ:- قرآن مجید میں تاء متکلم اپنے کسی متقارب کے ساتھ واقع نہیں۔ اس لیے اس کا استثنا بھی نہیں کیا گیا۔

۸/۱۳۹ فَزُحْزِحَ عَنِ النَّارِ الَّذِی حَاهُ مُدْغَمٌ ۔ وَفِي الْكَافِ قَافٌ وَهُوَ فِي الْقَافِ اُدْخِلَا

پس زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (آل عمران) وہ لفظ ہے کہ اس کی حا، عین میں ادغام کی گئی ہے۔ اور کاف میں قاف، اور وہ کاف، قاف میں ادغام کیا گیا ہے۔

یعنی سولہ حرفوں کے ادغام کی تفصیل شروع کرتے ہوئے مخارج کی ترتیب پر سب سے پہلے حا کا بیان کرتے ہیں کہ حا کا ادغام عین میں ہوتا ہے۔ مگر صرف ایک جگہ، زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ، میں۔

یاد رہے کہ ادغام کے بیان میں جب ناظم خاص طور پر قرآن کے خاص کلمات پر ادغام کا حکم لگائیں تو صرف وہی کلمات مراد ہوتے ہیں۔ لہٰذا لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وغیرہ میں سمجھنا چاہئے کہ ادغام نہ ہوگا۔

آگے فرمایا کہ کاف، قاف میں مدغم ہوتا ہے جیسے لَكَ قُصُورًا اور کاف، قاف میں مدغم ہوتا ہے۔ جیسے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور یہ ادغام تمام قرآن میں جاری ہوگا، ادغام کی شرط آگے آرہی ہے۔

۹/۱۴۰ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ لَكَ قُصُورًا وَاظْهِرَا ۔ إِذَا سَكَنَ الْحَرْفُ الَّذِي قَبْلُ أَقْبَلَا

جیسے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور لَكَ قُصُورًا اور دونوں میں اظہار پڑھا گیا ہے، جب کہ وہ حرف جو ان سے پہلے آرہا ہو ساکن ہو۔

یعنی مدغم سے پہلے حرف کا متحرک ہونا ضروری ہے ورنہ ادغام نہ ہوگا مثلاً فَوْقَ كُلِّ، تَرَكُوكَ قَائِمًا۔ نیز واضح رہے کہ کاف کا قاف میں صرف ادغام تام ہوگا۔

۱۰/۱۴۱ وَفِي ذِي الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْجِيمُ مُدْغَمٌ ۔ وَمِنْ قَبْلُ أَخْرَجَ شَطْأَهُ قَدْ تَثَقَّلَا

اور ذِي الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ (سورہ معارج میں جیم (تا میں) مدغم ہے اور اس سے پہلے (سورۂ فتح میں) أَخْرَجَ شَطْأَهُ میں ادغام ہوا ہے۔

یعنی حرف جیم کا دو حرفوں میں دو جگہ ادغام ہوا ہے جیم کا تا میں۔ اور جیم کا شین میں۔ اور یہ ایک ایک ہی مثال قرآن میں واقع ہے۔

۱۱/۱۴۲ وَعِنْدَ سَبِيلًا شِينُ ذِي الْعَرْشِ مُدْغَمٌ ۔ وَضَادُ الْبَعْضِ شَأْنِهِمْ مُدْغَمًا تَلَا

اور ذِي الْعَرْشِ کا شین سَبِيلًا کے سین میں (صرف ایک جگہ تمام قرآن میں) مدغم ہوا ہے۔ اور سوسی نے لِبَعْضِ کے ضاد کو شَأْنِهِمْ کے شین میں مدغم پڑھا ہے۔

مطلب یہ کہ شین کا سین میں ادغام ہوا ہے مگر صرف ایک جگہ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا (اسراء) اسی

طرح ضاد کا شین میں ادغام ہوا ہے، مگر صرف ایک جگہ لِبَعْضِ شَاْنِہِمْ (نور)

۱۲/۱۴۳ وَفِیْ زُوِّجَتْ سِیْنُ النُّفُوْسِ وَمُدْغَمٌ لَہُ الرَّأْسُ شَیْبًا بِاخْتِلَافٍ تَوَصَّلَا

اور ادغام کیا گیا اَلنُّفُوْسُ کے سین کا زُوِّجَتْ کی زا میں۔ اور لَہُ الرَّأْسُ لفظ شَیْبًا میں مدغم ہے جو کہ خُلف کے ساتھ ہم تک پہونچا ہے۔

یعنی سین دو حرفوں میں مدغم ہوا ہے، ایک جگہ زا میں وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (تکویر) اور ایک جگہ شین میں لَہُ الرَّأْسُ شَیْبًا (مریم)۔ مگر مریم والے جزئیہ میں خلف ہے، ادغام، اظہار دونوں ہیں۔

۱۳/۱۴۴ وَلِلدَّالِ کِلْمٌ تُرْبُ سَہْلٍ ذَکَا شَذًا ضَفَا ثَمَّ زُہْدٌ صِدْقُہُ ظَاہِرٌ جَلَا

اور دال کے ادغام والے حروف چند کلموں میں ہیں۔ تُرب، سہل، ذکا، شذا، ضفا، ثمّ، زہد، صدق، ظاہر، جلا۔

یعنی دال کا دس حرفوں میں ادغام ہوا ہے، جن کی نشان دہی کلمات کے اوائل حروف میں کی گئی ہے۔

۱۴/۱۴۵ وَلَمْ تُدَّغَمْ مَفْتُوْحَۃً بَعْدَ سَاکِنٍ بِحَرْفٍ بِغَیْرِ التَّاءِ فَاعْلَمْہُ وَاعْمَلَا

اور یہ دال نہیں ادغام کی جاتی جب کہ مفتوح بعد الساکن ہو کسی حرف میں بھی سوائے تاء کے، پس اس کو جان اور عمل کر۔

یعنی دال کا دس حرفوں میں ادغام ہوا ہے تا، سین، ذال، شین، ضاد، ثا، زای، صاد، ظا، جیم میں۔ مثالیں:
المَسَاجِدِ تِلْکَ، وَشَہِدَ شَاہِدٌ، مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ، یُرِیْدُ ثَوَابَ، تُرِیْدُ زِیْنَۃَ۔ نَفْقِدُ صُوَاعَ، مِنْ بَعْدِ ظُلْمِہٖ، دَاوٗدُ جَالُوْتَ، دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً۔

مگر ان حرفوں میں دال کے ادغام کی شرط یہ ہے کہ دال مفتوحہ بعد حرفِ ساکن نہ ہو، ورنہ ادغام نہ ہوگا جیسے لِدَاوٗدَ سُلَیْمَانَ، بَعْدَ ذٰلِکَ، آلَ دَاوٗدَ شُکْرًا، بَعْدَ شُوْتِہَا، دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔

لیکن حرفِ تاء اس حکم سے مستثنیٰ ہے یعنی دال کا تاء میں ادغام ہوگا۔ اگر دال مفتوح بعد ساکن ہو اور یہ قرآن میں صرف دو جگہ ہے مِنْ بَعْدِ مَا کَادَ تَزِیْغُ (توبہ) بَعْدَ تَوْکِیْدِہَا۔ (نحل)

۱۵/۱۴۶ وَفِیْ عَشْرِہَا وَالطَّاءِ تُدْغَمُ تَاؤُہَا وَفِیْ اَحْرُفٍ وَجْہَانِ عَنْہُ تَہَلَّلَا

اور دال کے دسوں حرفوں میں اور طاء میں حرف تاء مدغم ہوتی ہے۔ اور چند کلمات میں سوسی سے دو دو وجہیں (اظہار۔ ادغام) ظاہر ہوئی ہیں۔ تَهَلَّلَا صیغۂ تثنیہ، ضمیر فاعل۔ وجہان کی طرف راجع ہے تَهَلَّلَ بمعنی انکشف۔ وظہر۔ یعنی شِفَا لَمْ تَضِقْ الخ کے حرفوں میں سے تا کا ادغام انہیں دس حرفوں میں ہوا ہے جن میں حرف دال کا ادغام ہوا ہے مع ایک زائد حرف طاء کے تو گویا کل گیارہ حرفوں میں مدغم ہوگی۔ لیکن غور کریں تو یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ تا کا ادغام بھی دس حرفوں ہیں ہی مراد ہے کیونکہ دال کے مدغم فیہ حرفوں میں سے حرف تاء یہاں مراد نہیں اس کا بیان باب ادغام المتماثلین میں گذر چکا ہے۔

بالترتیب امثلہ:۔ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا۔ وَالذّٰرِيَاتِ ذَرْوًا۔ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ۔ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا۔ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ۔ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْ۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ۔ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ۔

١٦/١٤٧ فَمَعْ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ الزَّكَاةَ قُلْ ❊ وَقُلْ اٰتِ ذَا الْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ عَلَا

پس حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ کے ساتھ الزَّكٰوةَ کو بھی (ثُمَّ کے ساتھ) کہہ تو۔ اور کہہ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى اور وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ بھی مشہور لفظ ہے۔

١٧/١٤٨ وَفِيْ جِئْتِ شَيْـًٔا اَظْهَرُوْا لِخِطَابِهٖ ❊ وَنُقْصَانِهٖ وَالْكَسْرُ الْاِدْغَامَ سَهَّلَا

اور جِئْتِ شَيْـًٔا میں مشائخ نے اظہار کیا ہے۔ صیغہ خطاب کی وجہ سے۔ اور کسرہ نے ادغام کو سہل کر دیا ہے۔

مطلب یہ کہ وہ کلمات جن میں سوسی کی دو دو وجہ ظاہر ہوئی ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ (بقرہ) (۲) حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا (جمعہ) (۳) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى (اسراء) فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى (روم) (۴) وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى (نساء) (۵) جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا (مریم)

١٨/١٤٩ وَفِيْ خَمْسَةٍ وَهْيَ الْاَوَائِلُ ثَاؤُهَا ❊ وَفِي الصَّادِ ثُمَّ السِّيْنِ ذَالٌ تَدَخَّلَا

حرف ثا کا پانچ حرفوں میں ادغام کیا گیا ہے اور پانچ وہ جو پہلے ہیں (ثَرِبٍ، سَهْلٍ، ذَكَا، شَذًا، ضَفَا)
س ذ ش ض

اور صاد میں اور سین میں ذال مدغم ہوا ہے۔

مثالیں:۔ حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ۔ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ۔ الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ۔ وَالْحَرْثَ ذٰلِكَ۔ حَيْثُ شِئْتُمَا۔ حَدِيْثُ ضَيْفِ۔

اس کے بعد حرف ذال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا دو حرفوں صاد اور سین میں ادغام ہوتا ہے۔ جیسے
مَااتَّخَذَ سَبِیْلَهُ۔ مَااتَّخَذَ صَاحِبَةً"۔

۱۹/۱۵۰ وَفِی اللَّامِ رَاءٌ وَهِیَ فِی الرَّا وَاُظْهِرَا ۔۔۔ اِذَا انْفَتَحَا بَعْدَ الْمُسَكَّنِ مُنْزَلَا

اور لام میں راء مدغم ہوتی ہے اور لام راء میں، (جیسے سَیُغْفَرُلَنَا اور قَدْجَعَلَ رَبُّكِ) اور یہ دونوں حرف اظہار
سے پڑھے گئے ہیں جب مفتوح ہوں اور حرف ساکن کے بعد واقع ہوں"۔

یعنی اگر مفتوح بعد ساکن واقع ہوں تو ادغام نہ ہوگا جیسے وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ۔ فَعَصَوْارَسُوْلَ رَبِّهِمْ
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مفتوح بعد المتحرک ہوں تو ادغام ہوگا جیسے وَسَخَّرَلَكُمْ یا مفتوح نہ ہوں بلکہ مضموم یا مکسور
بعد ساکن ہوں تو بھی ادغام ہوگا۔ مثلاً فَیَقُوْلُ رَبِّیْ مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ، اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ لَا یُكَلِّفُ۔ بِالذِّكْرِ لَمَّا وغیرہ۔

۲۰/۱۵۱ سِوٰی قَالَ ثُمَّ النُّوْنُ تُدْغَمُ فِیْهِمَا ۔۔۔ عَلٰی اِثْرِ تَحْرِیْكٍ سِوٰی نَحْنُ مُسْجَلَا

سوائے قَالَ کے (یعنی قَالَ کا لام باوجود مفتوح بعد الساکن ہونے کے را میں مدغم ہوگا جیسے قَالَ رَبِّ۔
قَالَ رَجُلَانِ۔)

اس کے بعد نون ہے جس کا ادغام ان دونوں حرفوں لام راء میں ہوتا ہے، اس وقت کہ نون بعد حرفِ متحرک
کے واقع ہو (جیسے وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ۔ اور اگر بعد ساکن کے واقع ہو تو ادغام نہ ہوگا۔ جیسے
یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ۔ یَكُوْنُ لَهُ۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ) سوائے نَحْنُ کے مطلقاً۔"

یعنی نَحْنُ کا نون اس اصول سے مستثنیٰ ہے۔ کہ یہ نون باوجودیکہ بعد ساکن واقع ہے مگر لام میں مدغم ہوگا۔
مثلاً وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ نَحْنُ کے نون کے بعد قرآن میں لام دس جگہ واقع ہے لیکن را کہیں بھی واقع نہیں ہے۔

۲۱/۱۵۲ وَتُسْكَنُ عَنْهُ الْمِیْمُ مِنْ قَبْلِ بَائِهَا ۔۔۔ عَلٰی اِثْرِ تَحْرِیْكٍ فَتَخْفٰی تَنَزُّلَا

اور ساکن کیا جائے گا میم کو سوسی سے، جب کہ وہ باء سے پہلے واقع ہو، دراں حال کہ وہ میم بعد متحرک
کے ہو۔ اور میم مخفاۃ ہو جائے گی ایسے موقع پر"۔

جیسے اَعْلَمُ بِالشّٰكِرِیْنَ۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ لیکن اگر میم کا ماقبل ساکن ہوگا تو اظہار ہوگا۔ جیسے
اِبْرٰهِیْمُ بَنِیْهِ۔ اَلْیَوْمَ بِجَالُوْتَ۔ وغیرہ۔

۲۲/۱۵۳ وَفِی مَن یَّشَاءُ بَابُ یُعَذِّبُ حَیْثُ مَا ـ اَتَی مُدْغَمٌ فَادْرِ الاُصُوْلَ لِتَاصُلاَ

اور مَنْ یَّشَاءُ میں یُعَذِّبُ کی با جہاں کہیں بھی یہ آئے مدغم ہے۔ پس ان اصولوں کو جان لے تاکہ تو قواعد میں اصل اور مرجع بن جائے؛

یعنی جہاں کہیں بھی یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ آئے با کا میم میں ادغام ہوگا۔

اور یہ قرآن میں پانچ جگہ ہے آل عمران میں، ایک جگہ۔ مائدہ میں دو جگہ۔ فتحنا میں ایک جگہ اور عنکبوت میں ایک جگہ۔ بقرہ کے آخری رکوع والا موقعہ ہم نے شمار نہیں کیا کیونکہ اس کو سوسی نے یُعَذِّبْ بسکون با پڑھا ہے۔ ادغام تو وہاں بھی ہوگا مگر وہ ادغام صغیر ہوگا اور یہاں گفتگو ادغام کبیر میں ہو رہی ہے۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ۔ کی تخصیص سے معلوم ہوگیا کہ اور کسی جگہ با کا میم میں ادغام نہ ہوگا۔ مثلاً ضُرِبَ مَثَلاً سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا۔

آگے چند ایسے مسائل پر کلام ہے جن کا تعلق دونوں بابوں سے ہے یعنی مثلین یا متقاربین کی تخصیص مقصود نہیں۔

۲۳/۱۵۴ وَلَا یَمْنَعُ الْاِدْغَامُ اِذْ هُوَ عَارِضٌ ـ اِمَالَةَ کَالْاَبْرَارِ وَالنَّارِ اَثْقَلاَ

اور ادغام مانع نہیں ہوتا ہے اَلْاَبْرَارِ اور اَلنَّارِ جیسے کلمات کے امالہ کو ادغام کے بعد مشدد ہونے کے باوجود اس لیے کہ ادغام عارضی چیز ہے؛

یعنی ادغام امالہ کو مانع نہیں کیونکہ ادغام عارضی ہوتا ہے مطلب یہ کہ کہیں الف میں امالہ راء متطرفہ مکسورہ کی وجہ سے ہو رہا ہے اور وہ را مابعد میں مدغم ہونے کی وجہ سے مشدد ہو جائے اور کسرہ باقی نہ رہے تو الف کے امالہ میں اس ادغام کی وجہ سے کوئی فرق نہ ہوگا۔ امالہ بدستور باقی رہے گا مثلاً اَلْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ، ایسے ہی وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ رَبَّنَا۔ اَلنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ۔

۲۴/۱۵۵ وَاَشْمِمْ وَرُمْ فِیْ غَیْرِ بَاءٍ وَمِیْمِهَا ـ مَعَ الْبَاءِ اَوْ مِیْمٍ وَکُنْ مُتَأَمِّلاَ

اور اشمام و روم کرلے تو باء اور میم کے علاوہ میں جب کہ وہ با اور میم کے ساتھ مدغم ہو اور غور کرنے والا ہو؛

یعنی علاوہ ان صورتوں کے، کہ جن میں با اور میم کا ادغام باء اور میم میں ہوا ہو دوسرے تمام حرف کے ادغام کبیر میں مدغم پر اشمام و روم بھی کر سکتے ہو گویا جب مدغم مضموم ہو تو اس پر ادغام کے ساتھ اسکان، روم اور اشمام تینوں ہو سکتے ہیں اور اگر مکسور ہو تو ادغام، اسکان و روم کے ساتھ ہو سکتا ہے لیکن با اور میم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ با

اور میم میں ادغام وتشدید کی وجہ سے اطباقِ شفتین کامل ہوگا۔ تو روم واشمام نہیں ہو سکے گا۔ یہ کل چار صورتیں ہوتی ہیں۔ (۱) ادغام با کا با میں جیسے نُصِیبُ بِرَحْمَتِنَا۔ (۲) با کا میم میں جیسے یُعَذِّبُ مَنْ یَشَآءُ۔ (۳) میم کا میم میں جیسے یَعْلَمُ مَا۔ (۴) میم کا با میں اخفاء جیسے اَعْلَمُ بِکُمْ۔

نوٹ :- ادغام مثل وقف کے ہے جس طرح وقف میں امالہ باقی رہے گا اسی طرح ادغام میں بھی۔ اور جس طرح وقف اسکان واشمام اور روم کے ساتھ ہوتا ہے، ادغام کے ساتھ بھی یہ تینوں صورتیں ہیں اور جس طرح وقف میں موقوف علیہ سے پہلے حرفِ مد یا حرفِ لین میں طول توسط اور قصر تینوں جائز ہیں۔ ادغام میں بھی تینوں جائز ہیں اور جس طرح وقف بالروم میں قصر ہوتا ہے یہاں بھی ادغام مع الروم میں صرف قصر ہوگا۔

دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہیے کہ ادغامِ خالص، اسکان واشمام ہی کے ساتھ ہوتا ہے، روم کے ساتھ ادغامِ خالص نہیں بلکہ ایک طرح کا اختلاس ہوتا ہے۔

۲۵/۱۵۶ وَاِدْغَامُ حَرْفٍ قَبْلَهُ صَحَّ سَاكِنٌ عَسِيرٌ وَبِالْاِخْفَاءِ طَبَّقَ مَفْصِلَا

۲۶/۱۵۷ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَفِي الْمَهْدِ ثُمَّ الْخُلْدِ وَالْعِلْمِ فَاشْمُلَا

اور ایسے حرف کا ادغام کہ جس کا ماقبل صحیح ساکن ہو، دشوار ہے، اور قاری نے اختلاس کے ساتھ جوڑ پر نشانہ مارا ہے۔

جیسے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ اور مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ اور فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اور دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً اور الْعِلْمِ مَالَكَ۔ اور دیگر امثلہ کے بیان میں شامل ہو۔

مطلب یہ کہ مدغم کا ماقبل اگر حرف صحیح ساکن ہو تو اس میں اہلِ ادا کے دو مذہب ہیں (۱) متقدمین کا مذہب، اور وہ یہ کہ ادغام محض ہوگا۔ (۲) متأخرین کا مذہب، اور وہ یہ کہ ادغامِ محض مشکل ہے، کیونکہ جمع بین الساکنین لازم آتا ہے لہٰذا اخفاء واختلاس ہے جس کو روم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ناظم نے متأخرین کے مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا وبالاخفاء طبّق مفصلا۔ یعنی جب قاری اختلاس کرلے گا تو جمع بین الساکنین سے بچ جائے گا۔

لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زمخشری وغیرہ کا اس جگہ اعتراض بے معنی ہے۔ کیونکہ ادغام مثل وقف کے ہوتا ہے۔ جس طرح وقف میں اجتماع ساکنین مطلقاً صحیح ہے، ادغام میں بھی صحیح ہے وہاں بھی سکون عارضی ہے اور یہاں بھی۔

بَابُ هَاءِ الْكِنَايَةِ

ہائے ضمیر کا بیان

۱/۱۵۸ وَلَمْ يَصِلُوْا هَا مُضْمَرٍ قَبْلَ سَاكِنٍ ۔۔۔ وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيْكُ لِلْكُلِّ وُصِّلَا

اور ان قراء میں سے کسی نے بھی اس ہائے ضمیر میں صلہ نہیں کیا جس وقت کہ وہ حرف ساکن سے پہلے واقع ہو رہی ہو۔ اور وہ ضمیر کہ اس کا ماقبل متحرک ہو، اس میں سب ہی کے لیے صلہ کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہائے ضمیر کی ماقبل و مابعد کے اعتبار سے عقلاً و وقوعاً چار صورتیں بنتی ہیں جن میں سے تین کا حال اس شعر میں بیان ہوا ہے اور یہ تینوں حالتیں غیر مختلف فیہ ہیں، وہ تینوں صورتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہاء ضمیر ماقبل متحرک، مابعد ساکن جیسے عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ۔ لَہُ الْمُلْکُ۔

۲۔ ہاء ضمیر ماقبل ساکن، مابعد بھی ساکن جیسے فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ اٰتَیْنٰہُ الْاِنْجِیْلَ۔

پہلے مصرعہ میں یہ دونوں حالتیں بیان ہوئی ہیں اور باجماع کسی کے لیے بھی صلہ نہیں ہے۔

۳۔ ہاء ضمیر ماقبل متحرک جیسے اِنَّہٗ ھُوَ لَہٗ صَاحِبُہٗ۔ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ۔

یہ ضمیر دوسرے مصرعہ میں بیان ہوئی اور باجماع سب کے لیے اس میں صلہ ہوگا۔

۲/۱۵۹ وَمَا قَبْلَهُ التَّسْكِيْنُ لِابْنِ كَثِيْرِهِمْ ۔۔۔ وَفِيْهِ مُهَانًا مَعْهُ حَفْصٌ اَخُوْ وِلَا

اور وہ ضمیر کہ جس کا ماقبل ساکن ہو (اور مابعد متحرک ہو) اس میں ابن کثیر کے لیے صلہ کیا گیا ہے اور فِیْہٖ مُھَانًا (فرقان) میں ابن کثیر کے ساتھ حفص بھی موافقت والے ہیں۔

یعنی جس وقت ہاء ضمیر کا قبل ساکن ہو اور مابعد متحرک ہو تو کلی طور پر تمام قرآن میں مکی صاحب صلہ کریں گے۔ اور فِیْہٖ مُھَانًا میں صرف ایک جگہ حفص نے بھی مکی صاحب کی طرح صلہ ہی کیا ہے۔ اور فِیْہِ ھُدًی اور اِجْتَبٰہُ وَھَدٰہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ وغیرہ میں صرف مکی صلہ کرتے ہیں۔

چار صورتوں میں سے بس یہی ایک صورت اختلافی ہے پہلے شعر میں جن تین ضمیروں کا حال بیان ہوا وہ اجماعی تھا حاصل یہ ہوا کہ جب ہا کا ماقبل ساکن اور مابعد متحرک ہو تو اصولی طور پر مکی صلہ کریں گے اور باقین قصر کریں گے۔ قراء کا ضابطہ قیاسی یہی ہے، لیکن کچھ ضمائر میں قراء اپنے اصول کے خلاف پڑھتے ہیں آنے والے اشعار میں انھیں جزئیات کی تفصیل ہے۔

صلہ سے مراد یہ ہے کہ ضمہ کو دراز کیا جائے تاکہ واو ساکنہ مدہ پیدا ہو جائے اور بعد کسرہ یا یاء ساکنہ ہاء کے کسرہ

کو دراز کیا جائے کہ یاء مدیہ پیدا ہو جائے۔ مد صلہ اور اشباع یہ سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ یاد رہے کہ صلہ باجماع وصل میں ہوتا ہے، وقف میں باتفاق حذف ہوتا ہے۔

۳/۱۶۰ وَسَکِّنْ یُؤَدِّهْ مع نُوَلِّهْ وَنُصْلِهْ ... وَنُؤْتِهْ مِنْهَا فَاعْتَبِرْ صَافِیاً حَلاَ

اور ساکن پڑھ یُؤَدِّہٖ کی ضمیر کو، ساتھ ہی نُوَلِّہٖ اور نُصْلِہٖ اور نُؤْتِہٖ مِنْھَا کی ضمیروں کو فَاعْتَبِرْ، صَافِیًا، حَلاَ کے مرموزین حمزہ، شعبہ اور بصری کے لیے۔

واضح رہے کہ لفظ یُؤَدِّہٖ آل عمران میں ایک ہی آیت میں دو جگہ واقع ہے۔ اور نُوَلِّہٖ وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ایک آیت میں سورۂ نساء میں ہیں اور نُؤْتِہٖ تین جگہ ہے، دو جگہ آل عمران میں وَمَنْ یُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا۔ الآیۃ ہیں۔ اور ایک جگہ شوریٰ میں وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا۔

۴/۱۶۱ وَعَنْهُمْ وَعَنْ حَفْصٍ فَأَلْقِهْ وَیَتَّقِهْ ... حَمَى صَفْوُهُ قَوْمٌ بِخُلْفٍ وَأَنْهَلاَ

اور انہیں مذکورین (حمزہ، شعبہ، بصری) اور حفص سے فَاَلْقِہٖ کی ھاء کو ساکن پڑھ تو۔ اور یَتَّقِہٖ کی ھاء ضمیر کو حَمٰی صَفْوُہٗ، قَوْمٌ، بِخُلْفٍ نے ساکن پڑھا ہے۔ اور خوب سیرابی حاصل کی ہے۔

۵/۱۶۲ وَقُلْ بِسُکُوْنِ الْقَافِ وَالْقَصْرِ حَفْصُهُمْ ... وَیَأْتِهْ لَدٰى طٰهٰ بِالإسْکَانِ یُجْتَلیٰ

اور کہہ تو کہ یَتَّقْہِ کو قاف کے سکون اور ہاء ضمیر کے قصر کے ساتھ حفص نے پڑھا ہے۔ اور یَاْتِہٖ جو طٰہٰ میں ہے وہ ہائے ضمیر کے اسکان کے ساتھ ہے۔ یُجْتَلیٰ (سوسی) کے لیے۔

۶/۱۶۳ وَفِي الْکُلِّ قَصْرُ الْهَاءِ بَانَ لِسَانُهُ ... بِخُلْفٍ وَفِي طٰهٰ بِوَجْهَیْنِ بُجِّلاَ

اور ان تمام مذکورہ ہاءات میں قصر ہے بَانَ لِسَانُہٗ کے لیے بالخلف (یعنی قالون کے لیے بلا خلف اور ہشام کے لیے بالخلف) اور سورۂ طٰہٰ والے لفظ یَاْتِہٖ میں بُجِّلَا (قالون) کے لیے دو وجہیں ہیں۔

شعر نمبر ۴ سے تشریح اس طرح ہے کہ شعبہ، حمزہ، ابو عمرو اور حفص نے فَاَلْقِہٖ اِلَیْھِمْ (نمل) کی ھاء کو ساکن پڑھا ہے۔ پھر فرمایا کہ وَیَتَّقِہٖ (نور) کو ابو عمرو و شعبہ نے بلا خلف اور خلاد نے بالخلف اسکان ھاء کے ساتھ پڑھا ہے اور پھر فرمایا کہ حفص نے یَتَّقْہِ کو بسکون قاف اور بقصر الہاء پڑھا ہے گویا باقین کی قراءت میں قاف مکسور ہے۔ قاف کا سکون صرف حفص کے لیے ہے۔ واضح ہو کہ قاف کا کسرہ باقین کے لیے تلفظ ناظم سے سمجھا جا رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ کلمہ یَاْتِہٖ مُؤْمِنًا

(طٰہٖ) کی ھاءِ ضمیر کو سوسی نے ساکن پڑھا ہے۔ اور اخیر میں خبر دی کہ ان تمام کلمات سابقہ میں (جو کہ سات ہوتے ہیں) قالون کیلئے بلاخلف اور ہشام کے لیے بالخلف ھاء کا قصر ہے اور یَأْتِہٖ (طٰہٖ) میں قالون کے لیے دو وجھیں قصر اور صلہ ہیں یعنی قالون کے لیے پہلے چھ کلمات میں تو صرف قصر ہی ہے۔ اور ان کے لیے ساتویں کلمہ یَأْتِہٖ میں قصر و اشباع دو وجہ ہیں۔ اور ہشام کے لیے قصر و اشباع ساتوں میں ہے۔ خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ نُوَلِّہٖ، یُؤَدِّہٖ، نُصْلِہٖ، نُؤْتِہٖ کو حمزہ، شعبہ اور بصری نے اسکان ھاء سے پڑھا ہے، قالون کے لیے بلاخلف قصر ہے۔ ہشام کے لیے قصر و اشباع دو وجہ ہیں۔ اور باقین (ورش، مکی، ابن ذکوان، حفص، کسائی) بالاشباع پڑھتے ہیں لہٰذا قرأتین تین ہوئیں۔ اسکان ھا قصر، مد۔ اَلْقِہْ اِلَیْھِمْ، اس میں بھی مذاہب وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے صرف اتنا فرق ہے کہ حفص اس کو مثل شعبہ کے ساکن الہا پڑھتے ہیں۔ یعنی بصری، عاصم، حمزہ کے لیے سکونِ ھا۔ قالون کے لیے قصر، ہشام کے لیے قصر و اشباع اور ورش، مکی، ابن ذکوان، کسائی کے لیے اشباع۔

یَتَّقْہِ حفص نے اس کو بسکون القاف پڑھا اور باقین نے بکسر القاف۔ یہ تو قاف میں اختلاف ہوا۔ ھاءِ ضمیر میں یہ کہ حفص کے لیے کسرۂ مقصورہ قالون کے لیے کسرۂ قاف و قصر، بصری و شعبہ کے لیے بکسر القاف و سکونِ ھاء، ہشام کے لیے دو وجھیں بکسر قاف ھاء میں قصر و اشباع۔ خلاد کے لیے دو وجھیں بکسر قاف و سکونِ ھا۔ بکسر القاف و اشباع، اور باقین (ورش، مکی، ابن ذکوان، خلف اور کسائی) کے لیے کسرِ قاف و اشباع ھاء۔ یَأْتِہٖ سوسی کے لیے اسکانِ ھاء قالون و ہشام دونوں کے لیے دو دو وجہ کسرۂ مقصورہ اور کسرۂ موصولہ۔ اور باقین (ورش، مکی، دوری بصری، ابن ذکوان، عاصم، حمزہ اور کسائی) کے لیے کسرۂ موصولہ۔

نوٹ:۔ ناظم کے بیان سے محققین نے اختلاف کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ طریق ناظم کے مطابق ہشام کے لیے یَأْتِہٖ میں صرف ایک وجہ اشباع پڑھنی چاہیئے قصر نہیں۔

۷/۱۶۴ وَاِسْكَانُ يَرْضَهُ يُمْنُهُ لُبْسُ طَيِّبٍ ۔۔۔ بِخُلْفِهِمَا وَالْقَصْرَ فَاذْكُرْهُ نَوْفَلَا

لَهُ الرَّحْبُ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور یَرْضَہُ میں اسکانِ ھاء یُمن کے لیے بلاخلف اور لُبْس طَیِّب کے لیے بالخلف ہے۔ اور قصر فاذکرہ، نوفل لہ اور الرَّحْب کے لیے ہے۔

یعنی وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ زمر میں ھاءِ ضمیر سوسی کے لیے بلاخلف اور بصری و ہشام کے لیے بالخلف ساکن ہے اور حمزہ، عاصم، ہشام (دوسری وجہ میں) اور نافع کے لیے قصر ہے، اور باقین کے لیے ضمہ موصولہ ہے۔ اور دوری، بصری کی دوسری وجہ بھی یہی ہے۔

۸/۱۶۵ ۔۔۔۔ وَالزِّلْزَالُ خَيْرًا يَرَهْ بِهَا ۔۔۔ وَشَرًّا يَرَهْ حَرْفَيْهِ سَكِّنْ لِيَسْهُلَا

اور سورۂ زلزال میں خَیْرًا یَّرَہٗ اور شَرًّا یَّرَہٗ کے دونوں کلموں (کی ھاء ضمیر) کو ساکن پڑھ لِیُسْھِلَا کے رموز ہشام کے لیے۔

یعنی ہشام کے لیے یَرَہٗ کے دونوں کلموں میں ھاء وصلاً و وقفاً ساکن ہے اور باقین نے وصلاً ضمہ موصولہ اور وقفاً بسکون ھاء پڑھا ہے۔ الزلزال کی قید سے لَمْ یَرَہٗ اَحَدٌ سورۂ بلد والا کلمہ نکل گیا جس میں تمام قراء کے لیے فقط ضمۂ موصولہ ہے۔

٩/١٦٦ وَعَی نَفَرٌ اَرْجِئْہُ بِالْھَمْزِ سَاکِناً وَفِی الْھَاءِ ضَمٌّ لَفَّ دَعْوَاہُ حَرْمَلَا

محفوظ کیا نفر نے اَرْجِئْہُ کو ہمزہ ساکنہ کے ساتھ اور ہاء پر ضمہ ہے۔ لَفَّ، دَعْوَاہُ، حَرْمَلَ کے مرموزین کے لیے۔

١٠/١٦٧ وَاَسْکِنْ نَصِیْرًا فَازَ وَاکْسِرْ لِغَیْرِھِمْ وَصِلْھَا جَوَادًا دُوْنَ رَیْبٍ لِتُوْصَلَا

اور تو نَصِیْرًا فَازَ کے لیے ھاء ضمیر کو ساکن پڑھ۔ اور اس ضمیر کو مکسور پڑھ باقین (نافع، ابن ذکوان، کسائی) کے لیے اور صلہ کر جَوَادًا دُوْنَ رَیْبٍ لِتُوْصَلَا کے لیے۔

مطلب یہ کہ اَرْجِئْہُ اعراف وشعراء میں نفر کے مرموزین مکی، بصری، شامی کے لیے بالھمز اَرْجِئْہُ اور باقین نافع، عاصم، حمزہ، کسائی بغیر ہمزہ پڑھتے ہیں۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ نفر کے مرموزین میں سے ہشام، مکی اور بصری نے ھاء کو ضمہ پڑھا ہے۔ اور عاصم و حمزہ نے ھاء ضمیر کو اسکان کے ساتھ پڑھا ہے اور باقین نے یعنی نافع، ابن ذکوان اور کسائی نے بکسر ھاء پڑھا ہے تیسرا مسئلہ صلہ کا ہے جس میں فرمایا کہ ورش کی کسائی اور ہشام نے صلۂ ھاء کے ساتھ پڑھا ہے غلاصہ یہ نکلتا ہے کہ قالون نے بترک الھمز، بکسر ھاء اور قصر کے ساتھ اَرْجِہٖ پڑھا ہے۔ ورش اور کسائی بغیر ہمزہ اور کسرۂ موصولہ کے ساتھ پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِہٖ۔ مکی اور ہشام بالھمز مع ضمۂ موصولہ پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِئْھُوْ۔ ابوعمرو بصری بالھمز وضمۂ مقصورہ پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِئْہُ۔ ابن ذکوان بالھمز وکسرۂ مقصورہ پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِئْہِ۔ عاصم وحمزہ بغیر ہمزہ واسکان ھاء پڑھتے ہیں یعنی اَرْجِہْ۔ لہٰذا اس لفظ میں کل چھ قراءتیں ہوئیں تین قراءتیں، ہمزہ پڑھنے والوں کے لیے۔ (۱) اَرْجِئْھُوْ۔ مکی وہشام کے لیے۔ (۲) اَرْجِئْہُ۔ بصری کے لیے۔ (۳) اَرْجِئْہِ۔ ابن ذکوان کے لیے۔

غیر ہامزین کے لیے تین قراءتیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) اَرْجِہِ۔ قالون کے لیے۔ (۲) اَرْجِہٖ۔ ورش وکسائی کے لیے (۳) اَرْجِہْ۔ عاصم وحمزہ کے لیے۔

بَابُ الْمَدِّ وَالْقَصْرِ

۱/۱۶۸ اِذَا اَلِفٌ اَوْ يَاءٌ هَا بَعْدَ كَسْرَةٍ ۔ اَوِ الْوَاوُ عَنْ ضَمٍّ لَقِي الْهَمْزَ طُوِّلَا

جس وقت الف یا یاء ساکنہ بعد الکسر یا واؤ ساکنہ بعد ضم ہمزہ کے ساتھ متصل ہو کر آئے تو حرف مد کو لمبا کر کے پڑھا جائیگا۔ الف، یاء ساکنہ بعد الکسر اور واؤ ساکنہ بعد الضم کو حرفِ مد ولین یا حرفِ مد کہتے ہیں۔ واؤ ساکنہ بعد الفتح، یاء ساکنہ بعد الفتح کو حرفِ لین کہا جاتا ہے۔ ناظم اس شعر میں مدِ فرعی کی ایک قسم، مدِ متصل کو بیان فرما رہے ہیں۔ اور اس مراد پر قرینہ یہ کہ مدِ منفصل کو آئندہ شعر میں بیان کرتے ہیں۔ تمام قراء اس بات پر متفق ہیں کہ مدِ متصل کو مدِ اصلی سے زیادہ بڑھا کر پڑھا جائے گا۔ لیکن مقدار میں اختلاف ہے، اگرچہ ناظم کی عبارت میں اس اختلاف سے تعرض نہیں کیا گیا، لیکن ان کے تلمیذ علامہ سخاوی ناقل ہیں کہ ناظم رحمہ اللہ کا عمل یہ تھا کہ وہ مدِ متصل میں ورش اور حمزہ کے لیے طول بقدرِ تین الف یا بالفاظِ دیگر بقدرِ چھ ۶ حرکات پڑھاتے تھے اور باقی قراء کے لیے توسط بقدرِ دو ۲ الف یعنی چار حرکات پڑھاتے تھے۔

قولہ اَوْ یَاءٌ هَا ضمیر الف کی طرف راجع ہے اور اضافت لِاَدْنیٰ مُلَابَسَت ہے یعنی مثل الف کے یاء ساکنہ۔ اسی طرح اَلْوَاوُ میں الف لام عہدی بمعنی واوِ ساکنہ۔

۲/۱۶۹ فَاِنْ يَنْفَصِلْ فَالْقَصْرُ بَادِرْهُ طَالِبًا ۔ بِخُلْفِهِمَا يُرْوِيكَ دَرًّا وَمُخْضَلَا

پس اگر ہمزہ حرف مد سے جدا ہو تو بَادِرْهُ طَالِبًا کے لیے بالخلف قصر ہے اور يُرْوِيكَ دَرًّا کے لیے صرف قصر ہے۔ بَادِرْهُ، جلدی کر اس کو لینے میں۔ يُرْوِيكَ، سیراب کرے تجھے۔ دَرًّا، دودھ۔ مُخْضَلًا، شادابی۔

یعنی اس شعر میں مدِ منفصل کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ مدِ منفصل میں سوسی اور مکی کے لیے صرف قصر بقدرِ دو حرکتین ہے۔ قالون اور دوری بصری کے لیے بخلف قصر اور توسط دونوں ہیں۔ اور باقی قراء غیر ورش و حمزہ کے لیے توسط بقدرِ اربع حرکات ہے اور ورش و حمزہ کے لیے طول بقدرِ چھ حرکات ہے۔ آگے مدِ متصل و منفصل کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔

۳/۱۷۰ كَجِيءَ وَعَنْ سُوءٍ وَشَاءَ اتِّصَالُهُ ۔ وَمَفْصُولُهُ فِي اُمِّهَا اَمْرُهُ اِلَى

جیسے جِیْءَ، عَنْ سُوْٓءٍ اور شَآءَ، یہ مثالیں متصل کی ہیں، اور منفصل کی مثالیں، فِیْٓ اُمِّهَا اور اَمْرُهٗٓ اِلَی ہیں۔ یعنی جِیْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ، اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ اور شَآءَ وغیرہ میں مدِ متصل ہے اور فِیْٓ اُمِّهَا اور اَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وغیرہ میں مدِ منفصل ہے۔

۴/۱۷۱ وَمَا بَعْدَ هَمْزٍ ثَابِتٍ اَوْ مُغَيَّرٍ   فَقَصْرٌ وَقَدْ يُرْوٰى لِوَرْشٍ مُطَوَّلَا

اور وہ حرفِ مد جو ہمزہ ثابتہ یا مغیرہ کے بعد ہو وہ قصر کے ساتھ اور ورش کے لیے مد طویل کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

۵/۱۷۲ وَوَسَّطَهٗ قَوْمٌ كَاٰمَنَ هٰٓؤُلَآ   ءِ اٰلِهَةً اٰتٰى لِلْاِيْمَانِ مُثِّلَا

اور ایک قوم نے اس میں توسط کیا ہے۔ جیسے اٰمَنَ، هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً۔ اٰتٰى، اور لِلْاِيْمَانِ۔ مثالیں دی گئی ہیں۔

یعنی حرفِ مد جب ہمزہ کے بعد واقع ہو خواہ یہ ہمزہ محقق ہو یا مغیر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ تمام قراء کے لیے جن میں ورش بھی داخل ہیں قصر ہوتا ہے لیکن ورش کے لیے اس میں طول بقدر چھ حرکات اور توسط بقدر چار حرکات بھی جائز ہے۔ لہٰذا اس نوع میں کہ جس کو مد بدل بھی کہتے ہیں، ورش کے لیے تین وجوہ ہیں۔ قصر، توسط، طول۔ آگے ناظم نے اس مد بدل کی چار مثالیں دی ہیں، جن میں سے دو میں حرفِ مد سے پہلے ہمزہ محقق ہے یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ اور اٰتَى الْمَالَ اور دو میں ہمزہ مغیرہ الابدال ہے۔ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً کہ ہمزۂ ثانیہ ورش کے یہاں یا سے بدلتا ہے اور لِلْاِيْمَانِ کہ ہمزہ نقلِ حرکت کی وجہ سے محذوف ہے۔ تغیر کی ایک تیسری مثال تسہیل کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے مثلاً ءَاٰمَنْتُمْ کہ دوسرا ہمزہ مسہل ہے۔

۶/۱۷۳ سِوٰى يَاءِ اِسْرَآئِيْلَ اَوْ بَعْدَ سَاكِنٍ   صَحِيْحٍ كَقُرْاٰنٍ وَمَسْؤُلًا اسْئَلَا

سوائے لفظ اسرائیل کی یاء کے، اور سوائے اس حرفِ مد کے، جو واقع ہو بعد ساکن صحیح کے، جیسے لفظ قُرْاٰن اور مَسْئُوْلًا خوب تحقیق کر لے تو۔

یہاں سے ناظم نے تین شعروں میں مد بدل میں تین وجوہ کی استثنائی شکلوں کو بیان کیا ہے، اور استثناء کے ذیل میں لفظ اسرائیل کی یاء کو سب سے پہلے بیان کیا یعنی تمام قرآن میں لفظ اسرائیل کی یاء تثلیث (تین وجوہ کا جواز) سے باجماع مستثنیٰ ہے۔ لہٰذا صرف قصر ہوگا۔ اس کے بعد ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ اگر حرف مد، بعد الہمز ہو اور یہ ہمزہ بعد ساکن صحیح متصل کے ہو جیسے اَلْقُرْاٰنُ، اَلظَّمْاٰنُ، مَسْئُوْلًا، مَذْءُوْمًا، تو اس قسم کے تمام الفاظ میں ورش کے لیے صرف قصر ہے۔ اس قاعدہ کی قیود پر غور کر لینا چاہیئے۔ اسی لیے اِسْئَلَا فرمایا۔ قَوْلُهٗ بَعْدَ سَاكِنٍ احتراز ہے اس حرف مد سے جو واقع ہو ایسے ہمزہ کے بعد کہ واقع ہو رہا ہو وہ ہمزہ بعد متحرک کے، مثلاً سَاوِيْ، مَاٰبٍ تو ورش کے لیے تینوں وجہیں ہیں۔ قولہ صَحِيْحٍ احتراز مقصود ہے اس حرف مد سے کہ واقع ہو بعد ہمزہ کے، اور یہ ہمزہ بعد ساکن غیر صحیح کے ہو جیسے جَآءُوْا، بَآءُوْا یا بعد حرفِ لین کے ہو جیسے سَوْءٰتِ۔ کہ اس میں بھی ورش کے لیے تثلیث ہے۔ قولہ مُتَّصِلٍ۔ احتراز ہے اس حرف مد سے جو واقع ہو رہا ہو۔ بعد ہمزہ کے، اور ہمزہ واقع ہو بعد ساکن صحیح منفصل کے جیسے

مَنْ اٰمَنَ ، مَنْ اُوْتِیَ ایسے حرفِ مد میں ورش کے لیے تثلیث ہوگی۔

۱۷۴ وَمَا بَعْدَ هَمْزِ الْوَصْلِ اِیْتِ وَبَعْضُهُمْ یُؤَاخِذُکُمْ اٰلْاٰنَ مُسْتَفْهِمًا تَلَا

اور سوائے اس حرفِ مد کے، جو بعد ہمزۂ وصل کے ہو جیسے اِیْتِ۔ اور بعض مشائخ نے یُؤَاخِذُکُمْ کو اور اٰلْاٰنَ کو دراں حال کہ وہ ہمزۂ استفہام والا ہو مستثنیات میں پڑھا ہے۔

تثلیث سے مستثنیات کے ذیل میں دوسرا قاعدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمزۂ وصل کے بعد آنے والے حرفِ مد میں ورش کی یہ تینوں وجہیں جاری نہ ہوں گی اور صرف قصر ہوگا جیسے اِیْتِ بِقُرْاٰنٍ ، اُوْتُمِنَ اَمَانَتَہٗ ۔ اِیْذَنْ لِّیْ ۔ استثناء کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں حرفِ مد بھی عارضی ہے کیونکہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اور خود ہمزہ بھی عارضی ہے جو کہ وصل میں حذف ہو جاتا ہے۔

دوسرا لفظ جو تثلیث سے مستثنیٰ ہے یُؤَاخِذُ ہے جیسے لَا تُؤَاخِذْنَا ، لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ۔ لہٰذا لفظ اسرائیل کی طرح اس لفظ کو بھی تثلیث سے مستثنیٰ سمجھنا چاہیے۔ ایک چیز جو یہاں قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ناظم نے وَبَعْضُهُمْ فرمایا ہے جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ لفظ یُؤَاخِذُ کا استثناء بعض ناقلینِ ورش کے یہاں ہے اور بعض کے یہاں نہیں ہے۔ حالانکہ یہ کلمہ باجماع مستثنیٰ ہے یعنی باجماع صرف قصر ہے لہٰذا مناسب ہوتا کہ ناظم وَبَعْضُهُمْ نہ فرماتے۔ (الوافی فی شرح الشاطبیہ) اس کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ ادا نے ورش کے لیے تثلیث سے دو کلموں کو نیز مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ایک اٰلْاٰنَ، جو ہمزۂ استفہام کے ساتھ ہے اور یہ یونس میں دو جگہ ہے آٰلْاٰنَ وَقَدْ کُنْتُمْ اور آٰلْاٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ۔ ان بعض مشائخ نے اس میں توسط اور طول سے منع کرتے ہوئے صرف قصر کیا ہے۔ یاد رہے کہ گفتگو، لام کے بعد والے الف مدہ میں ہو رہی ہے کیونکہ پہلا الف اس باب سے تعلق نہیں رکھتا ہے بلکہ اس کا مد، سکونِ لازم مقدر کی وجہ سے ہے اور چونکہ سکون مقدر ہے اس لیے پہلے الف میں ورش اور قالون دونوں کے لیے دو وجہیں ہیں، طولٌ اعتبارًا للاصل اور قصرٌ اعتبارًا لحرکۃ اللام العارضۃ

قَوْلہ مُسْتَفْهِمًا یہ قید احترازی ہے۔ کیونکہ اٰلْاٰنَ غیر استفہامیہ میں باتفاق جمیع اہلِ ادا، ورش کے لیے تثلیث ہوگی جیسے اٰلْاٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ، اٰلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ دوسرا کلمہ جس کو بعض مشائخ نے تثلیث سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اٰلْاُوْلٰی ہے جو سورۂ نجم میں لفظ عَادًا کے بعد واقع ہے وَاَنَّہٗ اَهْلَکَ عَادًا اُلْاُوْلٰی پس ان بعض مشائخ کے یہاں اس میں صرف قصر ہوگا۔ اور سورۂ نجم کی تقیید سے سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ، فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی ، خارج نہیں ہوئے کہ باتفاق ورش کے لیے تثلیث ہو گی۔ اَلْاُوْلٰی کا ذکر آئندہ شعر میں آ رہا ہے ۔ اس جگہ ایک استثنائی اصول اور بھی ہے جس کو ناظم نے بیان نہیں کیا، مناسب تھا کہ اس کو بھی ذکر فرماتے۔ اور وہ یہ کہ جو حرفِ مد، ہمزہ کے بعد تنوین سے بدل کر آیا ہو جیسے دُعَآءً ، نِدَآءً ، غُثَآءً ، خَطَاءً وغیرہ بحالتِ وقف تنوین، الف سے بدل جائے گی۔ ورش کے لیے اس میں بھی باجماع صرف قصر ہوگا۔ کیونکہ الف عارضی ہے اسی لیے رَاَ الْقَمَرَ ، تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ ۔ میں عند الوقف تثلیث ہے کیونکہ الف کا وجود اصلاً ثابت ہے۔ اور اجماع

ساکنین کی وجہ سے عارضی طور پر حذف ہے۔

۸/۱۷۵ وَعَادًا الْاُوْلٰی وَابْنُ غَلْبُوْنَ طَاهِرٌ بِقَصْرِ جَمِيْعِ الْبَابِ قَالَ وَقَوَّلَا

اور سوائے عَادًا الْاُوْلٰی کے۔ اور شیخ ابن غلبون طاہر نے اس پورے باب میں قصر ہی کہا ہے اور کہلایا ہے۔

عَادًا الْاُوْلٰی والی گفتگو اوپر گزر چکی ہے فرماتے ہیں کہ شیخ ابن غلبون طاہر نے اس پورے باب میں یعنی حرفِ مد، بعد ہمزِ ثابتٍ اَوْ مغیّرٍ میں قصر ہی پڑھا پڑھایا ہے۔ قَوَّلَ یعنی قَوَّلَ غَیْرَہٗ مطلب یہ کہ اسی قصر کے ساتھ دوسروں کو بھی قائل کیا ہے، یا مراد ہے قَوَّلَ وَرْشًا یعنی قصر کو ورش کی طرف بھی منسوب کیا ہے کہ ورش قصر ہی کیا کرتے تھے، یا قَوَّلَ بمعنی تَقَوَّلَ ہے۔ یعنی قصر کے علاوہ کو تَقَوَّلَ افتراء کی طرف منسوب کیا ہے یعنی قصر ہی صحیح اور باقی سب وہم ہے۔

نوٹ:۔ شیخ ابن غلبون، علومِ قراءت میں حجت اور سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ابو الحسن ابنِ غلبون طاہر پورا نام ہے۔ ان کے والد علامہ عبد المنعم بن غلبون ہیں۔

یہ دونوں باپ بیٹے نہایت فاضل علماء قراءت میں سے ہوئے ہیں اس فن میں ان دونوں کی بڑی بیش قیمت اور مفید تصانیف ملتی ہیں یہ دونوں حلبی ہیں۔ مصر میں اقامت اختیار کی، بے شمار دنیا کو ان دونوں سے علمی فیض حاصل ہوا دونوں کا انتقال مصر میں ہوا۔ والد کی تصانیف میں سے کتاب الارشاد ہے ان کے مشہور تلامیذ میں سے مکی ابن ابی طالب قیسی ہیں بیٹے کی تصانیف میں سے کتاب التذکرہ مشہور ہے۔ اور شاگردوں میں امام ابو عمرو دانی، مؤلفِ کتاب التیسیر ہیں۔ رحمہم اللہ جمیعًا۔

۹/۱۷۶ وَعَنْ كُلِّهِمْ بِالْمَدِّ مَا قَبْلَ سَاكِنٍ وَعِنْدَ سُكُوْنِ الْوَقْفِ وَجْهَانِ اُصِّلَا

اور تمام قراء سے مد کرنا ثابت ہے اس حرفِ مد میں کہ جو قبل ساکن لازم ہو، اور سکونِ وقفی کے وقت دو وجہیں اصل قرار دی گئی ہیں ناظم رحمہ اللہ جب ان انواعِ مد سے فارغ ہو گئے جن میں سببِ مد ہمزہ تھا تو اب ان انواع کو شروع کرتے ہیں۔ جن میں سببِ مد سکون ہوتا ہے اور سکون کی دو قسمیں ہیں سکونِ لازم، کہ حرفِ مد سے وصلاً وقفاً کسی حال میں بھی جدا نہ ہو۔ اور سکونِ عارض یعنی اصل میں تو حرفِ متحرک ہو مگر وقف کی وجہ سے ساکن ہو جائے۔ ناظم نے پہلے مصرعہ میں قسمِ اول کو بیان فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ تمام قراء کے یہاں یہ مد بلا اختلافِ مقدارِ طول کے ساتھ بقدر چھ حرکات ہوتا ہے جیسے الضَّآلِّيْنَ، الطَّآمَّةُ، آلذّٰكَرَيْنِ، اسی طرح وَلَا تَيَمَّمُوْا، وَلَا تَعَاوَنُوْا، بزی کے یہاں۔ اور اسی طرح وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا. فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا وغیرہ قراءتِ حمزہ میں۔ مدِ لازم کی مذکورہ قسموں میں سببِ مد، ادغام کی وجہ سے تشدید ہے اور تشدید وادغام نہ ہو بلکہ سکون محض ہو تو وہ بھی اسی قسم میں داخل ہے جیسے آلْـٰٔنَ اور صٓ، قٓ، نٓ، مقطعات پر ناظم مفصلاً کلام

فرمانے والے ہیں) اور جیسے مَحْیَایْ بسکونِ یا پڑھنے والوں کی قراءت ہیں۔ بہرحال مدنی کلمۂ واحدہ مراد ہے دو کلموں میں یہ شکل متصور نہیں جیسے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا وغیرہ کہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے حرفِ مد حذف ہوجاتا ہے دوسرے مصرعہ میں کہ سکون عارضی کی وجہ سے مدعارض وقفی میں دو وجہیں اصل ہیں، ایک مدطویل بقدر چھ حرکات دوسرے مدمتوسط بقدر چار حرکات۔ اور یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے "اصل قرار دی گئی ہیں" سے اشارہ ہے۔ کہ مدعارضی وقفی میں قصر بھی جائز ہے مگر رائج و مشہور نہیں۔ علماء نے فرمایا کہ مد کے ان احکام میں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ حرفِ مد مصاحف میں مرسوم ہے یا نہیں۔ مرسوم ہو جیسے عالمین، لَیُؤْمِنُوْنَ، الرحیم یا نہ ہو جیسے الرَّحْمٰن اسی طرح حرف مد اصل ہو یا مبدل ہو جیسے الذئب، لَمْ یُؤْنَ، وَاشْتَعَلَ الرَّاس مبدلین کی قراءت میں۔

اور یاد رکھنا چاہیے کہ مدعارض وقفی کی طرح اس حرفِ مد میں بھی تینوں وجہیں (طول، توسط، قصر) جائز ہیں جس میں سوسی کے لیے ادغام کبیر کی وجہ سے سکونِ عارض ہوجائے جیسے قَالَ لَهُمْ، الرَّحِیْم مَّلِكِ وغیرہ۔

۱۰/۱۷۷ وَمُدَّ لَهُ عِنْدَ الْفَوَاتِحِ مُشْبِعًا ۔۔۔ وَفِیْ عَیْنٍ الْوَجْهَانِ وَالطُّوْلُ فُضِّلَا

اور تو مد کر اس ساکن کی وجہ سے حروفِ مقطعات میں خوب لمبا۔ اور حرف عَیْن میں دو وجہیں ہیں اور طول کو فضیلت دی گئی ہے۔

یعنی وہ حروفِ مقطعات کہ جو سہ حرفی ہیں اور درمیانی حرف، مدہ ہے ان میں باجماع تمام قراء کے لیے طول بقدر چھ حرکات ہوگا اور ایسے حروف سات ہیں لام، میم، کاف، صاد، قاف، سین، نون۔ البتہ اگر حرف ساکن کسی وجہ سے متحرک ہوجائے جیسے تمام قراء کے لیے الٓمّٓ اللّٰهُ بحالتِ وصل، یا جیسے ورش کے لیے الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاس بحالت وصل ونقل تو ایسی صورت میں دو وجہیں ہیں۔ اصل پر نظر کرتے ہوئے طول۔ اور عارضی حرکت پر نظر کرتے ہوئے قصر۔ لیکن توسط کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ حرفِ عَیْن (جو کہ مریم و شوریٰ کے اوائل میں واقع ہے) میں دو وجہیں ہیں، اَلْوَجْهَان میں الف لام عہدی ہے یعنی وہی دو وجہیں جو مدعارض وقفی میں بیان کر کے آئے ہیں طول اور توسط۔ اور طول اقوی اور ارجح ہے توسط سے۔ نیز یاد رہے کہ قراءت میں دو لفظ هٰذَانِّ، اور اَلَّذَانِّ بتشدید نون پڑھے گئے ہیں ان دونوں میں بھی اس تشدید والی وجہ میں یہی دو وجہیں ہیں طول اور توسط اور طول کو فضیلت ہے۔

۱۱/۱۷۸ وَفِیْ نَحْوِ طٰهٰ الْقَصْرُ اِذْ لَیْسَ سَاکِنٌ ۔۔۔ وَمَا فِیْ اَلِفْ مِنْ حَرْفِ مَدٍّ فَیُمْطَلَا

اور طٰهٰ جیسے حرفوں میں قصر ہے اس لیے کہ یہاں کوئی ساکن نہیں، اور حرف اَلِف میں تو کوئی حرف مد ہی نہیں

کہ جس کو کھینچا جائے۔

یعنی جن حروف مقطعات کی بنا دو حرفوں پر ہے تو ان میں صرف قصر ہے اس لیے کہ حرف مد کے بعد کوئی ساکن ہی نہیں کہ جس کی وجہ سے مد کیا جائے ایسے دو حرفی، حروف ، ظا، ھا، را، یا، اور حا پانچ حروف ہیں اور اخیر میں فرمایا کہ حرف الف اگرچہ سہ حرفی ہے مگر اس میں درمیانی حرف، حرفِ مد نہیں۔ لہٰذا مطلقاً مد نہ ہو گا۔

قولہ فَیُمْطَلَا، مطل، سے بمعنی دراز کرنا۔

۱۲/۱۷۹ وَإِنْ تَسْكُنِ الْيَاءُ بَيْنَ فَتْحٍ وَهَمْزَةٍ بِكِلْمَةٍ اَوْ وَاوٍ فَوَجْهَانِ جُمِّلَا

۱۳/۱۸۰ بِطُولٍ وَقَصْرٍ وَصْلُ وَرْشٍ وَوَقْفُهُ ....

اور اگر یاء یا واؤ ایک کلمہ میں فتحہ اور ہمزہ کے درمیان میں واقع ہو تو اس یاء اور واؤ میں دو وجہیں خوبصورت قرار دی گئی ہیں۔ ایسی یاء اور واؤ ورش کے لیے وصل اور وقف دونوں حالتوں میں طول اور توسط کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔

ناظم نے ابیاتِ سابقہ میں حرف مدہ کی انواع ذکر فرمائیں جب کہ وہ ہمزہ یا سکون کے ساتھ واقع ہوں۔ اور اب لین کے دونوں حرف واؤ اور یاء کا حال ذکر کرتے ہیں۔ جب وہ ہمزہ یا سکون کے ساتھ واقع ہوں سکون کا حال تو آگے آرہا ہے پہلے ہمزہ کے ساتھ سمجھ لیجئے۔ تو فرمایا کہ جب یاء اور واؤ ایک کلمہ میں اس طرح واقع ہوں کہ ان سے پہلے حرف پر فتحہ ہو اور بعد میں ہمزہ ہو تو ورش کے لیے ایسی واؤ یاء میں وصلاً و وقفاً دو وجہیں ہیں طول اور توسط۔ عام اس سے کہ یہ حرفِ لین وسط کلمہ میں ہو جیسے شَيْئًا۔ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ، وَلَا تَيْئَسُوا، سَوْءَةَ اَخِيْهِ، سَوْاٰتُهُمَا۔ یا آخر کلمہ میں ہوں مثلاً شَيْءٍ، ظَنَّ السَّوْءِ۔ قولہ بِكِلْمَةٍ یہ قید اس لیے لگائی کہ دو کلموں میں یہ مد نہ ہوگا بلکہ ورش کے لیے نقل حرکت ہوگی اور ہمزہ حذف ہو جائے گا۔ مثلاً وَلَوْ اٰمَنَ، اِبْنَيْ اٰدَمَ۔ قولہ وَقَصْرٍ قصر سے ناظم کی مراد توسط ہے۔ کیونکہ طول کے ساتھ جب لفظ قصر بولا جائے تو اس سے قصر اصطلاحی نہیں بلکہ عدم الطول یعنی توسط مراد ہوتا ہے۔ اور جب مد کے ساتھ قصر بولا جائے تو اس وقت قصر سے اصطلاحی قصر ہی مراد ہوتا ہے۔ آگے حرف لین کے بعد سکون عارضی پائے جانے کا حال بیان کرتے ہیں۔

۱۳ .... وَعِنْدَ سُكُونِ الْوَقْفِ لِلْكُلِّ اَعْمِلَا

۱۴/۱۸۱ وَعَنْهُمْ سُقُوطُ الْمَدِّ فِيْهِ وَوَرْشُهُمْ يُوَافِقُهُمْ فِيْ حَيْثُ لَا هَمْزَ مُدْخَلَا

اور حرفِ لین میں سکونِ وقفی کے وقت تمام قراء کے لیے یہ دونوں وجہیں (طول و توسط) عمل میں لائی گئی ہیں۔ اور انہیں تمام قراء سے اس قسم (مدِّ لین عارض) میں مد کا سقوط (یعنی قصر) بھی وارد ہے۔ اور ورش بھی ان جمہور قراء کی (اس طول توسط قصر میں) اس مقام پر (مدِّ لین عارض میں) موافقت کرتے ہیں جہاں حرفِ لین کے بعد ہمزہ داخل کیا ہوا نہ ہو ''۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس لفظ میں یہ شکل ہو کہ واؤ (لین) یا یاء (لین) سے پہلے فتحہ ہو اور ان کے بعد آخر کلمہ میں ہمزہ ہو تو ورش کے لیے اس میں وصلاً وقفاً طول یا توسط ہوگا اور غیر ورش کے لیے اس میں بحالت وقف تینن وجوہ ہیں طول، توسط، قصر اور وصل میں کوئی خاص حکم نہیں اور جب واوِ لین یا یا، لین کے بعد ہمزہ نہ ہو تو ورش وغیرہ میں وصلاً وقفاً کوئی فرق نہیں یعنی سب کے لیے وقف میں تینوں وجوہ ہیں۔ اور وصل میں کوئی خاص حکم نہیں مثلاً وَاَيِّ الْعَيْنِ، فَلَا فَوْتَ، اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ، حَذَرَ الْمَوْتِ، لَيْكِنْ شَيْئٍ اور سَوْءٍ میں ورش کے لیے وصلاً وقفاً دونوں حالتوں میں طول و توسط ہے اور جمہور کے یہاں وقف میں تینوں وجوہ جائز ہیں اور وصل میں کچھ نہیں۔

۱۵/۱۸۲ وَفِيْ وَاوِ سَوْءَاتٍ خِلَافٌ لِوَرْشِهِمْ   وَعَنْ كُلٍّ الْمَوْءُوْدَةُ اقْصُرْ وَمَوْئِلَا

اور سَوْءَات کی واؤ میں ورش کے لیے خلف ہے اور تمام ناقلینِ روایتِ ورش سے روایت کیا گیا کہ قصر کر تو الْمَوْءُوْدَةُ اور مَوْئِلًا میں ''۔

یعنی سَوْءَاتَ کی واؤ میں ناقلینِ روایتِ ورش میں اختلاف ہے بعض مشائخ اس لفظ کو مدِّ لین کے اس باب سے خارج قرار دیتے ہیں لہٰذا نہ توسط اور نہ مد، بلکہ قَوْلًا اور خَوْفًا کی طرح واؤ کو پڑھتے ہیں اور بعض نے اس کو باب سے خارج نہیں مانا ہے بلکہ اَلسَّوْءَةُ کی طرح داخلِ باب مانتے ہیں لہٰذا اس میں بھی حسبِ معمول طول و توسط کیا ہے۔ دونوں طرق جمع کرنے سے نکلا کہ ورش کے لیے اس میں تینوں وجوہ جائز ہیں قصر، توسط، طول۔ لیکن محققین نے اس میں یہ بات کہی ہے کہ خلف اس میں قصر و توسط میں دائر ہے۔ اور قصر کی صورت میں اس مدِّ بدل میں جو اس واؤ کے بعد ہے قصر، توسط، طول تینوں جائز ہیں اور توسط کی صورت میں بدل میں صرف توسط ہوگا۔ گویا کل چار صورتیں ہوئیں، چنانچہ محقق الفن علامہ جزری اسی کے قائل ہیں۔ اور اسی پر عمل ہے۔ اس کے بعد ناظم صاحب نے تمام رواۃِ ورش سے دو کلموں میں قصر واؤ کا حکم دیا ہے۔ وَاِذَا الْمَوْءُوْدَةُ (تکویر) مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (کہف)، یاد رہے کہ لفظ مَوْءُوْدَةُ میں پہلی واؤ مراد ہے۔ دوسری میں بدل ہونے کے باعث بالاتفاق تینوں وجوہ ہوں گی۔

نوٹ: یاد رہے کہ سَوْءَاتَ، مَوْءُوْدَةُ اور مَوْئِلًا میں قصر سے مراد مقدار دو حرکت کھینچنا نہیں بلکہ واؤ ساکنہ مجردہ طبعی المد کا تلفظ مراد ہے جیسے قَوْلِكُمْ کی واؤ۔ یہ بات تجوید کی اصطلاح کے مطابق ہے۔

بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَةٍ

۱/۱۸۳ وَتَسْهِيلُ اُخْرٰى هَمْزَتَيْنِ بِكَلِمَةٍ سَمَا وَبِذَاتِ الْفَتْحِ خُلْفٌ لِتَجْمُلَا

اور ایک کلمہ میں جمع ہونے والے دو ہمزوں میں سے دوسرے میں تسہیل سَمَا کے مرموزین (نافع، مکی، بصری) کے لیے ہے اور فتحہ والے (دوسرے) ہمزہ میں لِتَجْمُلَا کے (مرموز ہشام کے) لیے بھی تسہیل بالخلف ہے۔

جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں تو اس باب میں دوسرے ہمزہ کا حال بیان کرنا چاہتے ہیں یاد رہے کہ ان میں پہلا ہمزہ ہمیشہ مفتوح ہوگا اور دوسرا مفتوح مضموم اور مکسور تینوں طرح ہوگا۔ قراء کے یہاں تسہیل کے دو معنی ہیں۔ ایک مطلق تغیر جو شامل ہے تسہیل بین بین اور ابدال اور حذف تینوں تغیرات کو اور ایک تسہیل بین بین، اور وہی یہاں مراد ہے۔ تسہیل بین بین کا مطلب یہ ہے کہ ہمزہ کو بجائے محقق ادا کرنے کے، ہمزہ اور اس کی حرکت کے موافق حرف مد کے درمیان درمیان ادا کیا جائے یعنی مفتوح ہو تو بین الہمز والالف، مضموم ہو تو بین الہمز والواؤ اور مکسور ہو تو بین الہمز والیاء ادا کیا جائے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلمہ میں جب دو ہمزہ جمع ہوں تو سَمَا کے مرموزین کے لیے دوسرے میں تسہیل ہوگی خواہ وہ مفتوح ہو جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ، ءَاَنْتَ، ءَاَلِدُ، یا مکسورہ ہو جیسے ءَاِذَا، ءَاِنَّا، ءَاِنَّكَ، یا مضموم ہو جیسے ءَاُنْزِلَ، ءَاُلْقِيَ، ءَاُنَبِّئُكُمْ۔ قولہ وَبِذَاتِ الْفَتْحِ الخ یعنی ہمزۂ ثانیہ مفتوحہ میں ہشام کے لیے خلف ہے اس میں ان کے لیے دو وجہیں ہیں، تسہیل، تحقیق۔

۲/۱۸۴ وَقُلْ اَلِفًا عَنْ اَهْلِ مِصْرَ تَبَدَّلَتْ لِوَرْشٍ وَفِيْ بَغْدَادَ يُرْوٰى مُسَهَّلَا

اور کہہ تو کہ وہ ذات الفتح ہمزہ اہل مصر کے یہاں ورش کے لیے الف سے بدلا ہے اور بغداد میں وہ تسہیل کے ساتھ ہی روایت کیا جاتا ہے۔

یعنی ہمزۂ ثانیہ جب مفتوح ہو تو ورش کے لیے اس میں تغیر کس طرح کا ہو؟ اس میں ورش کے رواۃ مختلف ہیں، مصریوں کی روایت میں وہ الف سے بدلا جائے گا اور بغدادیوں کے یہاں اس میں تسہیل بین بین ہی ہوگی جیسا کہ ہمزۂ ثانیہ، مضموم و مکسور میں بھی ہے۔ لہذا ورش کے لیے ہمزۂ مکسورہ اور مضمومہ میں تو ایک ہی وجہ ہے یعنی تسہیل بین بین اور مفتوحہ میں دو وجہیں ہیں۔ ابدال بالالف اور تسہیل۔ ابدال بالالف کے ساتھ یہ بات یاد رہے کہ اگر اس ہمزۂ مُبْدَلَہ کے بعد حرف ساکن ہو جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ، ءَاَشْفَقْتُمْ تو اس الفِ مُبْدَلَہ میں طول بقدر چھ حرکات ہوگا کیونکہ الف کا مابعد ساکن لازم ہے لہذا مد لازم کلمی مخفف ہوا۔ اور اگر الف کا مابعد متحرک ہو، اور یہ صرف دو جگہ ہے۔ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ (ھود) اور ءَاَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ (ملک) تو الف مُبْدَلَہ کو بمقدار دو حرکتین مدِ اصلی کے درجہ میں پڑھا جائے گا، اور یہ جائز نہ ہوگا کہ اس کو مد بدل کے طور پر سمجھ لیا جائے کیونکہ ابدال کے عمل کی وجہ سے الف اصلی نہیں، عارضی ہے۔ نیز یاد رہے کہ علماء نے ءَاَنْتَ اور اسی طرح اَرَءَيْتَ پر وقف کی صورت میں وجہ ابدال کو

ناپسند ٹھیراتے ہوئے اس سے منع کیا ہے، بلکہ تسہیل کو بہتر قرار دیتے ہیں اور علت یہ ہے کہ ابدال کی صورت میں وقف کی وجہ سے تین حروف ساکنہ متواترہ جمع ہو جائیں گے جن میں صَوَافّ ہ کی طرح کوئی حرف مدغم نہیں اور کلام عرب میں اس کی مثال موجود نہیں، تاہم علامہ دانی نے اَرَأَیْتَ پر صرف وقف بالابدال کو جائز کہا ہے، اس صورت میں یا لین میں توسط ہونا چاہیئے طول ضعیف ہے۔ اور اس تمام بحث کے بعد ثابت ہوا کہ باقی غیر مذکورین کے لیے ہمزۂ ثانیہ میں تحقیق ہے مفتوح ہو، مکسور ہو یا مضموم ہو۔

۳/۱۸۵ وَحَقَّقَهَا فِي فُصِّلَتْ صُحْبَةٌ ءَ اَعْـ جَمِيٌّ وَالاُولٰى اَسْقِطَنْ لِتَسْهُلَا

اور تحقیق سے پڑھا ہے ہمزۂ ثانیہ مفتوحہ کو سورۂ فصّلت میں مرموزین صحبہ (حمزہ، کسائی، شعبہ) نے کلمہ ءَاَعْجَمِیٌّ میں۔ اور پہلے ہمزہ کو ساقط کر لِتَسْهُلَا کے مرموز ہشام کے لیے۔

یعنی سورۂ فصّلت میں کلمہ اَعْجَمِیٌّ کے ہمزۂ ثانیہ کو حمزہ، کسائی، شعبہ نے تحقیق سے پڑھا ہے اور ہشام نے ہمزۂ اول کا اسقاط کیا ہے اور ثانی میں تحقیق کی ہے، اور باقین قالون، مکّی، بصری، ابن ذکوان اور حفص نے ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کی ہے، جب کہ ورش کے لیے ثانی میں تسہیل اور ابدال دو وجہیں ہیں۔

۴/۱۸۶ وَهَمْزَةَ اَذْهَبْتُمْ فِي الْاَحْقَافِ شُفِّعَتْ بِاُخْرٰى كَمَا دَامَتْ وِصَالًا مُوَصَّلَا

اور سورۂ احقاف میں اَذْهَبْتُمْ کے ہمزہ میں دوسرے ہمزہ کی آمیزش کی گئی ہے، کَمَا دَامَتْ کے مرموزین شامی اور مکی کے لیے، یہ قراءت یونہی پہونچی اور پہونچائی گئی ہے۔

یعنی اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ (سورۂ احقاف میں) کے ہمزہ سے پہلے ایک اور ہمزۂ مفتوحہ کو ملا کر شامی اور مکی نے ءَاَذْهَبْتُمْ پڑھا ہے اور ہمزتین فی کلمۃ کے اصول کے مطابق مکی ثانیہ میں تسہیل بلا ادخال کرتے ہیں، اور شامی کے پہلے راوی ہشام تحقیق و تسہیل مع الادخال دو وجہیں پڑھتے ہیں اور دوسرے راوی ابن ذکوان تحقیق بلا ادخال پڑھتے ہیں۔ یاد رہے کہ بین الهمزتین ادخال الف کا مسئلہ عنقریب آگے آرہا ہے۔ شُفِّعَتْ تشفیع ایک کے ساتھ دوسری چیز ملا کر دو کر لینا۔ وِصَالًا مُوَصَّلًا یعنی مَنْقُوْلًا اَوْصَلَهٗ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔

۵/۱۸۷ وَفِي نُوْنَ فِي اَنْ كَانَ شَفَّعَ حَمْزَةٌ وَشُعْبَةُ اَيْضًا وَالدِّمَشْقِي مُسَهِّلَا

اور سورۂ نٓ میں لفظ اَنْ کَانَ میں حمزہ اور شعبہ اور دمشقی نے ہمزہ کا اضافہ کیا ہے اور حالت یہ کہ دمشقی دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ (نون) میں دوسرا ہمزہ ملاکر ءَ أَنْ پڑھا ہے حمزہ، شعبہ اور شامی نے۔ اور فرق یہ ہے کہ حمزہ اور شعبہ کے لیے تحقیق ہمزتین بلا ادخال ہے، اور ابن ذکوان کے لیے تحقیق اوّل و تسہیل ثانی بلا ادخال ہے اور ہشام کے لیے تحقیق اوّل و تسہیل ثانی مع الادخال ہے اور باقین کے لیے صرف ایک ہمزہ ہے۔

۱۸۸/۶ وَفِي آلِ عِمْرَانٍ عَنِ ابْنِ كَثِيرِهِمْ   يُشَفَّعُ أَنْ يُؤْتَى إِلَى مَا تَسَهَّلَا

اور ابن کثیر نے ان قراء میں سے آل عمران میں لفظ أَنْ يُؤْتَى کے ساتھ ہمزہ ملاکر پڑھا ہے کہ دوسرا ہمزہ تسہیل والا ہوا۔
یعنی سورۂ آل عمران میں أَنْ يُؤْتَى أَحَدٌ مثل مَا أُوتِيتُمْ کے پہلے ابن کثیر کی نے ہمزہ کا اضافہ کیا ہے، اور اپنے اصول کے مطابق وہ تحقیق اولیٰ و تسہیل ثانیہ بغیر ادخال پڑھتے ہیں۔ اور باقین ہمزۂ واحدہ پڑھتے ہیں۔ آل عمران کی قید لگادی تا کہ أَنْ يُؤْتَى صُحُفًا (مدثر) نہ سمجھا جائے۔

۱۸۹/۷ وَطٰهٰ وَفِي الْأَعْرَافِ وَالشُّعَرَا بِهَا   ءَ أٰمَنْتُمْ لِلْكُلِّ ثَالِثًا ابْدِلَا

طٰہٰ اور اعراف اور شعراء تینوں سورتوں میں لفظ ءَأٰمَنْتُمْ کے تیسرے ہمزہ کو تمام قراء کے لیے (الف سے) بدل دے۔
یعنی کلمۂ ءَأٰمَنْتُمْ تین سورتوں میں ہے، اعراف، طٰہٰ، اور شعراء میں۔ یہ اصل میں ءَأَأْمَنْتُمْ تین ہمزوں کے ساتھ ہے، اول اور ثانی مفتوح ہیں اور تیسرا ساکن، ناظم اس شعر میں حکم کرتے ہیں کہ تیسرے ہمزۂ ساکنہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق الف سے بدلو، اور یہ حکم تمام قراء کے لیے ہے۔

۱۹۰/۸ وَحَقَّقَ ثَانٍ صُحْبَةٌ وَلِقُنْبُلٍ   بِإِسْقَاطِهِ الْأُولَى بِطٰهٰ تُقُبِّلَا

اور مرموزین صحبہ حمزہ، کسائی، شعبہ نے ہمزۂ ثانیہ کو تحقیق سے پڑھا ہے (تینوں سورتوں میں) اور قنبل کے لیے سورۂ طٰہٰ میں پہلے ہمزہ کے اسقاط کے ساتھ قراءت مقبول ہوئی۔
بتلانا یہ ہے کہ حمزہ، کسائی، شعبہ نے ہمزۂ ثانیہ کو تینوں جگہ تحقیق سے پڑھا ہے، جس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ باقین نے ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کی ہے۔ مگر قنبل صرف طٰہٰ میں (اور حفص تینوں جگہ جیسا کہ آتا ہے) پہلے ہمزہ کا اسقاط کرتے ہیں۔ اور وہ ایک ہمزہ محققہ پڑھتے ہیں۔ اور باقی دو سورتوں اعراف اور شعراء میں ہمزۂ اولیٰ کا اثبات کرتے ہیں۔ اور قراءت نافع کی طرح ثانی میں تسہیل کرتے ہیں۔

۱۹۱/۹ وَفِي كُلِّهَا حَفْصٌ وَأَبْدَلَ قُنْبُلٌ   فِي الْأَعْرَافِ مِنْهَا الْوَاوَ وَالْمُلْكِ مُوْصِلَا

اور تینوں جگہ حفص نے پہلے ہمزہ کا اسقاط کیا ہے اور قنبل نے سورۂ اعراف میں پہلے ہمزہ کو اور سورۂ ملک میں بحالتِ وصل واؤ سے بدلا ہے۔

یعنی حفص نے تینوں جگہ ہمزۂ اول کا اسقاط کیا اور ایک ہمزۂ محققہ پڑھا اور قنبل نے اعراف میں پہلے ہمزہ کو واؤ سے بدلا ہے اور دوسرے میں بدستور تسہیل کی ہے۔ اور یہی صورت انہوں نے سورۂ ملک میں بھی اختیار کی ہے یعنی قَالَ فِرْعَوْنُ وَاٰمَنْتُمْ (اعراف) وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ وَاٰمِنْتُمْ (ملک)۔ اور یہ ابدال بالواؤ وصل میں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی فِرْعَوْنُ پر وقف کرے اور ءَ اٰمَنْتُمْ سے ابتدا کرے یا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ پر وقف کرے، اور ءَ اٰمِنْتُمْ سے ابتدا کرے تو پہلے ہمزہ کو تحقیق سے ہی پڑھے گا۔ یہاں ورش کے لیے یہ بھی یاد رہے کہ ءَ اٰمَنْتُمْ میں تینوں جگہ ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل محض ہوگی ابدال والی وجہ نہیں ہے اور بعد میں مدبدل کی تینوں صورتیں ہیں، قصر، توسط، طول۔

۱۰/۱۹۲ **وَاِنْ ہَمْزُ وَصْلٍ بَیْنَ لَامٍ مُسَکَّنٍ ۔۔۔ وَہَمْزَۃِ الِاسْتِفْہَامِ فَامْدُدْہُ مُبْدِلَا**

اور اگر ہمزۂ وصل، لامِ (تعریف) ساکنہ، اور ہمزۂ استفہام کے درمیان واقع ہو تو (ہمزۂ وصل کو حذف کرنے کے بجائے) اس کو الف سے بدل کر اس میں مد کرو۔

یہاں سے اس ہمزۂ وصل کا حکم بیان کرتے ہیں جو لامِ تعریف اور ہمزۂ استفہام کے درمیان واقع ہو۔ اور یہ صورت قرآن میں چھ جگہ باتفاق اور ایک جگہ صرف ابوعمرو بصری کی قراءت میں واقع ہے ءَ آلذَّکَرَیْنِ، دو جگہ (انعام) ءَ آلْئٰنَ دو جگہ (یونس) ءَ آللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ (یونس) ءَ آللّٰہُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۵ (نمل) مَا جِئْتُمْ بِہِ ءَ آلسِّحْرُ (یونس) علی قراءۃ البصری اہلِ ادا متفق ہیں کہ ان مواضع میں ہمزۂ وصل درج کلام میں واقع ہونے کے باوجود حذف نہ ہوگا ورنہ کلامِ انشاء کا خبر کے ساتھ التباس ہوگا۔ اس لیے ہمزۂ وصل میں تغیر کیا جائے گا۔ تغیر کی دو ہی صورتیں ہیں یا ابدال ہو یا تسہیل، اس شعر میں ابدال کو بیان کرتے ہیں کہ ہمزۂ وصل کو الف سے بدل کر مدِ طویل کیا جائے گا۔ البتہ اگر لامِ تعریف کو (نقلِ حرکت کی وجہ سے) حرکت عارض ہو جائے جیسے کہ قراءتِ نافع میں ءَ اٰلْاٰنَ (یونس) میں دونوں جگہ نقل کی وجہ سے لام مفتوح ہوا ہے۔ تو نافع کے لیے اصل پر نظر کرتے ہوئے طول اور عارض پر نظر کرتے ہوئے قصر دو وجہیں ہیں۔

۱۱/۱۹۳ **فَلِلْکُلِّ ذَا اَوْلٰی وَیَقْصُرُہُ الَّذِیْ ۔۔۔ یُسَہِّلُ عَنْ کُلٍّ کَاٰلْاٰنَ مُثِّلَا**

جمیع قراء کے لیے یہ ابدال ہی بہتر ہے۔ اور قصر کرتا ہے وہ شخص جو تمام قراء کے لیے اس ہمزہ میں تسہیل کرتا ہے۔ جیسے اٰلْاٰنَ اس کی مثال دی گئی ہے۔

یعنی جن مشائخ نے ان کلمات میں بجائے ابدال کے تسہیل کو اختیار کیا ہے وہ مد نہیں بلکہ قصر کرتے ہیں کیونکہ

ہمزۂ مسہلہ محققہ ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔

۱۲/۱۹۴ وَلَا مَدَّ بَيْنَ الْهَمْزَتَيْنِ هُنَا وَلَا بِحَيْثُ ثَلَاثٌ يَتَّفِقْنَ تَنَزُّلَا

اور نہیں جائز الف فاصل کا ادخال یہاں (یعنی مذکورہ سات کلمات میں) اور نہ ہی اس لفظ میں کہ تین ہمزہ واقع ہو رہے ہوں اس میں نزولاً۔

یعنی جن کلماتِ سبعہ میں کہ ہمزۂ وصل، بین ہمزۃ الاستفہام، ولام التعریف واقع ہوا ہے، ابدال میں اور نہ ہی تسہیل کی صورت میں، الف فاصل کا ادخال جائز نہیں، گویا جن حضرات کا مذہب ادخال بین الہمزتین ہے وہ بھی ادخال نہیں کریں گے اسی طرح الف فاصل کا ادخال ہر اس کلمے میں بھی جائز نہیں جس میں تین ہمزہ جمع ہو رہے ہوں اور یہ صورت لفظ آمنتم (اعراف، طٰہٰ، شعراء) میں ہے اور لفظ ءَأٰلِهَتُنَا (زخرف) میں ہے، فقط۔

۱۳/۱۹۵ وَاَضْرُبُ جَمْعِ الْهَمْزَتَيْنِ ثَلٰثَةٌ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ اَئِنَّا اَءُنْزِلَا

اور جمع ہمزتین (فی کلمۃ واحدہ) کی تین قسمیں ہیں۔ جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ، ءَاَئِنَّا، اور ءَاُنْزِلَ۔

اَضْرُبُ، ضَرْبٌ کی جمع بمعنی قسم، یعنی اجتماع ہمزتین فی کلمۃ کی اقسام قرآن مجید میں تین ہیں ایک یہ کہ دونوں مفتوحہ ہوں مثلاً ءَاَنْذَرْتَهُمْ، ءَاَسْلَمْتُمْ، ءَاَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔ دوسری یہ کہ پہلا مفتوحہ، دوسرا مکسورہ ہو جیسے ءَاِنَّكُمْ، ءَاَئِمَّةً۔ تیسری یہ کہ پہلا مفتوحہ دوسرا مضمومہ ہو جیسے اَؤُنَبِّئُكُمْ، ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ، تینوں قسموں میں پہلا ہمزہ مفتوح ہی ہے۔ اور دوسرا مفتوح، مکسور اور مضموم ہے۔

۱۴/۱۹۶ وَمَدُّكَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَالْكَسْرِ حُجَّةٌ بِهَا لُذْ وَقَبْلَ الْكَسْرِ خُلْفٌ لَهٗ وَلَا

اور تیرا ادخال الف کرنا فتح اور کسر سے پہلے حُجَّة، بِهَا اور لُذْ کے مرموزین کے لیے ہے اور کسرہ سے پہلے لَهٗ کے مرموز کے لیے خلف ہے، اس حال میں کہ تو موافقت کرے۔

یعنی یہ الف کہ جس کو الفِ فصل کہتے ہیں کیونکہ یہ بین الہمزتین فصل کرتا ہے حا، با اور لام کے مرموزین بصری قالون، ہشام کے یہاں بین الہمزتین داخل ہو گا جب کہ ہمزۂ ثانیہ مفتوح یا مکسور ہو۔ البتہ ہمزۂ مکسور سے پہلے اس الف کے ادخال میں ہشام کے لیے خلف ہے ادخال اور ترک ادخال دونوں ہیں۔

۱۵/۱۹۷ وَفِي سَبْعَةٍ لَا خُلْفَ عَنْهُ بِمَرْيَمٍ وَفِي حَرْفَيِ الْاَعْرَافِ وَالشُّعَرَا الْعُلَا

۱۶/۱۹۸ اَئِنَّكَ اَئِفْكًا مَعًا فَوْقَ صَادِهَا وَفِي فُصِّلَتْ حَرْفٌ وَبِالْخُلْفِ سُهِّلَا

مگر سات جگہ ہشام کے لیے کوئی خلف نہیں ہے۔ مریم میں اعراف کے دونوں کلموں میں اور عالیشان سورت شعراء میں، اور اَئِنَّكَ اور اَئِفْكًا میں کہ دونوں سورۂ صاد سے اوپر والی سورت صافات میں واقع ہیں اور ایک کلمہ سورۂ فصلت میں ہے جس میں خلف کے ساتھ تسہیل کی گئی ہے۔

مطلب یہ کہ قبل الکسر ہشام کے لیے سات جگہ خلف نہیں بلکہ صرف ادخال ہے اور وہ سات جگہ یہ ہیں۔ ءَ اِذَا مَامِتُّ (مریم) اَئِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ اور اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا (دونوں اعراف میں) اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا (شعراء) اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ اور اَئِفْكًا اٰلِهَةً (دونوں صافات میں) اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ (فصلت)۔ قولہ وبالخلف سُهِّلَا یعنی اس آخری فصلت والے میں مزید بات یہ ہے کہ ہمزۂ مکسورہ میں ہشام کے لیے تحقیق وتسہیل میں خلف ہے، جب کہ ہشام کے لیے ہمزۂ مکسورہ میں اور کہیں بھی تسہیل نہیں۔

۱۷/۱۹۹ وَاَئِمَّةً بِالْخُلْفِ قَدْ مَدَّ وَحْدَهُ وَسَهِّلْ سَمَا وَصْفًا وَفِي النَّحْوِ اُبْدِلَا

اور لفظ اَئِمَّةً میں صرف ہشام نے خلف کے ساتھ ادخال الف کیا ہے، اور وصف میں سما والوں کے لیے تسہیل کر، اور نحو میں ہمزۂ ثانیہ کو یاء سے بدلا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سما والے نافع، مکی اور بصری ہمزۂ ثانیہ کو لفظ آئمہ میں تسہیل بلا ادخال سے پڑھتے ہیں اور ہشام ہمزہ ثانیہ میں تحقیق بلا ادخال اور تحقیق مع الادخال دو وجہیں پڑھتے ہیں اور باقین تحقیق بلا ادخال پڑھتے ہیں۔ لفظ اَئِمَّةَ قرآن میں حسب ذیل پانچ جگہ آیا ہے۔ (۱) فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (توبہ)۔ (۲) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (انبیاء)۔ (۳) وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً (قصص)۔ (۴) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ (قصص) (۵) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (سجدہ)۔ قولہ وَفِي النَّحْوِ اُبْدِلَا یعنی بعض نحاۃ کا اَئِمَّةً میں مذہب، ہمزۂ ثانیہ کو یاء خالص سے بدلنا بھی ہے۔ یہ وجہ اگرچہ اہل سما سے بھی بعض طرق میں وارد ہے۔ مگر ہماری اس کتاب کے طریق سے نہیں لہٰذا نہ اس کی طرف التفات کیا جاسکتا ہے اور نہ یہ پڑھی جائے گی۔

۱۸/۲۰۰ وَمَدُّكَ قَبْلَ الضَّمِّ لَبّٰى حَبِيْبُهُ بِخُلْفِهِمَا بَرًّا وَجَاءَ لِيَفْصِلَا

اور تبرا ادخال الف کرنا ضمہ سے پہلے لَبّٰى حَبِيْبُهُ کے مرموزین ہشام وبصری کے لیے بالخلف اور بر کے مرموز قالون کے لیے بلا خلف ہوگا۔ اور یہ الف اس لیے آتا ہے کہ بین الہمزتین فاصل ہو جائے۔

لَبّٰی حَبِیْبَہٗ، اس نے اپنے دوست کو لبیک کہا۔ بَرًّا، نیک آدمی۔ یعنی لام، حا، با کے مرموزین ہشام، بصری کے لیے بالخلف، قبل الضم میں ادخال اور ترک ادخال دو وجہیں ہیں اور قالون کے لیے بلاخلف ادخال ہے اور باقین کے لیے ادخال نہیں۔ کلمۂ واحدہ میں ہمزۂ مفتوحہ کے بعد ہمزۂ مضمومہ قرآن میں تین جگہ ہے، قُلْ اَؤُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرٍ (آل عمران)۔ اَؤُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ (صٓ) اَؤُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْہِ (قمر)۔ آگے ہشام ہی کے لیے بعض اہلِ ادا کا ایک دوسرا مذہب بیان کرتے ہیں۔

۱۹/۲۰۱ وَفِیْ اٰلِ عِمْرَانٍ رَوَوْا لِہِشَامِہِمْ ۔۔۔ کَحَفْصٍ وَفِی الْبَاقِیْ کَقَالُوْنَ وَاعْتَلٰی

اور بعض اہلِ ادا نے ہشام کے لیے آل عمران والے لفظ کو مثل حفص کے، اور باقی جگہ مثل قالون کے روایت کیا ہے۔ اور یہ روایت بھی عالی شان ہے۔

خلاصہ یہ کہ بعض اہلِ ادا نے ہشام کے لیے آل عمران میں مثل حفص کے بلا ادخال مع التحقیق اور باقی دو جگہ میں مثل قالون کے ادخال مع التسہیل کے ساتھ پڑھا ہے۔ لہٰذا دونوں طریق کو جمع کرنے سے حاصل یہ ہوگا کہ ہشام کے لیے آل عمران میں دو وجہیں ہیں تحقیق[1] مع الادخال اور تحقیق[2] بلا ادخال۔ اور باقی دو جگہ میں تین وجہیں ہیں۔ تحقیق[1] مع الادخال، تحقیق[2] بلا ادخال، تسہیل[3] مع الادخال۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ آل عمران میں دونوں طریق کی روشنی میں ہشام کے لیے تسہیل نہیں۔

بَابُ الْھَمْزَتَیْنِ مِنْ کَلِمَتَیْنِ

۱/۲۰۲ وَاَسْقَطَ الْاُوْلٰی فِیْ اِتِّفَاقِہِمَا مَعًا ۔۔۔ اِذَا کَانَتَا مِنْ کِلْمَتَیْنِ فَتَی الْعَلَا

اور جس وقت دو ہمزہ دو کلموں میں جمع ہوں، اس حال میں کہ دونوں حرکت میں متفق ہوں تو ابو عمرو بصری نے پہلے کو ساقط کیا ہے۔

یعنی دو ہمزہ قطعی دو کلموں میں اس طرح لکھے ہوں کہ پہلا ہمزہ کلمۂ اولیٰ کے آخر میں اور دوسرا ہمزہ کلمۂ ثانیہ کے شروع میں ہو، تو جب دونوں پڑھے جا رہے ہوں اور پہلے پر وقف کر کے دوسرے سے ابتداء نہ کی جا رہی ہو تو اپنی حرکتوں کے اعتبار سے وہ دو طرح کے ہیں۔ متفق الحرکت اور مختلف الحرکت۔ اور متفق الحرکت کی تین قسمیں ہیں مفتوحتین، مضمومتین، مکسورتین۔ ناظم نے پہلے متفقتین میں قراء کا حال بیان کرنا شروع کیا ہے اور بتلایا کہ فتی العلا یعنی بصری نے متفقتین میں پہلے ہمزہ کو ساقط کیا ہے خواہ وہ دونوں مفتوحتین ہوں جیسے جَآءَ اَمْرُنَا، شَآءَ اَنْشَرَہٗ یا مکسورتین ہوں جیسے مِنَ السَّمَآءِ اِنْ، وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یا مضمومتین ہوں اور اس کی قرآن میں صرف ایک ہی مثال ملتی

ہے، وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖ أَوْلِیَاءُ أُولٰئِکَ (احقاف) یاد رہے کہ جمہور اہل ادا نے پہلے ہمزہ ہی کا اسقاط مانا ہے جیسا کہ ناظم نے فرمایا، لہٰذا مد منفصل کی شکل ہوگی اور اس میں قصر و توسط ہوگا۔ آگے امثلہ لاتے ہیں۔

۲/۲۰۳ کَجَا أَمْرُنَا مِنَ السَّمَا اِنَّ أَوْلِیَا أُولٰئِکَ أَنْوَاعُ اتِّفَاقٍ تَجَمَّلَا

جیسے جَاءَ أَمْرُنَا، مِنَ السَّمَاءِ اِنَّ (سبا) أَوْلِیَاءُ أُولٰئِکَ، یہ سب متفقتین کی قسمیں ہیں جو جمیل و خوبصورت ہیں۔

۳/۲۰۴ وَقَالُوْنُ وَالْبَزِّیُّ فِی الْفَتْحِ وَافَقَا وَفِیْ غَیْرِہٖ کَالْیَا وَکَالْوَاوِ سَہَّلَا

اور قالون اور بزی دونوں نے فتح کی صورت میں بصری کے ساتھ موافقت کی ہے اور غیر فتح میں کالیا اور کالواو تسہیل کی ہے۔

یعنی ہمزتین فی کلمتین اگر مفتوحتین ہوں تو بصری کی طرح قالون اور بزی بھی پہلے ہمزہ کو ساقط کرتے ہیں اور اگر مکسورتین ہوں تو پہلے ہمزہ میں تسہیل کالیاء اور مضمومتین ہوں تو پہلے میں تسہیل کالواو کرتے ہیں۔

۴/۲۰۵ وَبِالسُّوْءِ اِلَّا اَبْدَلَا ثُمَّ اَدْغَمَا وَفِیْہِ خِلَافٌ عَنْہُمَا لَیْسَ مُقْفَلَا

اور بالسُّوْءِ اِلَّا میں ان دونوں نے ابدال و ادغام کیا ہے، اور اس میں غلف ہے جو ان دونوں سے مروی ہے اور مسدود نہیں ہے۔

یعنی لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا (یوسف) میں ان دونوں سے ایک اور وجہ بھی مشہور ہے کہ ہمزۂ اولیٰ کو ماقبل کی جنس واو سے بدل کر دونوں واؤ میں ادغام کیا جائے اور ساتھ ہی پہلی وجہ بھی مشہور ہے کہ پہلے میں تسہیل کالیاء ادا کی جائے۔ دونوں وجہیں صحیح ہیں۔ لہٰذا غلف ہوا۔ جو مغلق و مسدود نہیں بلکہ مشہور و مستفیض ہے۔

۵/۲۰۶ وَالْاُخْرٰی کَمَدٍّ عِنْدَ وَرْشٍ وَقُنْبُلٍ وَقَدْ قِیْلَ مَحْضَ الْمَدِّ عَنْہَا تَبَدَّلَا

اور دوسرا ہمزہ مسہّل ہوگا، ورش اور قنبل کے نزدیک اور بیشک یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دوسرا ہمزہ خالص حرف مد سے بدل جاتا ہے۔

یعنی ہمزۂ ثانیہ، متفقتین میں سے یا تو ورش اور قنبل کے لیے مسہّل بین بین پڑھا جائے گا اور یا اس کو ماقبل کی حرکت کے موافق خالص مد سے بدلا جائے گا۔ لہٰذا مفتوحتین میں پہلا محقق اور دوسرا خالص الف پڑھا جائے گا مضمومتین میں پہلا محقق اور دوسرا خالص واو مدہ سے بدلے گا اور مکسورتین میں پہلا محقق اور دوسرا خالص یاء مدہ سے بدل جائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ ہمزۂ ثانیہ کا مابعد متحرک ہے یا ساکن۔ اگر متحرک ہو جیسے جَاءَ أَحَدٌ، فِی السَّمَاءِ اِلٰہٌ، أَوْلِیَاءُ أُولٰئِکَ تو صرف حرف

مد کی ادائیگی پر اکتفا کیا جائے گا اور کوئی اضافہ مد اصلی کی مقدار پر نہ ہوگا۔ اور مد بدل کے باب میں اس کو شامل کرتے ہوئے ورش کے لیے تثلیث نہ ہوگی۔ کیونکہ حرفِ مد ہمزہ سے بدلا ہوا ہے۔ اور عارضی ہے۔ اور اگر ہمزۂ ثانیہ کا بعد ساکن ہو جیسے، وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ اَن تَقَعَ، فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا، مِنَ السَّمَاءِ اِن كُنْتَ، تو مد طویل ہوگا۔ اور اگر ورش کے لیے ان کے اصول نقلِ حرکت کی وجہ سے ہمزۂ ثانیہ کا مابعد متحرک ہو جائے تو قاری کو اختیار ہوگا کہ اصل پر نظر کرتے ہوئے طول کرے یا عارض پر نظر کرتے ہوئے قصر کرے اور یہ صورت قرآن میں تین جگہ ہوئی ہے۔ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ (نور) اور لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ اور اِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ ۔ (دونوں احزاب میں)

۲۰۷/۶ وَفِي هٰؤُلَا اِنْ وَالْبِغَا اِنْ لِوَرْشِهِمْ بِيَاءٍ خَفِيفِ الْكَسْرِ بَعْضُهُمْ تَلَا

اور ورش کے لیے هٰؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ (البقرہ) اور عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (نور) میں بعض ناقلین ورش نے ہمزۂ ثانیہ کو یاء مکسورہ سے تبدیل کر کے بھی پڑھا ہے۔

گویا ورش کے لیے مذکورہ دو آیتوں میں ایک تیسری وجہ، ہمزۂ ثانیہ کو یاء مکسورہ سے بدلنا بھی ہے۔ البتہ قنبل کے لیے یہاں بھی دو ہی وجہ ہوں گی۔ تسہیل کالیاء، اور ابدال بیاء المد۔

نوٹ: یہ بات یاد رہے کہ جن قراء کے یہاں ہمزۂ اولیٰ میں تغیر ہے وہ دوسرے کو محقق پڑھتے ہیں اور جن کے لیے ثانی میں تغیر ہے وہ اولیٰ کو محقق پڑھتے ہیں ایسا کوئی بھی نہیں جو بیک وقت دونوں میں تغیر کرتا ہو۔ البتہ باقی قراء دونوں میں تحقیق کریں گے۔

۲۰۸/۷ وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ قَبْلَ هَمْزٍ مُغَيَّرٍ يَجُزْ قَصْرُهُ وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلَا

اور اگر حرفِ مد ہمزۂ مغیّرہ سے پہلے پایا جا رہا ہو تو اس میں قصر جائز ہے اور مد ہمیشہ بہتر رہا ہے۔

اس شعر میں ایک نہایت اہم اصول بیان کرتے ہیں اور وہ یہ کہ مد کا سبب ہمزہ اگر کسی وجہ سے متغیر ہو جائے تو مد اور قصر دونوں جائز ہیں۔ ہمزہ میں تغیر کبھی تسہیل کی صورت میں ہوتا ہے جیسے قالون و بزی کے یہاں هٰؤُلَآءِ اِنْ میں پہلا ہمزہ جو مد متصل کا سبب تھا، مسہّل پڑھے جانے کے سبب مُغیّر ہو گیا۔ اور کبھی یہ تغیر حذفِ ہمزہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ چنانچہ مثال مذکور میں بصری کے لیے پہلا ہمزہ محذوف ہوگا۔ محققِ فن علامہ جزری نے علامہ شاطبی کے بیان میں تھوڑی سی ترمیم کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے اور جس کو تمام اہلِ ادا نے تسلیم کیا ہے کہ اگر تغیُّر بصورت تسہیل ہو تو مد اولیٰ و ارجح ہوگا کیونکہ ہمزہ کا کچھ نہ کچھ اثر باقی ہے لیکن اگر تغیّر اسقاطِ ہمزہ کی شکل میں ہو تو جائز تو مد بھی ہے مگر قصر اولیٰ و ارجح ہے کیونکہ سببِ مد کالعدم ہو گیا ہے۔

۸/۲۰۹ وَتَسْہِيلُ الْاُخْرٰی فِی اخْتِلَافِہِمَا سَمَا تَفِیْٓءَ اِلٰی مَعْ جَآءَ اُمَّۃً اُنْزِلَا

اور دونوں ہمزوں کے مختلف الحرکت ہونے کی صورت میں سما والوں (نافع، مکی، بصری) کے لیے تغیر کا عمل دوسرے ہمزہ میں ہوگا، جیسے تَفِیْٓءَ اِلٰی، جَآءَ اُمَّۃً نازل ہوا ہے۔

۹/۲۱۰ نَشَآءُ اَصَبْنَا وَالسَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا فَنَوْعَانِ قُلْ کَالْیَا وَ کَالْوَاوِ سُہِّلَا

جیسے نَشَآءُ اَصَبْنٰا اور مِنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا۔ پس (پہلی) دو قسموں (مکسور بعد المفتوح اور مضموم بعد المفتوح) میں کہہ تو کہ کالیا اور کالواو تسہیل کی گئی ہے۔

۱۰/۲۱۱ وَنَوْعَانِ مِنْہَا اُبْدِلَا مِنْہُمَا وَقُلْ یَشَآءُ اِلٰی کَالْیَآءِ اَقْیَسُ مَعْدِلَا

اور (دوسری) دو قسموں (مفتوح بعد الضم اور مفتوح بعد الکسر) میں واو اور یاء سے ابدال کیا گیا ہے۔ اور یَشَآءُ اِلٰی میں تسہیل کالیاء زیادہ قرین قیاس ہے از روئے انصاف کے۔

۱۱/۲۱۲ وَعَنْ اَکْثَرِ الْقُرَّآءِ تُبْدَلُ وَاوُہَا وَکُلٌّ بِہَمْزِ الْکُلِّ یَبْدَا مُفَصَّلَا

اور اکثر قراء سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ ہمزۂ ثانیہ کو واؤ سے بدلا جائے۔ اور تمام قراء تمام صورتوں میں ابتداء کے وقت واضح طور پر ہمزہ سے ہی ابتدا کرتے ہیں۔

یعنی ہمزتین مختلفتین کی تیسری اور چوتھی شکل میں ہمزۂ ثانیہ میں سما والوں کے لیے تغیر کی نوعیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ابدال بالواو والیا ہوگا یعنی ہمزۂ مفتوحہ بعد الضم کو واؤ سے اور ہمزۂ مفتوحہ بعد الکسر کو یاء سے بدلا جائے گا۔ جیسے نَشَآءُ اَصَبْنٰا اور مِنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا۔ قولہ وَنَوْعَانِ مِنْہَا اُبْدِلَا مِنْہُمَا ، مِنْہَا کی ضمیر، ہمزہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اُبْدِلَا، صیغہ تثنیہ، ضمیر نَوْعَانِ کی طرف لوٹتی ہے۔ مِنْہُمَا کی ضمیر تثنیہ واؤ، یا کی طرف راجع ہے جو اوپر کے شعر کَالْیَا وَ کَالْوَاوِ میں ذکر ہو چکی ہیں۔ آگے ایک پانچویں قسم ہمزۂ مکسور بعد الضم کا حال بیان فرماتے ہیں کہ قیاس نحوی سے زیادہ قریب ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کالیاء ہے اور قراء کا اکثری معمول ابدال بالواو ہے جیسے یَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں ہی جائز ہیں۔ اور بالکل آخر میں یہ فرمایا کہ اول باب سے یہاں تک جو کچھ بھی تغیرات آپ نے پڑھے یہ سب ہمزتین کو ملا کر پڑھنے میں ہیں، اور اگر پہلے ہمزہ پر وقف کر کے، دوسرے کو ابتداءً پڑھا جائے۔ تو پھر کوئی بھی تغیر نہیں سب ہی کے لیے ہمزہ محققہ پڑھا جائے گا۔ کیونکہ تغیر کا سبب اجتماع تھا اور وہ اب ہے نہیں۔ لہذا تسہیل

ابدال حذف کچھ بھی نہ ہوگا۔

خلاصہ: یاد رہے کہ ہمزتین مختلفتین کی چھ شکلوں میں سے، قرآن مجید میں پانچ پائی جاتی ہیں۔ اور ایک قسم مکسورہ کے بعد مضمومہ واقع نہیں گویا فِي الدُّعَاءِ اُمَّةً" جیسی شکل نہیں۔ باقی پانچ کی مثالیں اور حکم حسب ذیل ہے۔

۱۔ ہمزۂ اولیٰ مفتوحہ، ثانیہ مکسورہ جیسے تَفِيءَ اِلٰی، جَاءَ اِخْوَةُ۔ ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کا لیا ہوگی۔

۲۔ پہلا مفتوحہ دوسرا مضمومہ، جیسے كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُولُهَا (مومنون) یاد رہے کہ قرآن مجید میں بس یہ ایک ہی مثال ہے ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کالواؤ ہوگی۔

۳۔ اوّل مضموم ثانی مفتوح مثلاً لَوْ نَشَآءُ اَصَبْنَاهُمْ۔ اَلْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ، ہمزۂ ثانیہ کو واؤ سے بدلا جائے گا۔

۴۔ پہلا مکسورہ دوسرا مفتوح جیسے هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰی، مِنَ السَّمَاءِ اٰيَةً۔ ہمزۂ ثانیہ کو یاء مفتوحہ سے بدلیں گے۔

۵۔ اوّل مضموم دوسرا مکسور جیسے يَشَآءُ اِلٰی، اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ، ہمزۂ ثانیہ میں تسہیل کالیاء اور ابدال بالواو المکسورہ، دونوں جائز ہیں۔

۲۱۳/۱۲ وَالِاْبْدَالُ مَحْضٌ وَالْمُسَهَّلُ بَيْنَ مَا ۔۔۔ هُوَالْهَمْزُ وَالْحَرْفُ الَّذِىْ مِنْهُ اُشْكِلَا

ہمزہ میں ابدال کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خالص حرفِ مد کر لینا اور مسہّل یہ ہے کہ ہمزہ کو ادا کرنا درمیان درمیان اس حرف کے کہ وہ ہمزہ ہے اور درمیان اس حرفِ مد کے کہ اس کی وہ ہمزہ حرکت دیا گیا ہے۔

یعنی ابدال بدلنے کو کہتے ہیں کہ ہمزہ کو کسی حرفِ علت سے اس طرح تبدیل کر دیا جائے کہ ہمزہ کی اس میں بُو بھی نہ آئے اور تسہیل کا مطلب یہ ہے کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس کی حرکت کے موافق حرف مد کے درمیان پڑھنا کہ نہ خالص ہمزہ ہو اور نہ خالص حرفِ مد۔

بَابُ الْهَمْزِ الْمُفْرَدِ

یعنی اکیلا ہمزہ ہو، دوسرا ہمزہ اُس کے ساتھ نہ ہو

۲۱۴/۱ اِذَا سَكَنَتْ فَاءٌ مِنَ الْفِعْلِ هَمْزَةٌ ۔۔۔ فَوَرْشٌ يُرِيهَا حَرْفَ مَدٍّ مُبَدَّلَا

جس وقت ہمزہ فعل (یا شبہِ فعل) کے فاء کلمہ میں ساکن واقع ہو ورش اس کو حرفِ مد سے بدلا ہوا دکھاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب ہمزہ فعل کے فاء کلمہ میں واقع ہو یعنی اصلی حروف کے اعتبار سے وہ فا کی جگہ واقع ہو مثلاً لفظ مُؤْمِن کہ فعل میں یہ اٰمَنَ بروزن اُفْعَلَ ہے۔ چنانچہ علماء نے اس کے لیے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے۔ جس سے ہمزہ کا فا کلمہ میں ہونا معلوم ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ ہر ہمزہ ساکنہ جو ہمزۂ وصل کے بعد واقع ہو جیسے لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ، ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ یا بعد میم کے ہو جیسے الْمُؤْمِنُوْنَ، الْمُؤْتَفِكَةَ۔ یا بعد فا کے ہو جیسے فَأْتُوْا، فَأْذَنُوْا۔ یا بعد واؤ کے ہو۔ جیسے

وَأْمُرْ، وَأْتُوا۔ یا بعد حرفِ مضارع کے ہو جیسے یَأْکُلُ، یَأْلَمُوْنَ، نُؤْتِرْکَ، تَأْکُلُوْنَ۔ ورش ایسے ہمزۂ ساکنہ کو ما قبل کی حرکت کے موافق حرفِ مدسے بدلتے ہیں یعنی فتح کے بعد الف سے، کسرہ کے بعد یاء مدہ سے، اور ضمہ کے بعد واو مدہ سے۔

۲/۲۱۵ سِوَى جُمْلَةِ الْإِيوَاءِ وَالْوَاوُ عَنْهُ إِنْ تَفَتَّحَ إِثْرَ الضَّمِّ نَحْوُ مُؤَجَّلَا

سوائے لفظ ایواء کے جملہ مشتقات کے۔ اور ورش سے یہ اصول منقول ہے جو ہمزہ فاء کلمہ میں مفتوح بعد الضم ہو جیسے مُؤَجَّلًا وہ واؤ ہو جائے گا۔

یعنی ہمزۂ ساکنہ جو فا کلمہ میں ہو ورش کے لیے اس کو بدلا جاتا ہے مگر لفظ اِیْوَاء کے مشتقات اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ یاد رہے کہ لفظ ایواء تو قرآن شریف میں واقع نہیں البتہ اس سے مشتق سات لفظ پائے جاتے ہیں۔ مَأْوٰهُ، مَأْوٰهُمْ، مَأْوٰكُمْ، فَأْوُوْا، تُؤْوِيْ، تُؤْوِيْهِ، اور اَلْمَأْوٰى۔ اس کے بعد ورش کا دوسرا اصول بیان کیا ہے کہ اگر فا کلمہ میں ہمزۂ مفتوحہ واقع ہو رہا ہو۔ اور اس کا ما قبل مضموم ہو تو یہ ہمزہ واو مفتوحہ سے بدل جائے گا۔ جیسے اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ، مُؤَذِّنٌ، يُؤَاخِذُكُمْ، يُؤَيِّدُ وغیرہ۔ اس ابدال کی تین شرطیں ہوئیں۔ ہمزہ مفتوح[۱] ہو، بعد ضمہ[۲] ہو، فا کلمہ میں[۳] ہو۔ لہٰذا وَلَا يَؤُدُهٗ، تَأَذَّنَ، فُؤَادُ، اور سُؤَالَ میں ابدال نہ ہوگا۔

۳/۲۱۶ وَيُبْدَلُ لِلسُّوسِيِّ كُلُّ مُسَكَّنٍ مِنَ الْهَمْزِ مَدًّا غَيْرَ مَجْزُومٍ اُهْمِلَا

اور سوسی کے لیے حرفِ مد سے بدلا جاتا ہے ہر ہمزۂ ساکنہ۔ سوائے اس ہمزہ کے جو حالتِ جزمی کی وجہ سے ساکن ہو (چنانچہ) اس کو یونہی اپنے حال پر چھوڑ اگیا ہے۔

مطلب یہ کہ سوسی کے لیے ہر ہمزۂ ساکنہ کو حرفِ مد سے بدلا گیا ہے خواہ وہ فا کلمہ میں ہو جیسے ورش کے لیے مثالیں گذریں یا عین کلمہ میں ہو جیسے اَلْبَأْسَ، اَلرَّأْسُ، بِئْرٍ، بِئْسَ، یا لام کلمہ میں ہو جیسے فَادّٰرَأْتُمْ، جِئْتَ، شِئْتَ۔ وغیرہ۔ البتہ سوسی کے لیے پانچ قسموں کے ہمزہائے ساکنہ میں ابدال نہ ہوگا۔ (اول) جس ہمزہ کا سکون جزم کی علامت ہو۔ آگے تفصیل آتی ہے۔

۴/۲۱۷ تَسُؤْ وَنَشَأْ سِتٌّ، وَعَشْرٌ يَشَأْ وَمَعْ يُهَيِّئْ وَنُنْسِأْهَا يُنَبَّأْ تَكَمَّلَا

چلا تَسُؤْ و نَشَأْ میں۔ اور دس جگہ لفظ یَشَأْ ہے اور ساتھ ہی یُهَيِّئْ اور نُنْسِأْهَا اور یُنَبَّأْ، مجزوم کی قسم مکمل ہوئی۔

یعنی مستثنیٰ کی پہلی قسم مجزوم ہے جس میں ابدال نہ ہوگا جس کی تفصیل یہ ہے کہ تین جگہ لفظ تَسُؤْ آیا ہے۔ ۔ دو تَسُؤْهُمْ (آل عمران وتوبہ) اور ایک تَسُؤْكُمْ (مائدہ) تین جگہ لفظ نَشَأْ، اِنْ نَشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ (شعراء) اِنْ نَشَأْ

نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ (سبا) وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ (یٰس) اور یَشَاْ دس جگہ ہے، اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ (نساء، انعام، ابراہیم، فاطر) اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ (شوریٰ) اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اور اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ (دونوں اسراء میں) مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ، وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ (دونوں انعام میں) فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ (شوریٰ)۔

نوٹ: یَشَاِ اللّٰهُ میں سکون کا ظہور وقف میں ہے۔

اور لفظ یُهَیِّئْ لَكُمْ ایک جگہ کہف میں۔ اور نَنْسَاْهَا ایک جگہ بقرہ میں۔ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ ایک جگہ نجم میں۔ گویا کل مجزوم انیس لفظ ہوئے۔

تنبیہ:۔ اَسَاْتُمْ، نَبَّاْتُكُمَا کا ہمزہ اس باب سے نہیں، لہٰذا سوسی کے لیے ابدال ہوگا۔

۵/۲۱۸ وَهَیِّئْ وَاَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْ بِاَرْبَعٍ ۔۔۔ وَاَرْجِئْ مَعًا وَاقْرَاْ ثَلٰثًا فَحَصِّلَا

اور سوائے هَیِّئْ اور اَنْبِئْهُمْ کے اور نَبِّئْ کے جو چار جگہ ہے اور اَرْجِئْ کے دونوں جگہ اور سوائے اِقْرَاْ کے تین جگہ۔ پس ان سب کو تو یاد کرلے۔

ہمزۂ ساکنہ کی یہ دوسری قسم ہے جس میں سوسی کے لیے ابدال سے استثناء ہے یعنی وہ ہمزۂ ساکنہ جس کا سکون صیغۂ امر (جو کہ مبنی بر سکون ہوتا ہے) کی وجہ سے ہو اور کل گیارہ جگہ ہے۔ هَیِّئْ لَنَا (کہف) اَنْبِئْهُمْ (بقرہ) نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ (یوسف) نَبِّئْ عِبَادِیْ (حجر) نَبِّئْهُمْ (حجر اور قمر) اَرْجِئْهُ (اعراف اور شعراء) اِقْرَاْ (اسرا اور دو علق کے)۔ یہ کل گیارہ صیغے ہوئے، اور انیس مجزوم تھے۔

۶/۲۱۹ وَتُؤْوِیْ وَتُؤْوِیْهِ اَخَفُّ بِهَمْزِهٖ ۔۔۔ وَرِئْیًا بِتَرْكِ الْهَمْزِ یُشْبِهُ الْاِمْتِلَا

اور لفظ تُؤْوِیْ اور تُؤْوِیْهِ، دونوں اپنے ہمزہ کے ساتھ باقی رہتے ہوئے زیادہ خفیف ہیں اور رِئْیًا میں ہمزہ کو چھوڑ دینے (یعنی بدل بننے سے) اِمتلاء کے معنی سے مشابہ ہو جائے گا۔ (امتلاء بمعنی بھرنا)

یہ شعر تیسری اور چوتھی ان دو قسموں پر مشتمل ہے جن میں سوسی کے لیے ابدال سے استثناء ہے۔ نوع ثالث کلمۂ تُؤْوِیْ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ (احزاب) اور فَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْوِیْهِ (معارج) ہے، اور حضرت ناظم نے استثناء کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ ان کلموں کو مہموز تلفظ کرنا ابدال کے مقابلہ میں زیادہ خفیف ہے، کیونکہ ابدال کی صورت میں دو واؤ جمع ہوں گی۔ اول ساکن، دوسری متحرک جو اظہار کے ساتھ باعث ثقالت ہوں گی۔ چوتھی قسم لفظ اَثَاثًا وَّرِئْیًا (مریم) ہے۔ استثناء کی علت یہ بتلائی کہ اگر ابدال ہو تو ہمزہ یا ہوگا اور واجب ہوگا کہ بعد والی یاء میں مدغم ہو اور لفظ رِیًّا ہو جائے گا جس کے معنی پانی بھرنے کے ہیں حالانکہ یہ معنی مراد نہیں بلکہ یہ ہیں کہ یہ لفظ رُؤْیَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی حسن منظر کے ہیں، لہٰذا

اس لفظ کو بقاءِ ہمزہ کے ساتھ پڑھنے میں معنیٔ مراد پر نصًّا دلالت ہوتی ہے، اور ابدال کی صورت میں دلالت احتمالاً ہوتی ہے لہذا ہمزہ کا بقا بہتر ہوا۔

۷/۲۲۰ وَمُؤْصَدَةٌ اَوْصَدْتُّ يُشْبِهُ كُلُّهٗ تَخَيَّرَهٗ اَهْلُ الْاَدَاءِ مُعَلَّلَا

اور مُؤْصَدَةٌ اور اَوْصَدْتُّ ہر ایک دوسرے سے مشابہ ہو جائے گا یہ تمام وہ کلمات ہیں کہ اہل ادا نے (ابدال سوسی سے استثناء کے لیے) ان کو انتخاب کیا ہے اس حالت میں کہ علت استثنا بھی بیان کی گئی ہے۔

تَخَيَّرَهٗ چھانٹ لیا ہے، چن لیا ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول لفظ كُلُّهٗ کی طرف راجع ہے مُعَلَّلَا بصیغۂ مفعول یعنی ہر ایک لفظ کی استثنائی علت بھی بیان کی گئی ہے یا بصیغۂ اسم فاعل یعنی اہل ادا ہر ایک استثنا کی علت بھی بیان کرنے والے ہوئے ہیں۔ یہ شعر مستثنیات کی نوع خامس پر مشتمل ہے یعنی مُؤْصَدَةٌ (بلد وہمزہ) میں سوسی نے ابدال نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے کہ علماء عربیت اس کے اشتقاق میں مختلف ہوئے ہیں ایک جماعت کی رائے ہے اور انہیں میں سے ابوعمرو بصری بھی ہیں، کہ یہ کلمہ آصَدْتُّ سے مشتق ہے جو اصل میں أَأْصَدْتُّ مہموز الفاء ہے، ہمزۂ ساکنہ ماقبل کی حرکت کے موافق الف سے بدل گیا اور آصَدْتُّ ہو گیا بمعنی أَطْبَقْتُ بند کیا میں نے۔ ایک دوسری جماعت کی رائے میں یہ لفظ اَوْصَدْتُّ سے ماخوذ ہے اور مہموز فا نہیں بلکہ معتل فا، مثال واوی ہے۔ اس لیے سوسی نے مُؤْصَدَةٌ میں ابدال نہیں کیا کیونکہ یہ لفظ ان کے شیخ بصری کے یہاں آصَدْتُّ مہموز الفاء سے ہے، اگر ابدال کیا جاتا تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ یہ لفظ اَوْصَدْتُّ معتل فا سے ہے حالانکہ یہ ان کے شیخ کی لغت نہیں ہے، پس مقصود ترکِ ابدال سے سوسی کا مقصد تنصیص ہے اس بات پر کہ وہ اس لفظ کو اپنے شیخ بصری کی لغت پر پڑھتے ہیں نہ کہ دوسری لغت پر، اس لیے ناظم نے فرمایا کہ مُؤْصَدَةٌ میں ابدال سے لغت اَوْصَدْتُّ سے مشابہ ہو جائے گا، پس ابدال کی وجہ سے لفظ ایک لغت سے نکل کر دوسری لغت میں داخل ہو جائے گا۔ گو دونوں لغتوں میں ایک ہی معنی ہیں۔ تَخَيَّرَهٗ الخ یعنی ابن مجاہد وغیرہ علماء قراءت نے مستثنیات کے اس پورے باب میں ہمزہ کی تحقیق کی ہے اور استثناء کی وجوہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

۸/۲۲۱ وَبَارِئِكُمْ بِالْهَمْزِ حَالَ سُكُوْنِهٖ وَقَالَ ابْنُ غَلْبُوْنٍ بِيَاءٍ تَبَدَّلَا

اور بَارِئْكُمْ کو ہمزہ ہی کے ساتھ پڑھا ہے اس کے سکون کی حالت میں۔ اور ابوالحسن طاہر بن غلبون نے ہمزۂ ساکنہ کو یاء سے بدلا ہے۔

سورۂ بقرہ میں بَارِئِكُمْ دو جگہ ہے سوسی نے دونوں جگہ ہمزہ کو ساکن پڑھا ہے۔ لہذا یہ لفظ بھی سوسی کے لیے ابدال سے مستثنیٰ ہوا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابن غلبون شیخ القراءت نے اس میں ابدال کیا ہے۔ بلکہ اشارہ اس

طرف ہے کہ دیگر محققین اہل قراءت نے ابن غلبون کی اس روایت پر اعتماد نہیں کیا، اور سوسی کے لیے ہمزہ میں تحقیق ہی کو اختیار فرمایا ہے۔

۹/۲۲۲ وَوَالَاهُ فِي بِئْرٍ وَفِي بِئْسَ وَرْشُهُمْ وَفِي الذِّئْبِ وَرْشٌ وَالْكِسَائِي فَأَبْدَلَا

اور ابدال میں موافقت کی ہے سوسی کے ساتھ لفظ بِئْرٍ اور بِئْسَ میں ورش نے اور لفظ ذِئْب میں ورش اور کسائی نے بھی (سوسی کے ساتھ) ابدال کیا ہے۔

مطلب یہ کہ باوجود یکہ ورش کے لیے ہمزۂ ساکنہ میں ابدال اس وقت تھا جب کہ یہ ہمزہ فا کلمہ میں ہو، مگر انھوں نے تین ایسے کلموں میں ابدال کیا ہے کہ ہمزہ عین کلمہ میں ہے ایک وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ (حج) میں دوسرے لفظ بِئْسَ میں، جہاں بھی ہو، اور تیسرے لفظ ذِئْب میں جو سورۂ یوسف میں تین جگہ آیا ہے۔ اور لفظ ذِئْب میں کسائی بھی سوسی کے موافق ابدال کرتے ہیں اگرچہ ابدال ان کا اصول نہیں۔

۱۰/۲۲۳ وَفِي لُؤْلُؤٍ فِي الْعُرْفِ وَالنُّكْرِ شُعْبَةٌ وَيَأْلِتْكُمُ الدُّورِي وَالْإِبْدَالُ يُجْتَلَا

اور لفظ لُؤْلُؤٍ معرفہ و نکرہ میں شعبہ نے بھی ابدال کیا ہے۔ اور دوری بصری نے يَأْلِتْكُمْ بالهمز الساکن پڑھا ہے، اور یُجْتَلَا کے مرموز سوسی کے لیے ابدال ہی دیکھا جاتا ہے۔

یعنی عاصم کے راوی شعبہ نے بھی سوسی کی موافقت کی ہے لفظ لُؤْلُؤ کے ہمزۂ ساکنہ کے ابدال میں، خواہ یہ لفظ معرفہ ہو جیسے يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ یا نکرہ ہو جیسے كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ سورۂ حجرات میں ابو عمرو بصری نے لَا يَأْلِتْكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ پڑھا ہے، لہذا ان کے پہلے راوی دوری بصری کے لیے ہمزۂ ساکنہ میں تحقیق اور سوسی کے لیے حسب دستور ابدال ہوگا۔ اور باقین لَا يَلِتْكُمْ پڑھتے ہیں۔

۱۱/۲۲۴ وَوَرْشٌ لِئَلَّا وَالنَّسِيءُ بِيَائِهِ وَأَدْغَمَ فِي يَاءِ النَّسِيِّ فَثَقَّلَا

اور ورش نے ابدال کیا ہے لِئَلَّا اور النَّسِيءُ میں ہمزہ کا یاء کے ساتھ۔ اور پھر النَّسِيءُ میں یاء کا یاء میں ادغام کیا اور مشدد پڑھا ہے۔

یعنی ورش نے لِئَلَّا کے ہمزہ کو یاء سے بدلا ہے۔ قرآن میں یہ تین جگہ ہے۔ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ (بقرہ) لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ (نساء)۔ لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ (حدید)۔ نیز ورش نے إِنَّمَا النَّسِيءُ (توبہ) کے ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کیا ہے۔

۱۲/۲۲۵ وَإِبْدَالُ أُخْرَى الْهَمْزَتَيْنِ لِكُلِّهِمْ ۔ إِذَا سَكَنَتْ عَزْمٌ كَآدَمَ أُوهِلَا

اور دو ہمزوں میں سے دوسرا ہمزہ جب ساکن ہو تو تمام قراء کے لیے ہمزۂ ساکنہ کا ابدال واجب ہے۔ جیسے آدَمَ اور أُوهِلَا۔

مطلب یہ کہ جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو تمام قراء کے لیے اس میں ابدال واجب ہے۔ اگر پہلا ہمزہ مفتوح ہو تو الف سے بدل لیں گے جیسے آدَمَ، آلِیْ، آمَنَ اگر مضموم ہو تو واؤ مدہ سے جیسے أُوتِيَ، أُوذِيَ، اگر مکسور ہو تو یاء مدہ سے جیسے إِيمَانًا، لِإِيلَافِ، إِيتِ۔ قولہ أُوهِلَا بمعنی وہ اہل بنایا گیا، اصل میں أُؤْهِلَا تھا۔ اور حسبِ قاعدہ ابدال ہوا۔ یہ کلمہ قرآنی نہیں، بطور نظیر لایا گیا ہے۔

بَابُ نَقْلِ حَرَكَةِ الْهَمْزَةِ إِلَى السَّاكِنِ قَبْلَهَا

۱/۲۲۶ وَحَرِّكْ لِوَرْشٍ كُلَّ سَاكِنٍ آخِرٍ ۔ صَحِيحٍ بِشَكْلِ الْهَمْزِ وَاحْذِفْهُ مُسْهِلَا

اور حرکت دے ورش کے لیے ہر ساکنِ آخر صحیح کو ہمزہ کی حرکت اور ہمزہ کو حذف کر دے۔ آسانی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے۔

یعنی جب کسی کلمہ کا آخر ساکن ہو اور حرف مد نہ ہو اور اس کے بعد والے کلمہ کے شروع میں ہمزۂ متحرک ہو تو ورش کے لیے اس ہمزہ کی حرکت اس ساکن کو دو اور ہمزہ کو حذف کر دو۔ یاد رہے کہ اس کو اصطلاح میں نقل حرکت کہتے ہیں جس کے لیے ناظم نے تین باتوں کو ضروری قرار دیا ہے، اول یہ کہ حرف ساکن ہو، دوسرے یہ کہ وہ ساکن آخر کلمہ میں ہو اور اس کے بعد ہمزہ ہو، تیسرے یہ کہ ساکن صحیح ہو یعنی حرف مد نہ ہو، تو ہمزہ کی جو بھی حرکت ہوگی وہ اس ساکن پر منتقل ہو جائے گی اور ہمزہ حذف کر دیا جائے گا۔ یہ ساکنِ آخر صحیح خواہ تنوین ہو جیسے كُفُوًا أَحَدٌ، مَتَاعٌ إِلَى حِينٍ، لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ، نَارٌ حَامِيَةٌ، أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ۔ یا نون ساکنہ ہو مثلاً مَنْ آمَنَ، مِنْ إِسْتَبْرَقٍ۔ یا تائے تانیث ہو جیسے قَالَتْ أُولَاهُمْ، قَالَتْ أُمَّةٌ۔ یا حرفِ لین ہو جیسے نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ، تَعَالَوْا أَتْلُ۔ یا لام تعریف ہو جیسے الْأُولَى، الْآخِرَةُ۔ یا اور کوئی حرف ساکن ہو جیسے قَدْ أَفْلَحَ، ارْجِعْ إِلَيْهِمْ، الٓمّٓ أَحَسِبَ۔ لہذا ساکن متوسط صحیح پر نقل حرکت نہ ہوگی مثلاً قُرْآن۔ اسی طرح حرف مد پر نقل نہ ہوگی جیسے قُولُوا آمَنَّا۔ قولہ صَحِيحٍ احتراز حرفِ مد سے مقصود ہے۔ حرفِ لین ہو تو نقل ہوگی۔ جیسا کہ مثالیں گذریں۔

نوٹ: سورۃ فاتحہ میں یہ آچکا ہے کہ میم جمع کے بعد ہمزۂ قطعی ہو تو ورش اس میم میں صلہ کرتے ہیں جیسے عَلَيْكُمْ

اَنۡفُسَکُمۡ، معلوم ہوا کہ ایسی جگہ نقل حرکت نہیں ہے۔

۲/۲۲۷ وَعَنۡ حَمۡزَةٍ فِی الۡوَقۡفِ خُلۡفٌ وَعِنۡدَهٗ ۔۔۔ رَوٰی خَلَفٌ فِی الۡوَصۡلِ سَکۡتًا مُقَلَّلَا

۳/۲۲۸ وَیَسۡکُتُ فِیۡ شَیۡءٍ وَشَیۡئًا، وَبَعۡضُهُمۡ ۔۔۔ لَدَی اللَّامِ لِلتَّعۡرِیۡفِ عَنۡ حَمۡزَةٍ تَلَا

۴/۲۲۹ وَشَیۡءٍ وَشَیۡئًا لَمۡ یَزِدۡ ....

اور مروی ہے امام حمزہ سے وقف میں خُلف (نقل اور ترکِ نقل) اور نزدیک اس ساکن صحیح قبل الہمز کے خَلَف نے حالتِ وصل میں سکتۂ قلیلہ روایت کیا ہے اور وہ خلف لفظ شَیۡءٍ اور شَیۡئًا میں بھی سکتۂ قلیلہ کرتے ہیں۔

اور روایت کیا ہے بعض نے کہ امام حمزہ نے لام تعریف پر اور شَیۡءٍ، شَیۡئًا پر سکتہ کیا ہے اور ان بعض نے اور کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ جب ہمزہ والے کلمہ کے آخر پر وقف کیا جائے تو اس ساکن اور اس ہمزہ کو پڑھنے میں ایک تو ورش کی طرح امام حمزہ نقل کرتے ہیں اور دوسری وجہ اُن کے لیے ترکِ نقل ہے۔ قولہ وَعِنۡدَهٗ میں ضمیر کا مرجع وہ ساکنِ آخر صحیح ہے جس پر ورش بعد والے ہمزہ کی حرکت نقل کرتے ہیں۔ معنی یہ ہوئے کہ خلف نے امام حمزہ سے اس ساکنِ آخر پر سکتہ کیا ہے جو ہمزۂ متحرکہ سے قبل واقع ہو رہا ہے یعنی حرف ساکن کو پڑھ کر ہمزہ کے تلفظ سے پہلے سکتۂ قلیلہ کرتے ہیں۔ عام اس سے کہ ہمزہ والے کلمہ کے آخر میں وقف کریں یا وصل کریں اور عام اس سے کہ حرفِ ساکن والا کلمہ اور ہمزہ والا رسمًا مفصول ہو جیسے مَنۡ اٰمَنَ، عَذَابٌ اَلِیۡمٌ یا رسمًا متصل ہو جیسے اَلۡاُوۡلٰی، اَلۡاٰخِرَةُ، اَلۡاِنۡسَانُ۔

نیز ایک تیسرا لفظ بھی ہے جس پر ورش نقل نہیں کرتے مگر خلف اس میں بھی سکتہ کرتے ہیں اور وہ ہے لفظ شَیۡءٌ مرفوع یا مجرور اور شَیۡئًا منصوب۔ اس روایت کے اعتبار سے حرف خَلَف کے لیے مفصول، مَنۡ اٰمَنَ اور موصول شَیۡءٍ، شَیۡئًا اور ذواللام اَلۡاُوۡلٰی تینوں قسموں میں سکتہ ہے۔ اور مفصول و ذواللام پر وقف کی صورت میں دو وجہ ہوں گی، نقل اور ترکِ نقل اور موصول پر وقف کا طریقہ اگلے باب میں آرہا ہے اس روایت سے خلاد کے لیے کسی میں بھی سکتہ نہیں، آگے وَبَعۡضُهُمۡ سے دوسری روایت بیان کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ذواللام اور موصول پر خلف و خلاد دونوں کے لیے سکتہ ہے کیونکہ پورے حمزہ کے لیے سکتہ نقل ہو رہا ہے جس میں خلف و خلاد دونوں آتے ہیں۔ قولہ لَمۡ یَزِدۡ یعنی اس راوی نے موصول اور ذواللام کے اوپر اور کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا گویا ایک قسم مفصول تھی اس راوی نے وہ بیان نہیں کی۔ دونوں روایتوں کو جوڑنے سے یہ بات نکلتی ہے کہ وصل میں مفصول میں خلف کے لیے دو وجہ ہیں، سکتہ اور ترکِ سکتہ اور ذواللام اور موصول میں ان کے لیے صرف سکتہ ہے اور خلاد کے لیے وصل میں مفصول میں تو کوئی سکتہ نہیں اور ذواللام اور موصول میں دو دو وجہیں ہیں یعنی خُلف ہے سکتہ، ترکِ سکتہ۔ اور مفصول و ذواللام پر وقف کی حالت میں خلف وخلاد

دونوں کے لیے تفصیل مذکور ہے اور ایک نئی وجہ نقل بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ صرف عقلی توجیہ ہے۔ مشائخ کا عمل اس طرح ہے کہ ذو اللام پر جب وقف کیا جائے تو خلاد کے لیے بھی مثل خلف کے صرف دو وجہ پڑھی جائیں، نقل اور سکتہ۔ اسی طرح خلف کے لیے وقف میں مفصول پر صرف دو وجہ پڑھی جائیں سکتہ اور نقل۔ یاد رہے کہ جس طرح میم جمع قبل الهمز کی صورت میں ورش کے لیے نقل نہیں، امام حمزہ کے لیے بھی نہیں ہے۔ اور یاد رہے کہ موصول کے ضمن میں صرف لفظ شیئ مراد ہے اور کوئی کلمہ مثل قرآن یا مسئولا وغیرہ داخل نہیں۔

۴ ‏ ولِنافِعٍ .... لَدٰی یُونُسٍ اٰلاٰنَ بِالنَّقْلِ نُقِّلا

اور نافع کے لیے سورۂ یونس میں لفظ آلٰئنَ نقل حرکت کے ساتھ منقول ہوا ہے۔

یعنی سورۂ یونس میں دونوں جگہ لفظ آلٰئنَ میں پورے نافع کے لیے نقل حرکت ہوئی ہے گویا اس لفظ میں قالون بھی ہمزۂ ثانیہ کا فتحہ نقل کر کے لام ساکنہ کو دیتے ہیں اور ہمزہ حذف کرتے ہیں لہٰذا ورش کے لیے تو نقل حرکت اُن کے اصول عام کے مطابق ہے اور قالون کے لیے ان کے اصول کے خلاف یہاں نقل ہوئی ہے۔ آلٰئنَ مبتدا ہے اور نُقِّلَ خبر ہے، اور لفظ نُقِّلَ کو بتشدید القاف لانے میں قراءت کے تواتر اور کثرتِ نقل کی طرف اشارہ ہے۔

۵/۲۳۰ ‏ وَقُلْ عَادًا الْاُوْلٰی بِاِسْكَانِ لَامِهٖ ‏ وَتَنْوِیْنُهٗ بِالْكَسْرِ كَاسِیْهِ ظُلِّلَا

اور کہہ تو کہ عَادًا الْاُوْلٰی (نجم) لام کے سکون کے ساتھ ہے اور عادًا کی تنوین کَاسِی ظُلِّلَا کے مرموزین (شامی، مکی، کوفیین) کے لیے کسرہ کے ساتھ ہے۔

مطلب یہ کہ شامی، مکی اور کوفیین پانچ قراء نے عادًا کو تنوین کے ساتھ پڑھا اور الْاُوْلٰی کے ہمزۂ وصل کو درج کلام میں حذف کر کے عادًا کی تنوین کو کسرہ دے کر الْاُوْلٰی کے لام سے ملا دیا۔ کیونکہ التقاءِ ساکنین سے بچنے کی یہی صورت تھی۔ کلمۂ منونہ کے بعد جہاں بھی ہمزۂ وصل آتا ہے، یہی ہوتا ہے۔

۶/۲۳۱ ‏ وَاَدْغَمَ بَاقِیْهِمْ وَبِالنَّقْلِ وَصْلُهُمْ ‏ وَبَدْءُ هُمُوْا وَالْبَدْءُ بِالْاَصْلِ فُضِّلَا

۷/۲۳۲ ‏ لِقَالُوْنَ وَالْبَصْرِیْ ....

اور باقی قراء نافع اور ابو عمرو بصری نے عادًا کے نونِ تنوین کا لامِ تعریف میں ادغام کیا ہے اور اُوْلٰی کے ہمزہ کا ضمہ نقل کر کے لام تعریف کو دیا ہے گویا نقلِ حرکت کا یہ عمل پہلے ہے اور اس نقل کی وجہ سے لام تعریف متحرک ہوا ہے۔

اسی لیے عَادًا کی تنوین کے لام میں بقاعدۂ یرملون ادغام ہوا۔

اس قراءت کے لغوی جواز میں ابوعمرو بصری فرماتے ہیں کہ اہل عرب بولتے ہیں رایت زِیَادًا لْعُجَمَ، جو اصل میں زِیَادَا لِاَلْعُجَمَ ہے۔ قولہ وَبِالنَّقْلِ وَصْلُهُمْ وَبَدْءُهُمْ، یعنی خواہ عَادًا کو اَلْاُوْلٰی کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ یا عَادًا پر وقف کرتے ہوئے اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کی جائے، دونوں صورتوں میں نافع اور ابوعمرو کے لیے اُوْلٰی کے ہمزہ کی حرکت کو لام تعریف کی طرف نقل کر کے پڑھنا چاہیئے۔ قولہ وَالْبَدْءُ بِالْاَصْلِ فُضِّلَا لِقَالُوْنَ وَالْبَصْرِیِ یعنی اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کی جائے تو اگرچہ نقل کے ساتھ پڑھنا بھی صحیح ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا مگر قالون اور بصری کے لیے اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کرنے میں بہتر یہ ہے کہ اصل کے مطابق بغیر نقل حرکت کے پڑھا جائے۔ اور ورش کے لیے یہ جائز نہیں کیونکہ ان کے یہاں نقل ہی متعین ہے۔

۷ وَتُهْمَزُ وَاوُهٗ .... لِقَالُوْنَ حَالَ النَّقْلِ بَدْءًا وَمَوْصِلًا

اور قالون کے لیے اُوْلٰی کی واؤ کو ہمزہ پڑھا جاتا ہے نقل حرکت کی حالت میں، ابتدا میں بھی اور وصل میں بھی۔ یعنی قالون کے لیے ایک اور مزید بات یہ ہے کہ وہ نقل حرکت کے وقت اُوْلٰی میں بجائے واؤ، ہمزۂ ساکنہ پڑھتے ہیں۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ وصل میں قالون کے لیے نقل حرکت لازمی ہے البتہ عَادًا پر وقف کر کے اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کی جائے تو نقل حرکت کرنے اور نہ کرنے میں اختیار ہے لہذا اگر نقل حرکت نہ کی جائے جیسا کہ ابتدا بالاصل کو بہتر قرار دیا گیا ہے تو واؤ کی بجائے ہمزہ نہیں پڑھا جائے گا۔ اور اگر نقل کے ساتھ ابتدا کی جائے تو بجائے واؤ ہمزہ ساکنہ پڑھنا ضروری ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ قالون کے لیے وصل میں یا ابتدا میں نقل حرکت کے وقت بجائے واؤ ہمزۂ ساکنہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس ہمزہ کی وجہ یہ ہے کہ اُوْلٰی میں واو اصل میں ہمزہ ہی ہے اور پھر باقاعدۂ اٰمَنَ ابدال ہوا ہے اور چونکہ نقل حرکت کی وجہ سے ہمزۂ متحرکہ حذف ہو گیا اور اجتماع ہمزتین کی صورت نہ رہی تو ہمزہ اپنی اصل کی طرف لوٹ آیا اسی لیے ناظم نے اس ہمزہ کو پڑھنے کے لیے حَالَ النَّقْلِ کی شرط لگائی۔

۲۳۳ وَتَبْدَا بِهَمْزِ الْوَصْلِ فِي النَّقْلِ كُلِّهٖ ... وَاِنْ كُنْتَ مُعْتَدًّا بِعَارِضِهٖ فَلَا

اور ابتدا کر ہمزۂ وصل کے ساتھ نقل کی تمام صورتوں میں اور اگر تو اس ہمزہ کے عارضی ہونے کا اعتبار کرنے والا ہو تو پھر (اس ہمزۂ وصل کے ساتھ) ابتدا مت کر۔

مطلب یہ کہ جب کلمہ معرف باللام ہو اور لام تعریف ہمزۂ قطعی والے کسی کلمہ پر داخل ہو جیسے اَلْاِنْسَان، اَلْاَرْض وغیرہ تو نقل حرکت کی صورت میں ہمزۂ وصل کے ساتھ اور ہمزۂ وصل کے بغیر دونوں طرح ابتدا کر سکتے ہو خواہ اَلَرْض، اَلِنْسَان

پڑھو اور چاہے لَرْضِ، لِلْسَانُ پڑھو کیونکہ ہمزۂ وصل بالعد کے ساکن سے ابتدا کرنے کے لیے لاتے ہیں اور نقل حرکت کی وجہ سے لام متحرک ہو گیا ہے تو ہمزۂ وصل کی عارضی طور پر بھی ضرورت نہ رہی۔ مگر ہمزۂ وصل سے ابتدا بہتر ہے۔ اسی اصول کے مطابق بِئْسَ الْاِسْمُ (حجرات) میں اگر اَلْاِسْمُ سے ابتدا کی جائے تو ہمزۂ وصل کے ساتھ اَلِسْمُ اور لِسْمُ دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے۔ اور یہ تمام قراء کے لیے ہے۔ فائدہ: جس طرح ورش کے لیے تمام قرآن میں مذکورہ دو صورتیں جائز ہیں۔ قالون اور بصری کے لیے بھی یہ دونوں وجوہ خاص اس موقع پر جائز ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ نقل کے ساتھ ابتدا کر رہے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ بغیر نقل کے اصل کے مطابق ابتدا کر رہے ہیں۔ تو ہمزۂ وصل کا پڑھنا ضروری ہے۔ فائدہ: عَادًا پر وقف کرتے ہوئے اَلْاُوْلٰی سے ابتدا کی جائے تو قالون کے لیے تین وجوہ ہیں۔ (۱) اَلُؤْلٰی (شروع میں ہمزۂ وصل پھر لام مضمومہ پھر ہمزۂ ساکنہ) (۲) لُؤْلٰی (لام مضمومہ اور ہمزۂ ساکنہ، بغیر ہمزۂ وصل) (۳) اَلْاُوْلٰی (اصل کے مطابق، اور یہی مکی شامی کوفیین کے لیے ہے) اور ورش کے لیے ابتدا میں دو صورتیں ہیں۔ (۱) اَلُوْلٰی (ہمزۂ وصل، پھر لام مضمومہ اور واؤ ساکنہ (۲) لُوْلٰی (وہی پہلی صورت ہے مگر ہمزۂ وصل کے بغیر)۔ وجہ اول میں ورش کے لیے بدل میں اوجہ ثلثہ ہیں اور وجہ ثانی میں ان کے لیے صرف قصر ہے۔ ابو عمرو بصری کے لیے ابتدا میں تین صورتیں ہیں پہلی اور دوسری مثل ورش کے، اور تیسری، قالون کی تیسری وجہ کی طرح۔

۲۳۴ وَنَقْلُ رِدًا عَنْ نَافِعٍ وَكِتَابِيَهْ ۔۔۔ بِالْاِسْكَانِ عَنْ وَرْشٍ اَصَحُّ تَقَبُّلًا

اور نافع سے لفظ رِدًا میں نقل حرکت ثابت ہے اور ورش سے کِتَابِیَهْ کی ھاء کو اسکان کے ساتھ پڑھنا مقبولیت میں زیادہ صحیح ہے۔

یعنی کلمہ رِدْءًا ہمزہ کی حرکت کو دال پر منتقل کرنا اور ہمزہ کو حذف کرنا نافع کے لیے ثابت ہے، اور وقف میں یہ تنوین الف سے بدل جائے گی یہ لفظ سورۂ قصص میں ہے فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْءًا یُّصَدِّقُنِیْ۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ لفظ کِتَابِیَهْ کو سورۂ حاقہ میں ورش کے لیے اسکان ہاء، اور اِنِّیْ ظَنَنْتُ کے ہمزہ کو باقی رکھنا زیادہ صحیح ہے "رو زیادہ صحیح"، کا مطلب یہ ہے کہ نقل حرکت بھی صحیح ہے لہذا ورش کے لیے دو وجہیں ہو گئیں۔ اور تحقیق ہمزہ اس لیے زیادہ صحیح ہے کہ یہ ھاءِ سکتہ ہے اور اس میں اصل یہ ہے کہ ساکن ہوتی ہے۔

بَابُ وَقْفِ حَمْزَةَ وَهِشَامٍ عَلَى الْهَمْزِ

۲۳۵ وَحَمْزَةُ عِنْدَ الْوَقْفِ سَهَّلَ هَمْزَهُ ۔۔۔ اِذَا كَانَ وَسْطًا اَوْ تَطَرَّفَ مَنْزِلًا

اورحرف ہمزہ جب کلمے کے درمیان یا آخر میں واقع ہو تو وقف کی حالت میں امام حمزہ اس ہمزہ میں تغیر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام حمزہ نے وقف میں ہمزہ کو تبدیل کر کے پڑھا ہے جب کہ وہ وسط کلمہ یا آخر میں واقع ہو۔ واضح ہو کہ یہاں سَہَّلَ سے مطلق تغیر مراد ہے لہذا تغیر کی چاروں قسموں (بین بین، نقل، ابدال، حذف) کو شامل ہے۔ وَسُطًا اَوْ تَطَرَّفَ اس لیے فرمایا کہ ہمزہ مبتدئہ اگر بعد ساکن ہو جیسے مَنْ اٰمَنَ ط اَلْاٰخِرَۃَ ط اس کے تغیر کی تفصیل اوپر آچکی ہے اور اگر بعد متحرک ہو جیسے یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ ط تو ہمزہ میں کوئی تغیر نہیں۔

۲/۲۳۶ فَاَبْدِلْہُ عَنْہُ حَرْفَ مَدٍّ مُسَکِّنًا وَمِنْ قَبْلِہٖ تَحْرِیْکُہٗ قَدْ تَنَزَّلَا

پس تو بدل دے ہمزہ کو امام حمزہ کے لیے حرف مد سے، اس حالت میں کہ تو ہمزہ کو ساکن پڑھ رہا ہو، اور اس سے پہلے حرف پر حرکت ہو۔

یعنی ہمزہ یا ساکن ہوگا یا متحرک اور ساکن یا وسط کلمہ میں ہوگا، (اور ظاہر ہے کہ اس کا سکون ہمیشہ لازم ہی رہے گا)۔ یا آخر کلمہ میں، اور آخر کلمہ کے ہمزہ کا سکون لازم ہوگا یا عارضی؟ ناظم نے یہاں ہمزۂ ساکنہ کا حکم بتلایا ہے خواہ وہ وسط میں ہو یا آخر میں، اور خواہ اس کا سکون عارضی ہو یا لازم۔ حکم یہ ہے کہ ہمزہ کو حرفِ مد سے بدل دیں گے، یعنی اگر ماقبل فتحہ ہو تو الف سے، ضمہ ہو تو واؤ سے، کسرہ ہو تو یاء سے۔ فَاَبْدِلْہُ میں ضمیر ہمزہ کی طرف راجع ہے اور عَنْہُ میں امام حمزہ کی طرف۔ اور مُسَکِّنًا بکسر کاف، اَبْدِلْہُ کی ضمیر فاعل مستتر سے حال ہے۔

امثلہ ہمزۂ ساکنہ فی وسط الکلمہ	یَاْکُلُوْنَ، تَاْخُذُوْنَہٗ، اَلذِّئْبُ، نَبِّئْنَا، تَاْثِیْمًا، اَلْمُؤْتَفِکَۃَ۔
سکون لازم فی آخر کلمہ	اِقْرَاْ، اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ، نَبِّئْ، ھَیِّئْ۔
سکون عارض فی آخر الکلمہ	بَدَاَ، قُرِیَٔ، یُبْدِئُ، لِکُلِّ امْرِیٍٔ، تَفْتَؤُا۔

نوٹ: سکون لازم کا ماقبل ہمیشہ متحرک ہوگا، البتہ سکون عارضی کا ماقبل متحرک اور ساکن دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ یہاں مراد قسم اول ہے یعنی ماقبل متحرک ہو۔ اگر ماقبل ساکن ہو تو اس کا بیان آگے آتا ہے، جیسے یَشَآءِ وغیرہ۔

۳/۲۳۷ وَحَرِّکْ بِہٖ مَا قَبْلَہٗ مُتَسَکِّنًا وَاَسْقِطْہُ حَتّٰی یَرْجِعَ اللَّفْظُ اَسْھَلَا

اور ہمزہ کی حرکت اس کے ماقبل کو دے دو، جب کہ اس کا ماقبل ساکن ہو، اور ہمزہ کو حذف کر دو، تاکہ لفظ آسان ہو جائے۔

یعنی جب ہمزہ متحرک ہو اور اس کا ماقبل حرف ساکن ہو، تو ہمزہ کی حرکت ساکن کو دے کر ہمزہ کو حذف کریں گے۔ اس کو نقل حرکت بھی کہتے ہیں۔ نقل حرکت کا یہ ضابطہ حسب ذیل تین صورتوں میں پایا جائے گا۔ (۱) ہمزہ متحرک، ماقبل صحیح

ساکن جیسے تَشْطَاُہٗ، اَلْقُرْاٰن، اَلظَّمْاٰن، جُزْءًا، اَلنَّشْاَۃَ، یَجْاَرُوْن، اَلْخَبْءَ، اَلْمَرْءَ، مِلْءُ، دِفْءٌ۔ (۲) ہمزہ متحرک کے ماقبل حرفِ لین واوِ اصلی یا، یاءِ اصلی ہو جیسے، سَوْءَۃَ، مَوْئِلًا، سَوْءَاتِکُمْ، شَیْئًا، کَھَیْئَۃِ، ظَنَّ السَّوْءِ، شَیْءٍ۔ (۳) ہمزہ متحرک کے ماقبل واوِ مدّہ اصلیہ یا یاءِ مدّہ اصلیہ ہو جیسے اَلسُّوْٓءَاَیْ، سِیْٓئَتْ، اَلْمُسِیْٓءُ، اَنْ تَبُوْٓاَ، لَتَنُوْٓءُ، سِیْٓءَ، جِایْٓءَ۔

۲۳۸ سِوٰی اَنَّہٗ مِنْ بَعْدِ مَا اَلِفٍ جَرٰی یُسَہِّلُہٗ مَہْمَا تَوَسَّطَ مَدْخَلًا

سوائے اس کے کہ ہمزۂ متحرکہ الف کے بعد آرہا ہو تو امام حمزہ اس کو تسہیل سے پڑھیں گے مگر یہ تسہیل جب ہے کہ ہمزہ کلمے کے درمیان میں واقع ہو۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر ہمزۂ متحرکہ الف کے بعد ہو اور منطرفہ نہ ہو بلکہ متوسط ہو تو امام حمزہ اس ہمزہ میں تسہیل بین بین کرتے ہیں کیونکہ ماقبل میں الف ہونے کی وجہ سے نقلِ حرکت ممکن نہیں جیسے دُعَآؤُکُمْ، غُثَآءً، خَآئِفِیْنَ، اَلْقَلَآئِدَ، بِاَسْمَآئِہِمْ، یُرَآءُوْنَ۔

نوٹ: امثلہ مذکورہ میں مدِ متصل ہے مگر سببِ مد یعنی ہمزہ مسہّل ہوگیا ہے، لہٰذا مد بقدر چھ حرکات اور قصر بقدر دو حرکت دونوں جائز ہیں چنانچہ آچکا ہے۔ (دیکھو شعر ۲۰۸)

وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ قَبْلَ ھَمْزٍ مُغَیَّرٍ یَجُزْ قَصْرُہٗ وَالْمَدُّ مَازَالَ اَعْدَلَا

۲۳۹ وَیُبْدِلُہٗ مَہْمَا تَطَرَّفَ مِثْلَہٗ وَیَقْصُرُ اَوْ یَمْضِیْ عَلَی الْمَدِّ اَطْوَلَا

اور جب یہ ہمزہ طرف میں واقع ہو تو امام حمزہ اس کو الف سے بدلتے ہیں اور قصر کرتے ہیں یا مدِ طویل پر جاری رہتے ہیں۔

یعنی جو ہمزۂ منطرفہ الف کے بعد واقع ہو تو وقف میں امام حمزہ ماقبل کی جنس الف سے بدلتے ہیں، گویا دو الف جمع ہو جاتے ہیں۔ اس وقت یہ بھی جائز ہے کہ ایک الف کو حذف کر دیا جائے تاکہ کلمۂ واحدہ میں اجتماعِ ساکنین سے احتراز ہو سکے، اور جائز ہے کہ دونوں کو باقی رکھا جائے کیونکہ اجتماعِ ساکنین وقف میں جائز ہے۔ اور اگر دونوں میں ایک الف کو حذف کیا جائے تو یہ دیکھا جائے کہ کون سا الف حذف ہوا اگر محذوف پہلا ہے تو پھر قصر متعین ہے کیونکہ الف ثانیہ ہمزہ سے بدل کر آیا ہے اور اس میں قصر ہی ہو سکتا ہے جیسے بَدَاَ، اَنْشَاَ، اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ محذوف دوسرا ہے تو پھر مد و قصر دونوں جائز ہیں گویا الف ایک ایسا حرفِ مد ہے جو ہمزۂ مغیرہ سے قبل واقع ہے وہ ہمزہ جس میں دو تغیر ہوئے ایک ابدال بالالف دوسرے حذف، اور دونوں کے ابقاء کی تقدیر پر مدِ طویل بقدر تین ۳

الف ہوگا یعنی بتدریج حرکات، مثلاً صفرآءُ، اَلسُّفھآءُ، شُرَکآءُ، اَلْمآءَ۔

۶/۲۴۰ وَیُدْغِمُ فِیْہِ الْوَاوَ وَالْیَاءَ مُبْدِلاً   اِذَا زِیْدَتَا مِنْ قَبْلُ حَتّٰی یُفَصَّلاَ

اور امام حمزہ، اس ہمزہ میں ماقبل کی جنس سے ابدال کرتے ہوئے واؤ اور یا کا ادغام کرتے ہیں (اور یہ صورت اس وقت ہے) جب واؤ اور یا زیادہ ہوں، تاکہ اصلی اور زائد میں فرق ہو جائے۔

یعنی ہمزۂ متحرکہ کا ماقبل اگر واؤ اور یاء ساکنہ زائدہ ہوں تو اس وقت ہمزہ کو ماقبل کی جنس سے بدلتے ہوئے ادغام کرتے ہیں جیسے خَطِیْئَتُہٗ، خَطِیٰٓتِکُمْ، ھَنِیْٓئًا، مَرِیْٓئًا، بَرِیْٓـُٔوْنَ، قُرُوْٓءٍ۔ زائد میں گفتگو اس لیے ہے کہ واؤ اور یاء اصلی کا حال اوپر آچکا ہے، کہ اس میں نقل حرکت ہوتا ہے۔

نوٹ: یہاں تک ہمزۂ متحرکہ بعد الساکن کے قواعد ختم ہو گئے۔ آگے ہمزۂ متحرکہ بعد المتحرک کو بیان کرتے ہیں۔

۷/۲۴۱ وَیُسْمِعُ بَعْدَ الْکَسْرِ وَالضَّمِّ ھَمْزَہٗ   لَدٰی فَتْحِہٖ یَاءً وَّوَاوًا مُّحَوَّلاَ

یعنی امام حمزہ کسرہ اور ضمہ کے بعد آنے والے ہمزۂ مفتوحہ کو (بالترتیب) یاء اور واؤ سے تبدیل کرتے ہیں مثلاً خَاطِئَۃً، نَاشِئَۃَ، مِائَۃَ، فِئَۃَ، لِئَلَّا، یُؤَدِّہٖ، مُؤَجَّلًا، مُؤَذِّنٌ، فُؤَادَکَ، لُؤْلُؤًا۔

۸/۲۴۲ وَفِیْ غَیْرِ ھٰذَا بَیْنَ بَیْنَ وَمِثْلُہٗ   یَقُوْلُ ھِشَامٌ مَا تَطَرَّفَ مُسْھِلاَ

اور اس کے علاوہ میں وہ ہمزہ کو بین بین پڑھتے ہیں اور امام حمزہ کی طرح ہشام بھی اس ہمزہ میں کہ جو متطرفہ ہو، تمام تغیرات کے قائل ہیں۔ اس شعر میں دو باتیں کہی گئی ہیں، ایک یہ کہ ہمزۂ متحرکہ بعد المتحرک میں ہمزۂ مفتوحہ بعد الکسر یا بعد الضم کے علاوہ تمام صورتوں میں تسہیل بین بین کرتے ہیں، گویا پہلی دو صورتوں میں ابدال باقی سات صورتوں میں تسہیل ہوگی جو کہ حسب ذیل ہے۔

(۱) ہمزۂ مفتوحہ بعد الفتح جیسے شَنَاٰنُ، مَاٰرِبُ، سَاَلَ۔ (۲) ہمزۂ مکسور بعد الضم جیسے سُئِلُوْا، سُئِلَتْ۔ (۳) ہمزۂ مکسور بعد الکسر جیسے بَارِئِکُمْ، خَاطِئِیْنَ، مُتَّکِئِیْنَ۔ (۴) ہمزۂ مکسور بعد الفتح جیسے مُطْمَئِنٌّ، یَوْمَئِذٍ، جَبْرَئِیْلَ۔ (۵) ہمزۂ مضموم بعد الضم جیسے بِرُءُوْسِکُمْ۔ (۶) ہمزۂ مضموم بعد الکسر جیسے اَنْبِـُٔوْنِیْ، سَنُقْرِئُکَ، لِیُوَاطِئُوْا۔ (۷) ہمزۂ مضموم بعد الفتح جیسے رَءُوْفٌ، یَکْلَؤُکُمْ، تَؤُزُّھُمْ۔ تخفیف کا اصول یہ ہوا کہ ان ساتوں قسموں میں تسہیل ہوگی۔ ہمزہ مفتوح ہو تو بین الہمز والالف، مضموم ہو تو بین الہمز والواو اور مکسور ہو تو بین الہمز والیاء پڑھیں گے۔ اور اخفش کی رائے میں ان میں سے بعض قسموں میں کچھ اور وجوہ بھی جائز ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے۔ قولہ ومثلہ یقول ھشام آخ۔ دوسری بات یہ کہی گئی ہے۔ کہ تغیراتِ ہمزہ کی جتنی صورتیں بحالتِ وقف امام حمزہ کے لیے بیان کی گئی ہیں (اول باب سے یہاں تک) وہ

تمام تغیرات، وقف میں ہشام کے لیے بھی ہوں گے مگر صرف اس ہمزہ میں جو متطرفہ ہو۔ ہمزۂ مبتدئہ یا متوسط میں وہ ہمزہ کو محقق ہی پڑھتے ہیں مثلاً اِقْرَأْ، یُبْدِئُ، اَلْخَبْءَ، مِلْءُ، نَشَاءُ، لُؤْلُؤٌ (صرف ہمزۂ ثانیہ میں)۔

۹/۲۴۳ وَرِئْیًا عَلٰی اِظْهَارِهٖ وَاِدّْغَامِهٖ ۔۔۔ وَبَعْضٌ بِكَسْرِ الْهَا لِيَاءٍ تَحَوَّلَا

اور لفظ رِئْیًا کو (ہمزۂ ساکنہ کی بالیاء تبدیلی کے بعد) اظہار اور ادغام دونوں پر پڑھنا جائز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَرِئْیًا، میں اصول مذکورہ کے مطابق ابدال ہوگا۔ دو یاء جمع ہو جائیں گی ان میں اظہار و ادغام دونوں صحیح ہیں۔ اسی طرح تُؤْوِیْ، تُؤْوِیْهِ اور رُءْیَا میں بھی یہی حکم ہے۔ قولہ وبعضٌ الخ سورۂ بقرہ میں اَنْۢبِئْهُمْ اور سورۂ حجر و قمر میں نَبِّئْهُمْ میں اصول کے مطابق امام حمزہ کے لیے ہمزۂ ساکنہ بالیاء تبدیل ہوگا۔ ابدال کے بعد ھاء جمع پر ضمہ پڑھا جائے گا، جمہور اہلِ ادا اور ابوالفتح فارس اسی کو زیادہ بہتر کہتے ہیں مگر بعض مشائخ نے یاء کی وجہ سے ھاء کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کیا ہے۔

۱۰/۲۴۴ كَقَوْلِكَ اَنْۢبِئْهُمْ وَنَبِّئْهُمْ وَقَدْ ۔۔۔ رَوَوْا اَنَّهٗ بِالْخَطِّ كَانَ مُسَهَّلَا

قولہ وَقَدْ رَوَوْا الخ مطلب یہ کہ بعض اہلِ ادا نے امام حمزہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ وقف میں ہمزہ کو اس کے رسم الخط کے مطابق تغیر کر کے پڑھتے تھے۔ آگے مصاحف کے مقتضا پر تخفیف کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

۱۱/۲۴۵ فَفِي الْيَا يَلِي وَالْوَاوِ وَالْحَذْفِ رَسْمَهٗ ۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یعنی اتباعِ رسم کی صورت میں ہمزہ اگر بصورتِ یاء لکھا ہو تو یاء سے اور بصورتِ واؤ ہو تو واؤ سے بدلتے ہیں اور اگر محذوف الشکل ہو تو ہمزہ کو حذف کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مصاحف میں کہیں ہمزہ کو بصورت یاء، کہیں بصورتِ واؤ لکھا ہے اور کہیں محذوف الشکل ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناظم نے ہمزہ کی صرف تین ہی صورتوں پر کیوں اکتفا کیا، بصورتِ الف کو کیوں بیان نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ہمزہ کی تخفیف جو بصورتِ الف لکھا ہوا ہو تغیر قیاسی سے خارج نہیں ہے مثلاً اِقْرَأْ میں ہمزہ بصورت الف مرسوم ہے۔ تغیر قیاسی بھی یہی ہے کہ ہمزہ کو الف سے بدلا جائے گا یا مثلاً سَاَلَ میں تخفیف قیاسی تسہیل بین الهمز والالف ہے جو رسمِ عثمانی سے خارج نہیں ہوتی۔ بہر حال اس موقع پر چند باتیں ملحوظ رہیں۔ (۱) تغیر ہمزہ کے جو اصول اوپر بیان ہوئے ہیں ان کو تغیر قیاسی اور جن تغیرات کا یہاں بیان کر رہے ہیں ان کو تغیر رسمی کہتے ہیں۔ (۲) تغیر رسم کے ناقلین مغربی اہلِ ادا ہیں جیسے مکی ابن ابی طالب، فارس بن احمد، ابو عمرو دانی اور امام شاطبی، لیکن جمہور اہلِ ادا، مشارقہ اور

عراقیین بلکہ بہت سے مغاربہ بھی تخفیف قیاسی کی طرف مائل ہیں۔ (۳) اکثر مواقع میں تغیر قیاسی اور تغیر رسمی مل جاتے ہیں کوئی تخالف نہیں ہوتا تاہم اس تغیر رسمی کے باب کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جہاں بھی ہمزہ بصورت واؤ موسوم ہو وقف میں اس کو واؤ خالصہ سے بدلنا ہے یا جہاں بھی ہمزہ بصورت یا مرسوم ہو اس کو ضرور ہی یاء خالصہ سے بدلنا ہے اسی طرح حذف کی صورت میں، بلکہ یہ پورا باب تابع نقل کے ہے۔ سماع، صحتِ نقل اور ثبوتِ روایت ہر تغیر کے لیے ضروری ہے مثلاً نِسَاۤؤُكُمْ، اَبْنَاۤؤُكُمْ وغیرہ میں ہمزہ بصورت واؤ مرسوم ہے۔ مگر وقف میں یہ تغیر یعنی ابدال بالواو الخالصہ کسی طرح جائز نہیں کیونکہ نہ یہ صحیح ہے اور نہ روایۃً ثابت ہے لہٰذا تلاوت بھی صحیح نہ ہوگی، اسی طرح خَاۤئِفِيْنَ میں ابدال بالیاء درست نہیں۔ یَرْءُوْنَ میں ہمزہ محذوف الشکل ہے، مگر تغیر بحذف ہمزہ صحیح نہیں۔ (۴) قرآن میں بہت سے مواقع میں ہمزہ کو قیاسی رسم کے خلاف لکھا گیا ہے ایسے مواقع میں وقف اور تغیر کی وجہ جائز کا معلوم کر لینا ضروری ہے، اس سلسلہ میں اجراء قرآت کی دو کتابیں متداول و مشہور اور مستند ہیں۔ (۱) غیث النفع فی اجراء السبع سراج القاری کے حاشیہ پر، تالیف العلامۃ النوری الصفاقسیؒ۔ (۲) البدور الزاہرہ فی القراءات العشرہ، تالیف شیخ عبدالفتاح قاضیؒ۔ (۵) ہمزہ کے رسم کی شکلوں کے قواعد کتب رسم سے معلوم کرنے چاہئیں مثلاً عقیلۃ الاتراب، للشاطبیؒ، المقنع للدانیؒ نیز رسالہ توضیح المرام فی وقفِ حمزہ و ہشام، للراقم، قابلِ دید ہے۔

۱۱ .... وَالْاَخْفَشُ بَعْدَ الْكَسْرِ ذَا الضَّمِّ اَبْدَلَا

۱۲/۲۴۶ بِيَاءٍ وَعَنْهُ الْوَاوُ فِيْ عَكْسِهٖ وَمَنْ حَكٰى فِيْهِمَا كَالْيَا وَكَالْوَاوِ اَعْضَلَا

اور اخفش نے کسرہ کے بعد ضمہ والے ہمزہ کو یاء سے بدلا ہے، اور اخفش ہی سے نقل کیا گیا ہے کہ اس کے عکس کی صورت میں ہمزہ واؤ سے بدلتا ہے۔ اور جس نے ان دونوں صورتوں میں (بالترتیب) تسہیل کالیا اور تسہیل کالواو کو نقل کیا ہے اس نے مشکل صورت اختیار کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اخفش نحوی کے یہاں ہمزۂ مضمومہ بعد الکسر کو یاء خالصہ سے، اور ہمزۂ مکسورہ بعد الضم کو واو خالصہ سے بدلا جاتا ہے یعنی سُئِلَ جیسے لفظ کو سُوِلَ۔ اور مُسْتَهْزِءُوْنَ کے قسم کے الفاظ کو مُسْتَهْزِيُوْنَ پڑھیں گے۔

قولہ وَمَنْ حَكٰى فِيْهِمَا الخ اخفش والی دونوں وجہوں میں بعض مشائخ کا یہ مذہب بھی ہے کہ وہ تسہیل بعید اختیار کرتے ہیں کہ سُئِلَ میں ہمزہ کو بین الہمز والواو، اور خَاطِئُوْنَ میں بین الہمز والیا، پڑھتے ہیں۔ اَعْضَلَا کہہ کر شاطبی فرماتے ہیں کہ تسہیل کی یہ شکل ادا میں مشکل ہے لہٰذا عملاً قابلِ ترک ہے یاد رہے کہ تسہیل کی دو قسمیں ہیں، قریب، بعید۔

قریب یہ کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرف مد کے درمیان پڑھنا جو اس ہمزہ کی حرکت کے موافق ہو۔ اور بعید یہ کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرفِ مد کے درمیان پڑھنا جو اس کے حرفِ ماقبل کی حرکت کے موافق ہو۔

۱۳/۲۴۷ وَمُسْتَهزِؤُنَ الحَذْفُ فِيهِ وَنَحْوِهِ ۔ وَضُمَّ وَكَسْرٌ قَبْلُ قِيلَ وَأُخْمِلَا

اور مُسْتَهزِؤُنَ میں اور اس جیسے دیگر لفظوں میں (امام حمزہ سے) حذف ہمزہ بھی منقول ہے اور ماقبل میں ضمہ ہوگا۔ اور ماقبل میں کسرہ بھی کہا گیا ہے اور یہ متروک ہے۔

یعنی امام حمزہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ مُسْتَهزِءُونَ، لِيُطْفِئُوا اور مُتَّكِئُونَ جیسے لفظوں میں ہمزہ کو حذف کرتے ہیں اور ضمہ ماقبل کو نقل کرتے ہیں واضح ہو کہ قیاس اور ادا دونوں کے اعتبار سے یہ شکل جائز و صحیح ہے لیکن ہمزہ حذف کرکے اس کے ماقبل کسرہ باقی رکھنا قیاس اور روایت دونوں کے اعتبار سے غلط ہے۔ ناظم نے لفظ اُخْمِلَا میں اسی کو فرمایا ہے کہ یہ متروک ہے لہٰذا فعل اُخْمِلَا کی ضمیر نائب فاعل صرف کسرہ کی طرف راجع ہے، اور آخر میں الف اطلاقی ہے الف کو تثنیہ کا قرار دے کر ضمہ اور کسرہ دونوں کی ضمیر سمجھنا صحیح نہیں۔ اگر ناظم کے ذہن میں یہی بات ہوتی تو قِيلَا وَاُخْمِلَا فرماتے تاکہ ضمیر تثنیہ سے ضم و کسر دونوں مراد ہو جائیں۔ حاصل یہ کہ مُسْتَهزِءُونَ وغیرہ میں تسہیل بین الہمز والواد (علی مذہب سیبویہ) ابدال بالیاء (علی مذہب اخفش) اور حذفِ ہمزہ مع الضم قبلہا تینوں صحیح ہیں۔ اور تسہیل بعید اور حذفِ ہمزہ مع بقاء الکسر قبلہا متروک ہیں۔

۱۴/۲۴۸ وَمَا فِيهِ يُلْفَى وَاسِطًا بِزَوَائِدٍ ۔ دَخَلْنَ عَلَيْهِ فِيهِ وَجْهَانِ اُعْمِلَا

۱۵/۲۴۹ كَهَا وَيَا وَاللَّامِ وَالْبَا وَنَحْوِهَا ۔ وَلَامَاتِ تَعْرِيفٍ لِمَنْ قَدْ تَأَمَّلَا

اور وہ لفظ کہ جس میں ہمزہ (حقیقت میں تو وہ ابتدا میں ہو مگر) وسط میں ہو جائے اُن زوائد کی وجہ سے جو اس پر داخل ہوئے ہوں تو اس میں (بحالت وقف) دونوں وجہیں عمل میں لائی گئی ہیں۔

جیسے ہَاء (تنبیہ مثلاً هَاَنْتُمْ) اور یَاء (حرف ندا، مثلاً يَاٰدَمُ) اور لام (تاکید یا لامِ جر جیسے لَاَنْتُمْ، لِاَبَوَيْهِ) اور بَاء (جیسے بِاَنَّهُمْ، بِاِمَامٍ، فَبِاَيِّ) اور اس جیسے (ہمزہ مثلاً ءَاَنْذَرْتَهُمْ، سین مثلاً سَاَصْرِفُ۔ فاء مثلاً فَاٰمِنُوا، کاف مثلاً كَاَنَّهُمْ، واو مثلاً وَاَنْتُمْ) اور لاماتِ تعریف، ہر اس شخص کے لیے جو غور کرے۔ وسط کلمہ میں جو ہمزہ واقع ہو رہا ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ حقیقت میں ہی وسط میں ہو جیسے سَاَلَ، يَئِسُوا وغیرہ۔ اس قسم میں تخفیفات و تغیرات، قواعد مذکورہ بالا کے مطابق ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ ہمزہ حقیقت میں تو متوسط نہ ہو مگر اس پر زوائد داخل ہو جائیں، جیسا کہ اس شعر میں بیان ہوئے ہیں، تو ایسے کلمات میں دونوں صورتیں جائز ہیں چاہے قواعد بالا کے مطابق تغیر کر لیا جائے۔ اور چاہے ہمزہ کو بلا تغیر تحقیق سے پڑھا جائے۔ مذہب اول فارس ابن احمد کا ہے۔

اور ثانی ابوالحسن طاہر بن غلبون کا ہے۔ **فائدہ**: الَّذِی اؤْتُمِنَ۔ یَا صَالِحُ ائْتِنَا، لِقَاءَنَا ائْتِ۔ وغیرہ میں ہمزہ متوسط بالکلمہ ہے یہاں ہمزہ میں تحقیق و ابدال دونوں جائز ہیں مگر بعض علماء نے صرف تحقیق کہا ہے۔ (الوافی)

۱۶/۲۵۰ وَأَشْمِمْ وَرُمْ فِیمَا سِوَی مُتَبَدِّلٍ ۔۔۔ بِهَا حَرْفَ مَدٍّ وَاعْرِفِ الْبَابَ مَحْفِلَا

اور اشمام و روم کے ساتھ وقف کر ان صورتوں کے ماسوی میں، جن میں ہمزہ کو حرفِ مد سے بدلا گیا ہو۔ اور پورے باب کو یک جا کرتے ہوئے اس میں معرفت پیدا کر۔

اس شعر میں ناظم یہ بتلا رہے ہیں کہ ہمزہ کے تغیرات والے اس باب میں اشمام و روم کے ساتھ وقف کرنا بھی جائز ہے اور تقریباً تمام احوال میں جائز ہے مگر اس وقت جائز نہیں کہ ہمزہ متطرفہ کو حرفِ مد سے بدلا گیا ہو مثلاً ہمزہ، حرفِ متحرک یا الف کے بعد واقع ہو رہا ہو تو اس وقت روم و اشمام کے ساتھ وقف صحیح نہیں ہوگا، اور اس وقت روم و اشمام صحیح ہوگا کہ ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی گئی ہو اور ہمزہ حذف کیا گیا ہو مثلاً دِفْءٌ، شَیْءٍ، مَثَلُ السَّوْءِ، جُزْءٌ، یَنْظُرُ الْمَرْءُ، ایسے ہی ہمزہ کو واؤ سے بدلنے کے وقت جب کہ وہ واؤ زائدہ کے بعد واقع ہو مثلاً قُرُوْءٍ، یا یاء زائدہ کے بعد واقع ہونے کی صورت میں ابدال بالیاء کیا گیا ہو مثلاً اِنَّمَا النَّسِیْءُ، اور ہمزہ کو حرفِ مد سے بدلے جانے اور روم و اشمام جائز نہ ہونے کی مثال جیسے اِقْرَأْ، نَبِّئْ، مِنْ شَاطِئِ، یَشَاءُ، مِنَ السَّمَاءِ۔ روم و اشمام اس وقت ناجائز ہیں کہ حروف مد میں حرکت کی اصلاً کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

۱۷/۲۵۱ وَمَا وَاوٌ اَصْلِیٌّ تَسَکَّنَ قَبْلَهُ ۔۔۔ اَوِ الْیَا فَعَنْ بَعْضٍ بِالْاِدْغَامِ حُمِّلَا

اور وہ ہمزہ کہ اس سے پہلے واؤ اصلی ساکنہ یا یا اصلی ساکنہ واقع ہو تو (بجائے نقل حرکت کے، جو کہ جمہور کا مذہب تھا) بعض مشائخ سے وہ ہمزہ (ابدال اور) ادغام کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

واؤ اور یاء ساکنہ جو ہمزہ سے پہلے واقع ہوں ان کی دو قسمیں تھیں۔ اصلی اور زائدہ۔ دونوں کا حکم بھی اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اصلی ہونے کی صورت میں نقل حرکت اور ہمزہ کا اسقاط ہوتا ہے اور زائدہ ہونے کی صورت میں ابدال و ادغام ہوتا ہے لیکن بعض مشائخ نے ان میں اصلی یا زائدہ کی کوئی تفریق نہیں کی بلکہ دونوں صورتوں میں ہمزہ کو ماقبل کی جنس واؤ یا یاء سے بدل کر ادغام ہی کیا ہے، خواہ وہ واؤ یا یاء مدہ ہوں یا لین ہوں اور خواہ ہمزہ متوسطہ ہو یا متطرفہ۔ جیسے السُّوْاٰی، سَیِّئَتْ، سَوْءَةَ، لَتَنُوْءُ، کَهَیْئَةِ، شَیْئًا۔

۱۸/۲۵۲ وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِیْكُ اَوْ اَلِفٌ مُحَرْ ۔۔۔ رَكًا طَرَفًا فَالْبَعْضُ بِالرَّوْمِ سَهَّلَا

اور وہ ہمزہ کہ اس کا ماقبل متحرک ہو یا الف ہو، دراں حال کہ خود ہمزہ متحرک و متطرفہ ہو تو بعض مشائخ نے اس میں روم کے ساتھ تسہیل کی ہے۔

جیسے یُبْدِیُٔ، لِکُلِّ امْرِیٍٔ، تَفْتَؤُا، اَللُّؤْلُؤُ اور یَشَآءُ، مِنْ مَّآءٍ، تو اگرچہ جمہور کے نزدیک اس میں روم و اشمام جائز نہیں۔ جیسا کہ ناظم اوپر بتا کر آئے ہیں۔ مگر بعض اہلِ ادا کے نزدیک اس میں روم جائز ہے لیکن ہمزہ میں تسہیل ہوگی بشرطیکہ یہ ہمزہ مضموم یا مکسور ہو گر یا وقف بالاسکان کی صورت میں ابدال ہو گا۔ اور وقف بالروم میں تسہیل ہوگی۔ اور حقیقتہً ان دونوں میں کوئی تنافی بھی نہیں۔

۱۹/۲۵۳ وَمَنْ لَّمْ یَرُمْ وَاعْتَدَّ مَحْضًا سُكُوْنَهٗ وَاَلْحَقَ مَفْتُوْحًا فَقَدْ شَذَّ مُوْغِلَا

اور جس نے روم ہی نہیں کیا اور محض سکون ہی کو معتبر مانا ہے اور وہ کہ جس نے روم میں مفتوح کو بھی شامل کر دیا ہے پس حقیقت میں ہر ایک نے ہی شاذ بات کہنے میں حد سے تجاوز کیا ہے۔

ناظم نے شعر سابق میں بعض اہلِ ادا کا یہ مذہب بیان کیا تھا کہ ہمزۂ متحرکہ متطرفہ جو حرفِ متحرک یا الف کے بعد واقع ہو اس میں تسہیل کے ساتھ روم جائز ہے، اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ روم کا محل مجرور یا مرفوع ہوتا ہے۔ ناظم اس شعر میں دو دوسرے مذہب بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ صرف ابدال پر اکتفا کیا جائے اور تسہیل مع الروم جائز نہیں، خواہ ہمزہ مضموم ہو یا مکسور ہو یا مفتوح۔ اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمزہ میں جب تسہیل بین بین ہو تو ساکن کے قریب ہوتا ہے اور ساکن میں روم نہیں ہوتا تو تسہیل مع الروم ناجائز ہے، دوسرا مذہب یہ کہ تسہیل مع الروم ہر حال میں جائز ہے خواہ ہمزہ مکسور ہو یا مضموم ہو یا مفتوح، اور علت یہ بیان کی کہ ہمزۂ مسہلہ اگرچہ ساکن کے قریب ہوتا ہے کیونکہ اس میں ضعف آجاتا ہے لیکن پھر بھی ہمزۂ متحرکہ کے درجے میں ہوتا ہے اور دلیل یہ ہے کہ وہ شعر میں ہمزۂ متحرکہ ہی کے قائم مقام ہوتا ہے اور جب وہ متحرکہ کے قائم مقام ہو گیا تو تینوں حرکتوں میں روم جائز ہے کیونکہ عربی میں مفتوح میں بھی روم ہوتا ہے۔ ناظم نے ان دونوں کا رد کیا ہے۔ وَاعْتَدَّ بمعنی وَاعْتَبَرَ۔ وَاَلْحَقَ یعنی وَمَنْ اَلْحَقَ اس سے دوسرے مذہب والوں کا رد ہے کہ دونوں مذہب باطل ہیں۔ مُوْغِلَا، اِیْغَال سے ہے جس کے معنی ہیں آدمی کا صحیح راستہ سے دُور نکل جانا۔

۲۰/۲۵۴ وَفِي الْهَمْزِ اَنْحَآءٌ وَّعِنْدَ نُحَاتِهٖ یُضِیْٓءُ سَنَاهُ كُلَّمَا اَسْوَدَّ اَلْيَلَا

اور ہمزہ میں اور بہت سے طرق ہیں اور نحویوں کے یہاں اس کی (تحقیقات کی) چمک خوب روشن ہوتی ہے۔

جب بھی (ناواقفوں میں) وہ ہمزہ تاریک ہو گیا ہوتا ہے مثل اندھیری رات کے۔

اَنْحَآءٌ نحو کی جمع بمعنی طریق۔ نُحَاۃ، ناحی کی جمع بمعنی نحو جاننے والے۔ یہاں صرفی لوگ مراد ہیں۔ سَنَا، روشنی۔

لَیْلٌ اَلْیَلُ، بمعنی سخت اندھیری رات۔

بَابُ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ

یعنی اظہار و ادغام کا بیان جو آئندہ آنے والے تین بابوں میں منقسم ہے۔

۱/۲۵۵ سَاَذْكُرُ اَلْفَاظًا تَلِيْهَا حُرُوْفُهَا ۔ بِالْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ تُرْوٰى وَتُجْتَلَا

اب میں کچھ الفاظ ذکر کروں گا ان کے ساتھ ہی ان کے وہ حروف بھی آئیں گے جو اظہار یا ادغام کے ساتھ روایت کیے جاتے اور دیکھے جاتے ہیں۔

ادغام سے ادغام صغیر مراد ہے، اور وہ الفاظ جن کے ذکر کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اِذْ، قَدْ، تاءِ تانیث، ھَلْ و بَلْ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو ذکر کرنے کے بعد اس کے ان حرفوں کا ذکر کریں گے جن میں ان الفاظ کا اختلاف قراء کے مطابق ادغام یا اظہار ہو رہا ہوگا، اور یہ حروف، اوائل کلمات میں مراد ہوں گے جس طرح ادغام کبیر میں کہہ چکے ہیں۔

۲/۲۵۶ فَدُوْنَكَ اِذْ فِيْ بَيْتِهَا وَحُرُوْفُهَا ۔ وَمَا بَعْدُ بِالتَّقْيِيْدِ قُدْهُ مُذَلَّلَا

چنانچہ لفظ اِذْ کو اُس کے مخصوص شعر میں اور اُس کے حروفِ مدغمہ کو یاد کر۔ اور اس کے بعد میرے بیانِ تقییدی کے مطابق اس کو اپنی طرف کھینچ قابو کرتے ہوئے۔

یعنی ان الفاظ مذکورہ میں سے لفظ اِذْ کو مثلاً اس کے مخصوص شعر میں دیکھو اور ان حرفوں کو بھی یاد کر لو جو اسی شعر میں اِذْ کے بعد ذکر کیے جائیں گے۔ اور اس طرح ہمارے بیان سے آپ کو ذال اِذْ کے اظہار و ادغام میں قراء کا مذہب معلوم ہو جائے گا۔ دُوْنَكَ، اسم فعل ہے جس کے معنی ہیں یاد کر لو، لے لو۔

۳/۲۵۷ سَاُسْمِيْ وَبَعْدَ الْوَاوِ تَسْمُوْ حُرُوْفُ مَنْ ۔ تَسَمّٰى عَلٰى سِيْمَا تَرُوْقُ مُقَبَّلَا

میں (قاری یا راوی کا بصورتِ رمز) نام لوں گا، اور اس کے بعد واؤ فاصل لاؤں گا اور اس واؤ کے بعد اس قاری یا راوی کے حروفِ مدغمہ یا مظہرہ ایک خاص علامت پر واضح ہو رہے ہوں گے، وہ علامت خوشگوار ہوگی چوم لینے کے قابل۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ختم مسئلہ کے لیے واوِ فاصل لانے کا طریقہ اس تمام کتاب میں رائج ہے مگر اس باب میں مزید ایک واو فاصل کا اضافہ ہوا ہے جو قاری یا راوی کی رمز اور اس کے حروفِ مدغمہ یا مظہرہ کے درمیان آئے گی، تاکہ رمز

اور حروف میں اشتباہ نہ ہو، اور جب مسئلہ ختم ہو جائے گا تو حسب معمول واؤ فاصل لائیں گے۔ اس شعر میں اسی عارضی اور نئی واؤ فاصل کا بیان مقصود ہے۔

نوٹ: یہ عارضی واؤ فاصل اسی وقت لائی جائے گی جب قاری یا راوی کے ناموں کی طرف بصورت رمز اشارہ ہو رہا ہو، بصراحت نام لینے کی صورت میں چونکہ کوئی اشتباہ پیدا نہیں ہوتا، اس لیے یہ واؤ فاصل بھی نہ ہوگی مثلاً آگے آتا ہے۔ ع

وَادْغَمَ وَرْشٌ ضَرَّ ظَمْآنَ وَامْتَلَا

کہنا چاہتے ہیں کہ ورش نے دالِ قَدْ کا ضٓ اور ظآء میں ادغام کیا ہے، چونکہ ورش کا نام بصراحت لیا ہے اس لیے وَرْشٌ کے بعد یہ عارضی واؤ فاصل نہیں لائے، البتہ ختم مسئلہ کے لیے واؤ مستقل لفظ وَامْتَلَا میں لائی گئی۔ تَسْمُوْ، سُمُوٌّ سے ہے بلند اور ممتاز ہونا۔ سِیْمَا، علامت۔ تَرُوْقُ، رَوْقٌ سے بارونق اور پیارا ہونا۔ مُقَبَّلًا، چوم لینے کی جگہ۔ مسئلہ کے واضح ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ قاری کی رمز اور حروفِ مدغمہ یا مظہرہ میں کوئی اشتباہ نہ ہوگا۔ کیونکہ میرا بیان بڑا دلآویز اور پیارا ہوگا۔

۴/۲۵۸ وَفِيْ دَالِ قَدْ اَيْضًا وَتَاءِ مُؤَنَّثٍ ۝ وَفِيْ هَلْ وَبَلْ فَاحْتَلْ بِذِهْنِكَ اَحْيَلَا

اور دالِ قَدْ اور تاءِ تانیث ساکنہ اور هَلْ وَبَلْ کے لاموں میں بھی میں یہی طریقہ اختیار کروں گا۔ پس تو اپنے ذہن میں تدبیر سے کام لے، اس حال میں کہ تو بڑا صاحبِ تدبیر ہے۔

ذِكْرُ ذَالِ اِذْ

۱/۲۵۹ نَعَمْ اِذْ تَمَشَّتْ زَيْنَبٌ صَالَ دَلُّهَا ۝ سَمِيُّ جَمَالٍ وَاصِلًا مَنْ تَوَصَّلَا
(ت ز ص د س ج)

لفظی ترجمہ: ہاں جس وقت چلی زینب تو اس کے ناز و انداز نے حملہ کیا اس حال میں کہ وہ ناز و انداز بلند جمال تھا۔ اور ملاقات کرتا تھا اس سے جو ملاقات کا طالب ہو۔

صَالَ، حملہ کیا۔ دَلٌّ، ناز و انداز۔ سَمِيُّ جَمَالٍ، لفظ دَلٌّ سے حال ہے، بلند جمال۔ وَاصِلًا مَنْ تَوَصَّلَا، دوسرا حال ہے۔

شعر کا مقصدی پہلو یہ ہے کہ ذالِ اِذْ کے اظہار یا ادغام کا قراءِ سبعہ کے درمیان اختلافی تقابل کل چھ حروف میں دائر ہے اور وہ چھ حروف یہ ہیں۔ تا، زای، صاد، دال سین اور جیم۔ جیسے اِذْ تَبَرَّاَ، وَاِذْ زَيَّنَ، وَاِذْ صَرَفْنَا، اِذْ دَخَلُوْا، وَاِذْ سَمِعْتُمُوْهُ، اِذْ جَآءُهُمْ۔

نوٹ: یاد رہے کہ ذالِ اِذ کے بعد صاد صرف ایک جگہ ہے جس کی مثال دی گئی اور زای دو جگہ ہے۔ ایک کی مثال گذر گئی دوسری جگہ وَاِذْ زَاغَتْ، (الوافی)

۲/۲۶۰ فَاِظْهَارُهَا اَجْرٰی دَوَامَ نَسِیْمِهَا وَاَظْهَرَ رَیَّا قَوْلِهٖ وَاصِفٌ جَلَا

ن د ق د ج

پس اس ذالِ اِذ کے اظہار نے اپنی نسیمِ صبح کے دوام کو جاری کیا، اور ظاہر کیا اپنے قول کی سیرابی کو ایک ایسے وصف والے نے جو جلوہ افروز ہوا۔

یعنی حروف ستہ میں نافع ابن کثیر اور عاصم نے اظہار ہی کیا ہے وہ کسی حرف میں بھی ادغام نہیں کرتے ہیں، اور کسائی وخلاد نے صرف جیم میں اظہار کیا، اور باقی پانچ حروف میں ادغام کیا ہے۔

۳/۲۶۱ وَاَدْغَمَ ضَنْكًا وَاصِلٌ تُوْمَ دُرِّهٖ وَاَدْغَمَ مَوْلًی وُجْدُهٗ دَائِمٌ وِلَا

ض ت د م د

ترجمہ: اور داخل کیا تنگی میں ایک وصل والے نے اپنے موتیوں میں سے ایک چاندی کے موتی کو، اور داخل کیا، ایک دوست نے کہ اس کا سرمایہ دائمی محبت تھا۔

یعنی خلف نے مذکورہ چھ حروف میں سے ذالِ اِذ کا صرف تاء اور دال میں ادغام کیا ہے اور باقی میں اظہار کیا ہے، اور ابن ذکوان نے صرف دال میں ادغام کیا ہے اور باقی پانچ میں اظہار ناظم کا بیان یہاں ختم ہو جاتا ہے، جن قراء کا ذکر نہیں آیا ہے وہ ابوعمرو بصری اور ہشام ہیں۔ ان غیر مذکورین کے یہ تمام چھ حروف میں ادغام ثابت ہوا کیونکہ اظہار کی ضد ادغام ہے۔ گویا قراء تین طرح کے ہیں (۱) حروف ستہ میں اظہار کرنے والے۔ نافع، مکی، عاصم۔ (۲) کچھ میں اظہار اور کچھ میں ادغام کرنے والے۔ کسائی، حمزہ، ابن ذکوان۔ (۳) تمام حروف میں ادغام کرنے والے۔ ابوعمرو بصری، ہشام۔ واضح رہے کہ وَاصِلٌ اور وُجْدُهٗ میں واو فاصل عارضی اور وَاَدْغَمَ اور وِلَا میں واو فاصل مستقل ہے۔

لغات: ضَنْكٌ تنگ سوراخ۔ تُوْمَ، تُوْمَةٌ کی جمع چاندی کا موتی۔ مَوْلٰی، محب، دوست۔ وُجْدٌ، سرمایہ، دولت۔ وِلَا، محبت۔

ذِکْرُ دَالِ قَدْ

۱/۲۶۲ وَقَدْ سَحَبَتْ ذَیْلًا ضَفَا ظَلَّ زَرْنَبٌ جَلَتْهُ صَبَاهُ شَائِقًا وَمُعَلِّلَا

س ذ ض ظ ز ج ص ش

ترجمہ: زینب نے اپنا وہ دامن کھینچا جو طویل تھا پھیلی وہ خوشبو کہ ظاہر کیا اس کو اس کی مہک نے اس حال میں کہ وہ خوشبو شوق میں ڈالنے والی اور دل بہلانے والی تھی۔

یعنی قراء سبعہ میں دالِ قَدْ کے اظہار یا ادغام کے اختلاف کا مسئلہ آٹھ حروف میں دائر ہے، سین، ذال، ضاد، ظاء، زای، جیم، صاد، شین۔ امثلہ: قَدْ سَمِعَ، وَلَقَدْ ذَرَأْنَا، قَدْ ضَلُّوْا، فَقَدْ ظَلَمَ، وَلَقَدْ زَیَّنَّا، لَقَدْ جَاءَکُمْ، وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

قَدْ شَغَفَهَا۔ **لُغات**: مُعَلِّلًا، سیراب کرنے والا۔ سَحَبَتْ، اس نے کھینچا۔ ضَفَا، لمبا ہوا۔ ذَرْنَبُ، خوشبو۔ صَبَا، مہک۔

۲/۲۶۳ فَاَظْهَرَهَا نَجْمٌ بَدَا دَلَّ وَاضِحًا ۔۔۔ وَاَدْغَمَ وَرْشٌ ضَرَّ ظَمْاٰنَ وَامْتَلَا

ترجمہ: پس اس دالِ قَدْ کو ظاہر کیا۔ ایک ستارے نے جو ظاہر ہوا دلیل واضح ہو کر۔ اور ورش نے ادغام کیا ضرر اور ظمآن والے ضاد اور ظا میں اور بھرپور کیا۔

یعنی عاصم، قالون اور مکی نے دالِ قَدْ کا آٹھوں حرفوں میں اظہار کیا ہے، اور ورش نے ضاد اور ظاء میں ادغام کیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی چھ میں اظہار کیا۔

۳/۲۶۴ وَاَدْغَمَ مُرْوٍ وَاكِفٌ ضَيْرَ ذَابِلٍ ۔۔۔ زَوَى ظِلَّهُ وَغْرٌ تَسَدَّاهُ كَلْكَلَا

ترجمہ: اور ادغام کیا ایک سیراب کرنے والے نے جس سے پانی کے قطرے برس رہے تھے پیاس سے مرجھائے ہوئے آدمی کی تکلیف کو اس پیاسے کے سائے نے ایک ایسی شدتِ حرارت کو جمع کیا ہوا تھا جو اس کے سینہ تک بلند تھی۔ شعر کا مقصد یہ ہے کہ ابن ذکوان نے ضاد، ذال، زای اور ظاء میں ادغام کیا ہے جس کا عکس مفہوم یہ ہوا کہ باقی چار میں اظہار کیا ہے۔ **نوٹ**: وَاكِفٌ کی واؤ عارضی فاصل ہے اور وَغْرٌ کی فاصل مستقل ہے۔ **لُغات**: مُرْوٍ، اَرْوٰی سے اسم فاعل سیراب کرنے والا۔ وَاكِفٌ، وکف سے اسم فاعل ٹپکنے والا۔ برسنے والا۔ ضَيْرَ، تکلیف۔ ذَابِلٌ، ذبل سے اسم فاعل مرجھایا ہوا۔ زَوٰی، جمع کیا۔ وَغْر، شدتِ پیاس۔ تَسَدَّا، چڑھ گیا۔ كَلْكَلًا، سینہ۔

۴/۲۶۵ وَفِيْ حَرْفِ زَيَّنَّا خِلَافٌ وَمُظْهِرٌ ۔۔۔ هِشَامٌ بِصَادٍ حَرْفَهُ مُتَحَمِّلَا

اور وَلَقَدْ زَيَّنَّا کے لفظ میں ابن ذکوان کے لیے خلف ہے۔ اور ہشام سورتِ صٓ میں اپنے لفظ کا اظہار کرنے والے ہیں ناقل ہو کر۔

یعنی یوں تو ابن ذکوان نے دالِ قَدْ کا زای میں ادغام کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ مگر سورۃ الملک کے لفظ وَلَقَدْ زَيَّنَّا میں ان کیلئے ادغام و اظہار دونوں وجہیں ثابت ہیں۔ اور ہشام اگرچہ دالِ قَدْ کا ظاء میں ادغام کرتے ہیں مگر سورۃ صٓ کے لفظ لَقَدْ ظَلَمَكَ میں اظہار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ قالون ابن کثیر عاصم آٹھوں حرفوں میں اظہار کرتے ہیں۔ اور ابوعمرو، حمزہ، کسائی آٹھوں میں ادغام کرتے ہیں اور ابن ذکوان ضاد، ذال، زای، ظاء میں ادغام کرتے ہیں اور باقی چار میں اظہار، البتہ وَلَقَدْ زَيَّنَّا میں ان کے لیے ادغام و اظہار دونوں ہیں اور ہشام آٹھوں میں ادغام کرتے ہیں مگر وَلَقَدْ ظَلَمَكَ میں انہوں نے اظہار کیا ہے اور ورش صرف ضاد و ظاء میں ادغام کرتے ہیں باقی چھ میں اظہار۔ مُتَحَمِّلًا ای نَاقِلًا، ہشام سے حال ہے۔

ذِكْرُ تَآءِ التَّانِيثِ

۲۶۶/۱ وَأَبْدَتْ سَنَا ثَغْرٍ صَفَتْ زُرْقُ ظَلْمِهِ جَمَعْنَ وُرُودًا بَارِدًا عَطِرَ الطِّلَا

س ث ص ز ظ ج

ترجمہ: اور زینب نے ظاہر کی چمک دانتوں کی۔ صاف تھی چمک دانتوں کی آب کی۔ ان دانتوں نے گلاب کے پھولوں کو جمع کیا تھا ٹھنڈے معطر شراب والے۔

یعنی تاء تانیثِ ساکنہ کے اظہار و ادغام کا اختلافی مسئلہ چھ حرفوں سے تعلق رکھتا ہے سین، ثاء، صاد، زای، ظاء، جیم مثلاً اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ، كَذَّبَتْ ثَمُودُ، لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ، كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ، كَانَتْ ظَالِمَةً، نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ۔

وروداً، میں واؤ ختم مسئلہ کے لیے ہے۔ **لُغات**: اَبْدَتْ، اِبْدَاءٌ سے بمعنی ظاہر کرنا۔ سَنَا، چمک۔ ثَغْر، دانت۔ زُرْق جمع اَزْرَق، روشنی صفائی۔ ظَلْم، آب، رونق۔ وُرُود جمع وَرْد گلاب۔ طِلَا، شرابِ انگوری۔

۲۶۷/۲ فَإِظْهَارُهُ دُرٌّ نَمَتْهُ بُدُورُهُ وَأَدْغَمَ وَرْشٌ ظَافِرًا وَمُخَوَّلَا

د ن ب ظ

ترجمہ: تاء تانیث کا اظہار ایک موتی ہے جس کو اس کے بدور نے بلند کر دیا ہے اور ورش نے (ظاء میں) ادغام کیا اس حال میں کہ وہ کامیاب اور بخشنے والا ہے۔

مطلب یہ کہ مکی، عاصم اور قالون نے تاء تانیث ساکنہ کا ان چھ حرفوں میں اظہار کیا ہے اور ورش نے صرف ظاء میں ادغام کیا ہے اور باقی پانچ میں اظہار۔

۲۶۸/۳ وَأَظْهَرَ كَهْفٌ وَافِرٌ سَيْبُ جُودِهِ زَكِيٌّ وَفِيٌّ عُصْرَةً وَمُحَلَّلَا

ک س ج ز

ترجمہ: اور اظہار کیا ایک غار (علم) نے کہ بہت ہے عطا اس کی بخشش کی وہ پاکیزہ ہے وفادار ہے پناہ کے اعتبار سے اور منزل کے اعتبار سے۔

یعنی شامی نے سین جیم اور زای میں اظہار کیا ہے۔ اور باقی تین میں ادغام کیا ہے مگر دو لفظ اس قاعدہ سے خارج ہیں۔ جن کا بیان آئندہ شعر میں ہے۔ **لغات**: کَهْف، غار، مراد گوشہ علم۔ سَیْب، عطا۔ عُصْرَة، پناہ گاہ۔ مُحَلَّلا، منزل۔

نوٹ: وَافِر، کی واؤ فاصل عارضی ہے۔ اور وَفِيٌّ کی واؤ فاصل مستقل۔

۲۶۹/۴ وَأَظْهَرَ رَاوِيهِ هِشَامٌ لَهُدِّمَتْ وَفِي وَجَبَتْ خُلْفُ ابْنِ ذَكْوَانَ يُفْتَلَا

ترجمہ: اور اظہار کیا ہے شامی کے راوی ہشام نے لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ (حج) میں۔ اور وَجَبَتْ جُنُوبُهَا (حج) میں ابنِ ذکوان کا خلف نقل کیا گیا ہے۔

یعنی یوں تو شامی کے راوی ہشام اصول کے مطابق ہر جگہ تاء تانیث کا صاد میں ادغام کرتے ہیں مثلاً حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ مگر لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ میں خصوصیت سے اظہار کیا ہے جیساکہ ثاء اور ظاء میں بلا استثناء ہر جگہ ادغام ہی کیا ہے۔ اور ابن ذکوان نے وَجَبَتْ جُنُوبُهَا میں ادغام اور اظہار دونوں کئے ہیں۔ باقی ہر جگہ اصول کے مطابق ہیں اور جن قراء کا نام نہیں آیا، یعنی ابو عمرو، حمزہ، کسائی اُن کے لیے اِن تمام چھ حرفوں میں ادغام ہوگا۔ قولہ یُقْتَلَا ای یَتَدَبَّرُوْ یَبْحَثُ۔

ذِکْرُ لَامِ هَلْ وَبَلْ

۱/۲۷۰ اَلَا هَلْ وَبَلْ تَرْوِي ثَنَا ظَعْنِ زَيْنَبٍ ‏ سَمِيرٍ نَوَاهَا طِلْحِ ضُرٍّ وَمُبْتَلَا

ث ظ ز ت ‏ س ن ط ض

ترجمہ: اے مخاطب کیا تو یہ روایت بیان کر رہا ہے کہ بدل دیا زینب کی روانگی نے داستان گو کو اس کی جدائی کے تکلیف و ابتلاء کی خبط الحواسی میں؟

شعر کا مقصد یہ ہے کہ هَلْ اور بَلْ کے آٹھ حرفوں میں قراء سبعہ کا ادغام یا اظہار میں اختلاف دائر ہے نیز یاد رہے کہ حرف ثاء صرف لام هَلْ کے بعد واقع ہے یعنی هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ، اور پانچ حروف سین، ظاء، ضاد، زای اور طاء صرف لام بَلْ کے بعد آئے ہیں جیسے بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ، بَلْ ظَنَنْتُمْ، بَلْ ضَلُّوا، بَلْ زُيِّنَ اور بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ۔ اور دو حروف تاء اور نون دونوں لاموں کے بعد آئے ہیں جیسے هَلْ تَرٰى، بَلْ تَاْتِيهِمْ، هَلْ نُنَبِّئُكُمْ، بَلْ نَحْنُ۔

لُغات: ثَنَا، پھیر دیا، بدل دیا۔ ظَعْن، کوچ، جدائی کا سفر۔ سَمِیْر، داستان گو۔ طِلْح، خبط الحواسی۔

۲/۲۷۱ فَاَدْغَمَهَا رَاوٍ وَاَدْغَمَ فَاضِلٌ ‏ وَقُوْرٌ ثَنَاهُ سَرَّ تَيْمًا وَقَدْ حَلَا

ر ف ‏ ث س ت

ترجمہ: پس ادغام کیا ہے اس لام هَلْ و بَلْ کا آٹھوں حرفوں میں راوی (کے مرموز کسائی) نے اور ادغام کیا ہے اس فاضل (امامِ حمزہ) باوقار نے کہ جس کے اوصاف نے قبیلۂ تیم کو مسرتیں عطا کیں اور یقیناً یہ خوشگوار واقعہ ہوا ہے۔

مطلب یہ کہ هَلْ اور بَلْ کے لاموں کا کسائی نے مطلقاً آٹھوں حرفوں میں ادغام کیا ہے آگے وَاَدْغَمَ میں واوِ فاصل ہے گویا کسائی کا مذہب ختم ہوا آگے کہتے ہیں کہ امام حمزہ نے صرف تین حرفوں ثاء، سین اور تاء میں ادغام کیا ہے۔ وَقُوْرٌ میں واوِ فاصل عارضی ہے جو رمزِ قاری فَاضِلٌ اور حروف مدغم فیہ میں فصل کے لیے لائی گئی ہے۔

نوٹ: امام حمزہ قبیلۂ تیم کی طرف نسب یا ولا کی وجہ سے منسوب ہیں۔

۲۷۲/۳ وَبَلْ فِی النِّسَا خَلَّادُهُمْ بِخِلَافِهٖ ۔ وَفِیْ هَلْ تَرٰی الْاِدْغَامُ حُبَّ وَحُمِّلَا

اور ان میں کے خلاد نے سورۂ نساء کے لفظ بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ میں خُلف (ادغام و اظہار) کے ساتھ تلاوت کی ہے۔ معلوم ہوا امام حمزہ کے دوسرے راوی خلف نے اظہار ہی کیا ہے۔

اور امام ابوعمرو بصری کے لیے ھَلْ تَرٰی میں ادغام پسند کیا گیا اور نقل کیا گیا ہے۔ باقی پورے باب میں اظہار کرتے ہیں یاد رہے کہ ھَلْ تَرٰی دو جگہ ہے۔ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (ملک) فَھَلْ تَرٰی لَھُمْ مِّنْ بَاقِیَۃٍ (حاقہ)۔ معلوم ہوا کہ ھَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (رعد) میں بصری کے لیے صرف اظہار ہے۔ نیز یاد رہے کہ رعد کی اس آیت میں حمزہ، کسائی کے لیے بھی ادغام کی صورت متصور نہیں کیونکہ وہ دونوں ھَلْ یَسْتَوِی بالیاء پڑھتے ہیں۔

۲۷۳/۴ وَاَظْهِرْ لَدٰی وَاعٍ نَبِیْلٍ ضَمَانُهٗ ۔ وَفِی الرَّعْدِ هَلْ وَاسْتَوْفِ لَا زَاجِرًا هَلَا

ن ل ض

اور ایک حافظ جس کی ضمانت جلیل القدر ہے۔ کے نزدیک نون اور ضاد میں اظہار کر، اور ھَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ سورۂ رعد میں، تاء میں اظہار کر اور باقی باب میں ادغام کر (یعنی ہشام نے نون اور ضاد میں مطلقًا اور تاء میں صرف سورۂ رعد میں اظہار کیا ہے باقی ہر جگہ لام کا تاء میں ادغام کیا ہے۔)

وَاسْتَوْفِ لَا زَاجِرًا هَلَا اور ان بابوں کے تمام انواع ادغام و اظہار کا پورا پورا احاطہ کر مگر محبت سے کے ساتھ نہ کہ ھَلَا کہہ کر ڈانٹتے ہوئے۔ **استیفاء:** خلاصہ یہ کہ کسائی نے لام ہَل و بَل کا آٹھوں حرفوں میں ادغام کیا ہے۔ نافع، مکی، ابن ذکوان اور عاصم نے تمام حرفوں میں اظہار کیا ہے۔ ابوعمرو بصری، صرف ھَلْ تَرٰی میں ادغام کرتے ہیں ہشام نون، ضاد میں ہر جگہ اور سورۂ رعد میں تاء میں اظہار کرتے ہیں، باقی ہر جگہ ادغام کرتے ہیں اور حمزہ تاء، سین اور تاء میں ادغام کرتے ہیں۔ باقی حروف میں اظہار، البتہ خلاد سے بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ میں ادغام و اظہار دونوں مروی ہیں۔

نوٹ: ھَلْ یَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ (رعد) میں قراء میں سے کسی کے لیے بھی ادغام نہیں۔ کیونکہ حمزہ، کسائی اس کو بالیاء پڑھتے ہیں۔ اور ہشام کے لیے یہ آیت ادغام سے مستثنیٰ ہے اور بصری صرف ھَلْ تَرٰی میں ادغام کرتے ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

بَابُ اتِّفَاقِهِمْ فِیْ اِدْغَامِ اِذْ وَقَدْ وَتَاءِ التَّانِیْثِ وَهَلْ وَبَلْ

نوٹ: اس باب میں کسی اختلافی مسئلہ کا بیان مقصود نہیں، محض زیادتی وضاحت کے لیے لائے ہیں۔ اسی لیے یہ باب اَلتَّیْسِیْر میں نہیں ہے۔

۱/۲۷۴ وَلَا خُلْفَ فِي الْاِدْغَامِ اِذْ ذَلَّ ظَالِمٌ — وَقَدْ تَيَّمَتْ دَعْدٌ وَسِيمًا تَبَتَّلَا

یعنی قراء اس پر متفق ہیں کہ ذالِ اِذْ کا ذال اور ظاء میں ادغام ہوگا جیسے اِذْ ذَّهَبَ اور اِذْ ظَّلَمْتُمْ۔ اسی طرح دالِ قَدْ کا تاء اور دال میں باجماع ادغام ہوگا جیسے قَدْ تَّبَیَّنَ، حَصَدْتُّمْ اور قَدْ دَّخَلُوْا۔ قرآن میں ذالِ اِذْ کے بعد ثاء مثلثہ ایسے ہی دالِ قَدْ کے بعد طاء نہیں آئی ورنہ اتحاد مخرج کی وجہ سے ادغام ہوتا۔

ترجمہ ملفظی: اور نہیں کوئی اختلاف ادغام میں، جس وقت کہ ظالم ذلیل ہوا، اور بے شک قصد کیا دعد (محبوبہ کا نام) نے اس خوبصورت کا جو (اس کے فراق میں) ہر چیز سے منقطع ہوگیا ہے۔

وَسِیْمًا، خوبصورت۔ تَبَتَّلَا، ہر چیز سے منقطع ہوگیا۔ تَیَّمَتْ ای قَصَدَتْ۔

۲/۲۷۵ وَقَامَتْ تُرِيهِ دُمْيَةٌ طِيبَ وَصْفِهَا — وَقُلْ بَلْ وَهَلْ رَاهَا لَبِيبٌ وَيَعْقِلَا

لفظی ترجمہ: اور وہ دعد اس حالت میں کھڑی ہوئی کہ خود کو اپنے محب کی نظروں میں عمدہ اوصاف گڑیا کی صورت میں پیش کر رہی تھی۔ اور کہو کہ نہیں بلکہ اور کیا کسی عاقل نے اس کو دیکھا اور حال یہ کہ وہ اپنی عقل و ہوش میں قائم رہا۔"

یعنی تاء تانیث ساکنہ کے اپنے مثل میں مدغم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ جیسے رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ ایسے ہی اپنے مجانسوں یعنی دال اور طاء میں بھی باتفاق مدغم ہوتی ہے۔ جیسے اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللهَ اور وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ۔ آگے فرماتے ہیں کہ لامِ قُلْ، ہَلْ، بَلْ کا لام اور راء میں باتفاق ادغام ہوگا مثلاً قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ۔ بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ۔ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاءَ۔ بَلْ رَّانَ۔ قُلْ رَّبِّ۔

نوٹ: قرآن میں لامِ ہَلْ کے بعد راء نہیں ہے (علی قاری) اور لفظ قُلْ کے لام کا ادغام ذیلاً ذکر کیا گیا ہے اور بعض شراح لفظ قُلْ کو مضمونِ شعری میں سے مانتے ہیں۔ نیز عنوان میں بھی لفظ قُلْ ذکر نہیں کیا گیا۔

لغات: دُمْيَةٌ، ہاتھی دانت کی بنی ہوئی گڑیا۔ تُرِيهِ، اِرَاءَة سے بمعنی دکھانا۔ لَبِيبٌ، عقلمند۔ وَيَعْقِلَا، بعد واؤ اَنْ مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے جو جواب استفہام میں ہے۔

۳/۲۷۶ وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَيْنِ فِيهِ مُسَكَّنٌ — فَلَا بُدَّ مِنْ اِدْغَامِهِ مُتَمَثِّلَا

اور ہر وہ جگہ کہ مثلین کا پہلا حرف اس جگہ میں ساکن ہو تو اس ساکن کا اس کے مثل میں ادغام واجب ہے۔"

یہ ادغام مثلین ہر جگہ واجب ہے خواہ ایک کلمہ میں جیسے يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ۔ یا دو کلموں میں جیسے وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا۔ البتہ اگر پہلا حرف ہاءِ سکتہ ہو جیسے مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ اس میں ان تمام قراء کے لیے جو وصل میں ہاءِ سکتہ ثابت رکھتے ہیں۔ دو وجہ ہیں اظہار اور ادغام۔ اظہار راجح ہے اور کیفیت اظہار کی یہ ہے کہ مَالِيَهْ کی ہاء پر وصل

میں بغیر قطع نفس کے وقفۂ لطیفہ کیا جائے کیونکہ یہ ھائے سکتہ ہے اس کا ادغام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسی طرح اگر پہلا حرف، مدّہ ہو جیسے قَالُوْا وَهُمْ ، فِي يَتَامَى تو سب کے لیے اظہار ہوگا، تاکہ مدیت فوت نہ ہو۔

ان دونوں مستثنیٰ وجہوں کو شعر سے حاصل کرنے کے لیے بعض حواشی میں مُتَمَثِّلًا کے معنی مُتَشَخِّصًا بیان کیے گئے ہیں گویا اشارہ ہے کہ ادغام کے لیے تشخص اور استقلال ضروری ہے جب کہ ھاءِ سکتہ میں استقلال و قوت نہیں اور حروفِ مدہ میں مخرج محقق نہیں بلکہ مقدر ہے۔

بَابُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا

ان حروف کے ادغام کا بیان جن کے مخارج قریب قریب ہیں

۲۷۷/۱ وَاِدْغَامُ بَاءِ الْجَزْمِ فِي الْفَاءِ قَدْ رَسَا ۔ حَمِيْدًا وَخَيِّرْ فِي يَتُبْ قَاصِدًا وَلَا
(ق د ر ح ق)

اور ادغام باءِ مجزومہ کا فاء میں بے شک (خلاد، کسائی اور بصری کے لیے) ثابت ہوا ہے قابل تعریف ہوکر، اور اختیار سمجھ تو يَتُبْ میں (خلاد کے لیے) نصرت کا قصد کرتے ہوئے۔"

باءِ مجزومہ کے بعد فاء کل پانچ جگہ واقع ہے۔ (۱) اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ (نساء) (۲) وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ (رعد) (۳) قَالَ اذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ (طٰہٰ) (۴) قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ (اسراء) (۵) وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ (حجرات)۔ ابو عمرو، کسائی نے ان پانچوں میں ادغام کیا ہے اور خلاد نے پہلے چار مواقع میں ادغام اور پانچویں میں ادغام واظہار دونوں پڑھے ہیں۔

۲۷۸/۲ وَمَعْ جَزْمِهٖ يَفْعَلْ بِذٰلِكَ سَلَّمُوْا ۔ وَنَخْسِفْ بِهِمْ رَاعُوْا وَشَذَّ تَثَقُّلَا
(س ر)

اور لفظ يَفْعَلْ کے مجزوم ہونے کے ساتھ لفظ ذٰلِكَ میں (ابوالحارث کے لیے) انہوں نے ادغام تسلیم کیا ہے، اور نَخْسِفْ بِهِمْ میں مشائخ نے رعایت کی ہے (کسائی کے لیے ادغام کی) اور قلیل الوقوع ہے (عربی میں) یہ ادغام۔"

یعنی کسائی کے راوی ابوالحارث نے يَفْعَلْ مجزوم کے لام کا ذٰلِكَ کے ذال میں ادغام کیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں یہ ادغام چھ مواقع پر ہوا ہے (۱) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ (بقرہ) (۲) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ (آل عمران) (۳) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا (نساء) (۴) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ (نساء) (۵) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ (فرقان) (۶) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ (منافقون) اور باقین نے اظہار کیا ہے۔ جزم کی قید اس لیے لگائی کہ لام متحرک مثلاً فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ جیسی صورت میں بلا اختلاف اظہار ہوگا۔ اور کسائی نے فَا کا بَا میں صرف ایک جگہ اِنْ يَّشَاْ۔

یَخسِف بِھِمُ (سبا) میں ادغام کیا ہے اور باقین کے لیے اظہار ہے۔ قولہ وَشَذَّ تَثَقُّلَا شعر کے دونوں مصرعوں میں جس ادغام کا ذکر کیا ہے عربی میں اس کے قلیل الوقوع ہونے کو بیان کیا ہے، لیکن یہ ادغام قراٰت میں قوی، ثابت اور متواتر ہی ہے۔

۳/۲۷۹ وَعُذْتُ عَلَی اِدْغَامِہٖ وَنَبَذْتُھَا شَوَاھِدُ حَمَّادٍ وَاُورِثْتُمُوْ حَلَا

۴/۲۸۰ لَہٗ شَرْعُہٗ۔ وَالرَّاءُ جَزْمًا بِلَامِھَا کَوَاصْبِرْ لِحُکْمٍ طَالَ بِالْخُلْفِ یَذْ بُلَا

ترجمہ اور ادغام عُذْتُ بِرَبِّیْ (غافر و دخان) اور فَنَبَذْتُھَا (طٰہٰ) میں کثیر احمد کے شواہد ہیں اور اُوْرِثْتُمُوْھَا (اعراف و زخرف) میں ادغام شیریں ہوا کہ اس ادغام کے لیے اس ادغام کا قانون ہے۔ اور راء جزم کی حالت میں لام میں مدغم ہوتی ہے جیسے وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ یہ ادغام (تواتر کے اعتبار سے) کوہ یَذْبُل سے بھی طویل ہوا ہے۔،،

یعنی حمزہ، کسائی، بصری ذال کا تاء میں دو لفظوں میں ادغام کرتے ہیں ایک عُذْتُ دوسرا فَنَبَذْتُھَا۔ اور بصری، ہشام، حمزہ، کسائی لفظ اُوْرِثْتُمُوْھَا میں ثاء کا تاء میں ادغام کرتے ہیں۔ اور جب راء ساکنہ کے بعد لام آئے جیسے نَغْفِرْ لَکُمْ وغیرہ تو دوری، بصری بالخلف اور سوسی بلا خلف ادغام کرتے ہیں اور باقین اظہار۔ یَذْبُلْ، ایک پہاڑ کا نام۔

۵/۲۸۱ وَیَاسِیْنَ اَظْھِرْ عَنْ فَتًی حَقُّہٗ بَدَا وَنُوْنَ وَفِیْہِ الْخُلْفُ عَنْ وَرْشِھِمْ خَلَا

اور یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَالْقَلَمِ میں عَنْ فَتًی حَقُّہٗ بَدَا کے مرموزین (حفص، حمزہ، ابن کثیر، بصری اور قالون) کے لیے اظہار کرو، اور نٓ وَالْقَلَمِ میں ورش سے خلف جاری ہوا ہے۔،،

یعنی ورش کے لیے نٓ وَالْقَلَمِ میں اظہار و ادغام دونوں ثابت ہیں گویا یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ میں ورش کے لیے صرف ادغام ہی ہے۔ اور باقین نے دونوں میں ادغام کیا ہے۔

۶/۲۸۲ وَحِرْمِیٌّ نَصْرٍ صَادَ مَرْیَمَ مَنْ یُرِدْ ثَوَابَ لَبِثْتَ الْفَرْدَ وَالْجَمْعَ وَصَّلَا

اور حِرْمِیٌّ نَصْرٍ کے مرموزین (نافع، مکی، عاصم) کے لیے صٓادٓ مریم اور مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ اور لَبِثْتَ کے ہر صیغۂ مفرد و جمع میں اظہار پہونچایا گیا ہے۔،،

یعنی نافع، مکی اور عاصم نے کھیعص ذکر میں دال کا ذال میں اظہار کیا اسی طرح یُرِدْ ثَوَابَ (آل عمران میں دو جگہ) میں دال کا ثاء میں اور لَبِثْتَ اور لَبِثْتُمْ مفرد ہو یا جمع ہو مثلاً کَمْ لَبِثْتَ اور کَمْ لَبِثْتُمْ میں ثاء کا تاء میں اظہار کیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ باقین نے ان تمام مواقع میں ادغام کیا ہے۔

۷/۲۸۳ وطاسین عِندَالمیم فَازَ اتَّخَذتُم اَخَذتُم وَفِی الاِفرادِ عاشِرٌ دَغفَلا

اور طاسین کا میم میں اظہار فَازَ (کے مرموز حمزہ) کے لیے ہے۔ اور اِتَّخَذتُم اور اَخَذتُم کے جمع اور مفرد کے صیغوں میں وہ اظہار عاشِرٌ دَغفَلا کے مرموزین (حفص اور مکی) کے لیے ہے،،

یعنی امام حمزہ نے طٰسٓمٓ کو (اول شعراء و قصص میں) اظہار نون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقین نے بقاعدہ یرملون ادغام کیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ حفص اور ابن کثیر نے ذال کا تا، میں اظہار کیا ہے اِتَّخَذتُم جمع میں اور لَئِنِ اتَّخَذتَ اِلٰھًا غَیرِی مفرد میں۔ اسی طرح اَخَذتُم عَلٰی ذٰلِکُم اِصرِی۔ جمع میں اور اَخَذتُھُم، ثُمَّ اَخَذتُ الَّذِینَ کَفَرُوا مفرد میں۔ اور باقین ادغام کرتے ہیں۔ عاشِرٌ دَغفَلا، اس نے باہمی زندگی بڑی خوشحالی میں گزار دی۔

۸/۲۸۴ وَفِی ارکَب ھُدٰی بَرٍّ قَرِیبٍ بِخُلفِہِم کَمَا ضَاعَ جَا یَلھَث لَہٗ دَارِ جُھَّلا

اور اِرکَب مَعَنَا (ہود) میں ھُدٰی بَرٍّ قَرِیب (کے مرموزین بزی، قالون، خلاد) کے لیے بالخلف اور کَمَا ضَاعَ جَا (کے مرموزین شامی، خلف، ورش) کے لیے بلاخلف اظہار ہوگا (جس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورین کے علاوہ باقی سب ادغام کرتے ہیں) آگے فرماتے ہیں کہ یَلھَث ذٰلِکَ (اعراف) میں لَہٗ دَارِ جُھَّلا (کے مرموزین ہشام، مکی، ورش) کے لیے اظہار ہے،،

اور قالون کا ذکر آگے آتا ہے۔ باقین بصری، ابن ذکوان، عاصم، حمزہ، کسائی ادغام کرتے ہیں بلاخلف۔ ھُدٰی بَرٍّ قَرِیبٍ، قربت والے نیک آدمی کی ہدایت۔ کَمَا ضَاعَ جَا، جس طرح یہ قراءت مشہور ہوئی، اسی طرح ہم تک آئی۔ جَاءَ کا ہمزہ تخفیفًا محذوف ہے۔ لَہٗ دَارِ جُھَّلا، اللہ کے لیے جاہل آدمیوں کے ساتھ نرمی اختیار کر۔ دَارِ، مدارات سے صیغۂ امر ہے نرمی کرنا۔ جُھَّل، جاہل کی جمع۔

۹/۲۸۵ وَقَالُونُ ذُو خُلفٍ وَفِی البَقَرَہ فَقُل یُعَذِّب دَنَا بِالخُلفِ جُودًا وَمُوبِلا

اور (یَلھَث ذٰلِکَ میں) قالون خلف والے ہیں۔ اور بقرہ میں پس کہہ تو لفظ یُعَذِّب مَن یَّشَاءُ (مکی کے لیے ادغام و اظہار میں) بالخلف اور (ورش کے لیے) جود اور بارش سے قریب ہوا ہے،،

فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ بقرہ میں یُعَذِّب مَن یَّشَاءُ کو، کہ اہل سما و حمزہ و کسائی نے سکون باء سے اور باقین شامی و عاصم نے رفع باء سے پڑھا ہے، باء کا میم میں مکی بالخلف اظہار و ادغام کرتے ہیں اور ورش بلاخلف اظہار کرتے ہیں اور مجزوم پڑھنے والے باقین قالون، بصری، حمزہ، کسائی ادغام کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ شامی، عاصم جو رفع

پڑھتے ہیں تو ان کے لیے ادغام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جَوْد، بفتح جیم زوردار بارش۔ مُوَبِّل، موٹی موٹی بوندوں والی بارش۔

بَابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنِ

۱/۲۸۶ وَكُلُّهُمُ التَّنْوِيْنَ وَالنُّوْنَ اَدْغَمُوْا بِلَا غُنَّةٍ فِي اللَّامِ وَالرَّا لِيَجْمُلَا

تمام قراء نے تنوین اور نون ساکنہ کا ادغام بلا غنہ کیا ہے لام و راء میں تاکہ ادغام خوبصورت معلوم ہو۔،،

یعنی تمام قراء نے نون ساکنہ اور تنوین کا لام و راء میں بلا غنہ ادغام کیا ہے جیسے وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ، مِنْ رَّبِّهِمْ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۔

۲/۲۸۷ وَكُلٌّ بِيَنْمُوْ اَدْغَمُوْا مَعَ غُنَّةٍ وَفِي الْوَاوِ وَالْيَا دُوْنَهَا خَلَفٌ تَلَا

اور تمام قراء نے يَنْمُوْ کے حروف میں ادغام کیا ہے غنہ کے ساتھ اور واؤ اور یاء میں خلف نے بغیر غنہ کے پڑھا ہے،،

گویا خلف یرملون کے چھ حرفوں میں سے چار میں ادغام بلا غنہ کرتے ہیں۔ ل، ر، واؤ، یاء اور میم نون میں بالغنہ کرتے ہیں۔

۳/۲۸۸ وَعِنْدَهُمَا لِلْكُلِّ اَظْهِرْ بِكِلْمَةٍ مَخَافَةَ اَشْبَاهِ الْمُضَاعَفِ اَثْقَلَا

اور جب نون ساکنہ واؤ یا یاء کے ساتھ ہو۔ ایک کلمہ میں تو تمام قراء کے لیے اس نون ساکنہ کو ظاہر کر کے پڑھ، کیونکہ خوف ہے (ادغام کی صورت میں) مضاعف مشدد کے مشابہ الفاظ میں سے ہو جانے کا۔،،

یعنی اگر ایک ہی کلمہ میں نون ساکنہ کے بعد واؤ یا یاء آئے جیسے صِنْوَانٌ، قِنْوَانٌ، بُنْيَانٌ، دُنْيَا تو ادغام نہیں بلکہ اظہار ہوگا۔ کیونکہ ادغام کرنے سے لفظ اس مضاعف سے مشابہ ہو جائے گا جس میں مثلین کا ادغام کیا جائے الفاظ صِوَّانٌ، قِوَّانٌ، بُيَّانٌ، دُيَّا ہو جائیں گے۔ اور معنی مرادی پر دلالت نہ رہے گی۔ ایک کلمہ میں نون ساکنہ کے بعد یرملون کے حروف میں سے واؤ اور یاء کے علاوہ حروف نہیں آئے ہیں لہٰذا ان کے بیان کی بھی ضرورت نہیں ہوئی۔

یاد رہے کہ صرفیوں کے یہاں مضاعف وہ لفظ کہلاتا ہے کہ حروف اصلیہ میں سے ایک حرف مکرر ہو جیسے حَيَّانٌ، رَيَّانٌ وغیرہ۔

۴/۲۸۹ وَعِنْدَ حُرُوْفِ الْحَلْقِ لِلْكُلِّ اَظْهِرَا اَلَا هَاجَ حُكْمٌ عَمَّ خَالِيْهِ غُفَّلَا

ا ھ ح ع خ غ

اور نون ساکنہ و تنوین حروف حلق کے نزدیک تمام قراء کے لیے ظاہر کر کے پڑھے گئے ہیں۔ اور حروف حلق یہ ہیں۔ اَلَا هَاجَ اَكُمْ (ترجمہ) سُنو موت ایک ایسا حکم عام ہے کہ ہیجان میں ڈالا ہے اس نے اپنی زد میں آنے والوں کو حالانکہ وہ غافل ہیں۔،،

یعنی نون ساکنہ اور تنوین کے بعد جب کوئی حرفِ حلقی آئے گا تو بُعد مخرج کی وجہ سے تمام قراء کے لیے اظہار ہو گا خواہ ایک کلمہ میں ہوں جیسے اَنْعَمْتَ یا دو کلموں میں جیسے اِنْ خِفْتُمْ، دوسرے مصرعہ میں کلمات کے اوائل حروف کے ذریعہ حروف حلقی کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مثالیں تمام واضح ہیں اور یاد رہے کہ ایک کلمہ میں نون ساکنہ کے بعد ہمزہ تمام قرآن میں صرف ایک جگہ ہے يَنْئَوْنَ۔

اَلَا، کلمۂ تنبیہ۔ سنو۔ هَاجَ، ہیجان بپا کیا۔ غُفَّلًا، غافل کی جمع۔

۵/۲۹۰ وَقَلْبُهُمَا مِيمًا لَدَى الْبَا وَاَخْفِيَا عَلَى غُنَّةٍ عِنْدَ الْبَوَاقِي لِيَكْمُلَا

اور نون ساکنہ و تنوین بدلا جاتا ہے میم سے نزدیک باء کے۔ اور اخفاء کرو غنہ کے ساتھ باقی حرفوں کے نزدیک، تاکہ بیان مکمل ہو جائے۔،،

یعنی نون ساکنہ و تنوین کے بعد باء آئے تو اس کو میم میں بدلتے ہیں خواہ ایک لفظ میں ہوں جیسے اَنْبِئْهُمْ خواہ دو میں جیسے اَنْ بُوْرِكَ، سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔ یاد رہے کہ عربی زبان میں کسی کلمے میں بھی میم ساکن کے بعد باء نہیں آتی یہ کام نون ہی سے لیا گیا ہے جیسے مِنْبَرٌ، عَنْبَرٌ، اَنْبَاءٌ، اَنْبِيَاءُ۔ آخری اور چوتھی حالت اخفاء ہے جو بقیہ پندرہ حروف میں ہو گا گویا نون اپنی ذاتی آواز سے ہٹ کر خیشوم میں چھپ جاتا ہے۔ اور صرف صفتِ غنہ باقی رہ جاتی ہے۔

بَابُ الْفَتْحِ وَالْاِمَالَةِ وَبَيْنَ اللَّفْظَيْنِ

فتح یعنی الف کو سیدھا بفتح فم ادا کرنا۔ امالہ الف کو مائل بیاء ادا کرنا، اگر یہ میلان زیادہ ہو تو اس کو امالۂ کبریٰ، اضجاع، ترقیق اور امالۂ محضہ کہا جاتا ہے اور اگر یاء کی طرف میلان کم اور الف کی طرف زیادہ ہو تو اس کو بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ، تقلیل، امالۂ صغریٰ اور بین بین کے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صحیح ادا مشائخ سے سن کر ہی آسکتی ہے آسانی کے لیے یوں سمجھو کہ اردو میں بار (بمعنی بوجھ) فتح ہے۔ بیر (پھل کا نام) میں امالۂ کبریٰ اور بیر (بمعنی دشمنی) امالۂ صغریٰ کی آواز کے مشابہ ہے۔ امالہ کے باب میں قراء کی دو قسمیں ہیں غیر ممیل یعنی جو بالکل امالہ نہیں کرتے۔ اور یہ ابن کثیر کی ہیں۔ دوسرے ممیل۔ اس میں پھر دو قسمیں ہیں بعضوں کے ہاں یہ امالہ قلیل درجے میں ہوتا ہے یہ ابن عامر شامی، عاصم و قالون ہیں۔ اور بعض کے یہاں اس کی کثرت ہے۔ یہ حضرات ورش، ابو عمرو بصری، حمزہ کسائی ہیں۔ حمزہ، کسائی کے یہاں امالۂ کبریٰ اصل

ہے۔ ورش کے یہاں صغری اور ابوعمرو کے یہاں دونوں قسمیں بکثرت ہیں۔

۱/۲۹۱ وَحَمْزَةُ مِنْهُمْ وَالْكِسَائِيُّ بَعْدَهُ أَمَالَا ذَوَاتِ الْيَاءِ حَيْثُ تَأَصَّلَا

اور ان قراء میں سے امام حمزہ اور ان کے بعد کسائی نے ، یا، والے الفات میں امالہ کیا ہے یعنی اُس الف میں کہ وہ اصل میں یاء ہو۔، مسئلہ یہ ہے کہ حمزہ، کسائی ہر اس الف میں امالۂ کبری کرتے ہیں جو متطرف ہو۔ اور یاء سے تحقیقی طور پر تبدیل ہو کر آیا ہو جیسے اَلْهُدٰى ، اَلزِّنَا ، مَاوٰهُ ، اَتٰى ، سَعٰى ، اِشْتَرٰى وغیرہ ۔ متطرف کی قید سے متوسط خارج ہو گیا جیسے سَارَ ، يَائِيْ ، اَلْاَصْل کی قید سے عَصَا ، دُعَا جیسے الفاظ نکل گئے کیونکہ یہ الف منقلب عن الیاء نہیں۔ تحقیقی طور پر تبدیلی کی قید سے الحَيَاة ، مَنَاة جیسے الفاظ نکل گئے کیونکہ ان کی اصل میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ الف منقلبہ عن الیاء فعل میں ہوتا ہے جیسے هَدٰى ، دَهٰى ، يَخْشٰى ، يَتَوَادٰى ۔ اور اسم میں بھی جیسے اَلْهَوٰى ، مَوْلٰى ۔ نیز یاد رہے کہ اس الف کا مرسوم بالیاء ہونا ضروری نہیں خواہ بالیاء ہو جیسا کہ مثالیں گزریں یا بالالف ہو جیسے عَصَانِيْ ، اَلْاَقْصَا ، تَوَلَّاهُ ، سِيمَاهُمْ ، اَلدُّنْيَا ، اَلْعُلْيَا ۔ اسی طرح منقلب عن الواو میں امالہ نہ ہو گا جیسے عَفَا ، اَلصَّفَا ، شَفَا ۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔

۲/۲۹۲ وَتَثْنِيَةُ الْاَسْمَاءِ تَكْشِفُهَا وَاِنْ رَدَدْتَّ اِلَيْكَ الْفِعْلَ صَادَفْتَ مَنْهَلَا

۳/۲۹۳ هَدٰى وَاشْتَرَاهُ وَالْهَوٰى وَهُدَاهُمُ وَفِيْ اَلِفِ التَّاْنِيْثِ فِي الْكُلِّ مَيَّلَا

اور تثنیہ بنانا اسماء میں یاء کو واضح کرتا ہے اور اگر تو فعل کو اپنی طرف لوٹائے تو مقصد کو پالے گا۔ جیسے هَدٰى ، اِشْتَرٰى اور اَلْهَوٰى ، هَدَاهُمْ ۔ اور الف تانیث والے تمام لفظوں میں حمزہ، کسائی نے امالہ کیا ہے۔،

یعنی اسماء کو تثنیہ بنانے سے اور افعال میں صیغۂ ماضی متکلم یا مخاطب بنا کر دیکھو اگر یاء ظاہر ہو تو وہ یائی الاصل اور واؤ ہو تو واوی الاصل ہے مثلاً اَلْهَوٰى ، اَلْهُدٰى ، اَلْفَتٰى ، اَلْمَوْلٰى کا تثنیہ اَلْهَوَيَانِ ، اَلْفَتَيَانِ ، اَلْهُدَيَانِ ، اَلْمَوْلَيَانِ ہے۔ لہٰذا مذکورہ الفاظ یائی الاصل ہوئے اور عَصَا ، شَفَا ، سَنَا کا تثنیہ عَصَوَانِ ، شَفَوَانِ ، سَنَوَانِ ہے معلوم ہوا یہ الفاظ واوی الاصل ہیں ۔ اور هَدٰى ، اِشْتَرٰى ، سَقٰى یائی الاصل افعال ہیں۔ کیونکہ صیغۂ ماضی متکلم یا مخاطب هَدَيْتُ ، اِشْتَرَيْتُ ، سَقَيْتُ ہے۔ بخلاف افعال عَفَا ، دَنَا ، نَجَا ، زَكَا ، بَدَا میں امالہ نہ ہو گا۔ کیونکہ واوی الاصل ہیں۔ عَفَوْتُ ، دَنَوْتُ ، نَجَوْتُ ، زَكَوْتُ ، بَدَوْتُ ۔ متکلم صیغہ آتا ہے۔

نوٹ: واوی اور یائی کی پہچان کا طریقہ یہ بھی لکھا ہے کہ افعال میں لفظ مضارع کو دیکھا جائے چنانچہ واوی میں مضارع بالواو ہو گا۔ يَنْجُوْ ، يَعْلُوْ ، يَبْدُوْ ، مصدر سے بھی معلوم ہو سکتا۔ اَلرُّبُوْ ، اَلسَّقْيُ ، اَلْعَفْوُ ، اَلْخُلُوُّ ۔

نیز یاد رہے کہ واوی الاصل افعال تین حرفوں سے زائد میں یائی ہو جاتے ہیں مثلاً حروف مضارع کی زیادتی کی وجہ سے یا مزید فیہ بابوں میں چلے جانے کے باعث مثلاً یَرْضٰی، یُدْعٰی، یَتَزَکّٰی، اِسْتَعْلٰی، فَتَعَالٰی یا وہ اسماء جو اَفْعَل کے وزن پر ہوں جیسے اَدْنٰی، اَرْبٰی، اَزْکٰی، اَعْلٰی۔ بیان آگے آتا ہے۔ قولہ وَفِی اَلِفِ التَّاْنِیْثِ یعنی حمزہ، کسائی تانیث کے الفوں میں بھی امالہ کرتے ہیں۔ الف تانیث سے وہ الف مراد ہے جو زائد ہو اور کلمے میں چوتھے یا اس سے زائد نمبر پر ہو اور مؤنث حقیقی یا مجازی پر دال ہو، آگے مثالیں لاتے ہیں۔ مَنْهَلٌ، بمعنی گھاٹ۔ صَادَفْتَ، پالے گا تو۔

۴/۲۹۴ وَکَیْفَ جَرَتْ فَعْلٰی فَفِیْهَا وُجُوْدُهَا ... وَاِنْ ضُمَّ اَوْ یُفْتَحْ فَعَالٰی فَحَصِّلَا

یعنی لفظ فَعْلٰی جس طرح بھی آئے مضموم الفاء جیسے اَلْقُصْوٰی، اَلدُّنْیَا، اَلْاُنْثٰی، طُوْبٰی، اَلسُّوْاٰی یا مفتوح الفاء جیسے اَلْمَوْتٰی، اَلسَّلْوٰی، اَلنَّجْوٰی، دَعْوٰی یا مکسورہ الفاء ہو جیسے اِحْدٰی، ضِیْزٰی، سِیْمَا، شِعْرٰی، ذِکْرٰی۔ ان تمام اوزان میں الف تانیث کا وجود ہوگا۔ اور اگر فَعَالٰی کا وزن مفتوح الفاء ہو جیسے اَلْیَتَامٰی، اَلْاَیَامٰی، اَلنَّصَارٰی، اَلْحَوَایَا یا مضموم الفاء جیسے سُکَارٰی، کُسَالٰی، فُرَادٰی، اُسَارٰی۔ تو ان دونوں وزنوں میں بھی الف تانیث حاصل کر لو۔ حاصل یہ کہ الف تانیث کے پانچ اوزان ہیں تین فَعْلٰی کے اور دو فَعَالٰی کے۔

نوٹ: یاد رہے کہ اس باب میں مُوْسٰی، عِیْسٰی، یَحْیٰی کو بھی لاحق کیا گیا ہے، یہ اسماء اگرچہ عجمی ہیں مگر ان کا استعمال عام ہے کثیر الدور ہیں تو ان کے ہم وزن الفاظ ہی میں ان کو بھی شامل کر لیا گیا دوسرے یہ کہ مرسوم بالیاء ہیں۔

۵/۲۹۵ وَفِی اسْمٍ فِی الْاِسْتِفْهَامِ اَنّٰی وَفِیْ مَتٰی ... مَعًا وَعَسٰی اَیْضًا اَمَالَا وَقُلْ بَلٰی

اور حمزہ، کسائی نے امالہ کیا اسم استفہامی اَنّٰی، اور مَتٰی دونوں میں جیسے اَنّٰی لَکِ هٰذَا اور مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ، اور ان دونوں نے امالہ کیا فعل مقارب عَسٰی میں بھی جیسے عَسٰی رَبُّکُمْ۔ اور کہہ تو کہ انھوں نے امالہ کیا ہے حرف ایجاب بَلٰی میں بھی جیسے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ۔

نوٹ: اَنّٰی اور مَتٰی اسماء استفہام میں سے ہیں مشتق نہیں۔ عَسٰی فعل مقارب ہے جو غیر مشتق ہے اور بَلٰی حرف ہے اسی لیے بطور خاص ان چار الفاظ کو ذکر کیا۔

۶/۲۹۶ وَمَا رَسَمُوْا بِالْیَاءِ غَیْرَ لَدٰی وَمَا ... زَکٰی وَاِلٰی مِنْ بَعْدُ حَتّٰی وَقُلْ عَلٰی

اور جو الفات بھی بصورت یاء لکھے ہوں ان میں امالہ ہوگا۔ بجز لَدٰی اور مَا زَکٰی اور اِلٰی اور اس کے بعد حَتّٰی اور کہہ لیجئے عَلٰی کو بھی۔

یعنی حمزہ، کسائی ان تمام کلمات میں امالہ کرتے ہیں جو مصحف عثمانی میں مرسوم بالیا، ہوں۔ مگر اس اصول سے پانچ کلمات مستثنیٰ ہیں ان میں کسی حال میں بھی امالہ نہ ہوگا۔ اِلیٰ، حَتّٰی، عَلٰی، کیونکہ یہ حروف ہیں۔ لَدٰی سورۃ غافر میں مرسوم عندالاکثر بالیاء ہے اور لدا الباب سورۂ یوسف میں باتفاق مرسوم بالالف ہے اور مَازَکٰی میں اگرچہ رسم بالیاء ہے مگر یہ واوی الاصل ہے۔

۷/۲۹۷ وَکُلُّ ثُلَاثِیٍّ یَزِیدُ فَاِنَّهُ مُمَالٌ کَزَکّٰهَا وَاَنْجٰی مَعَ ابْتَلٰی

ہر ثلاثی جو زائد ہو جائے تین حرفوں پر پس وہ ممال ہوگا جیسے زَکّٰهَا، اَنْجٰی اور اِبْتَلٰی۔

مطلب یہ کہ مجرد عن الزوائد واوی الاصل میں امالہ نہ ہوگا۔ لیکن جب وہ زائد علی الثلاث ہو جائے تو واؤ یا میں بدل جاتی ہے اور امالہ ہوتا ہے اور اکثر لکھائی بھی بصورت یا، ہوتی ہے۔ مثالیں زَکّٰی، یَرْضٰی، یُدْعٰی، اِسْتَغْنٰی، یَزَّکّٰی۔ علامہ ابو شامہ نے فرمایا کہ اس سے واضح ہوا کہ ثلاثی مزید اسم بھی ہوتا ہے۔ جیسے اَدْنٰی۔ فعل ماضی بھی ہوتا ہے جیسے اَنْجٰی۔ فعل مضارع معروف بھی ہوتا ہے جیسے یَرْضٰی اور مجہول بھی جیسے یُدْعٰی۔ شارح وافی نے فرمایا کہ خلاصہ یہ کہ الف میں امالہ یا تو انقلاب عن الیاء کی وجہ سے ہوتا ہے اگرچہ مصاحف میں مرسوم بالیاء نہ ہو یا دال علی التانیث کی وجہ سے امالہ ہوتا ہے جیسے فَعْلٰی اور فَعَالٰی کے اوزان خمسہ۔ اگرچہ کہیں وہ مرسوم بالیاء نہ ہو جیسے اَحْوٰایَا۔ یا مرسوم بالیاء کی وجہ سے اگرچہ اس کی اصل واوی یا یائی معلوم نہ ہو جیسے عَسٰی، مَتٰی، بَلٰی وغیرہ۔

۸/۲۹۸ وَلٰکِنَّ اَحْیَا عَنْهُمَا بَعْدَ وَاوِهٖ وَفِیْمَا سِوَاهُ لِلْکِسَائِیِّ مُیِّلَا

لیکن لفظ اَحْیَا میں امالہ، ان دونوں (حمزہ، کسائی) سے مروی ہے۔ بشرطیکہ بعد واؤ کے ہو جیسے نجم میں اَمَاتَ وَاَحْیَا اور اس کے ماسوی میں صرف کسائی کے لیے امالہ کیا گیا ہے۔ جیسے فَاَحْیَاکُمْ، اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاهَا آگے ناظم وہ الفاظ بیان کرتے ہیں، جن کے امالہ میں کسائی منفرد ہیں اور امام حمزہ کے لیے امالہ نہیں۔

۹/۲۹۹ وَرُءْیَایَ وَالرُّءْیَا وَمَرْضَاتِ کَیْفَمَا اَتٰی وَخَطَایَا مِثْلُهُ مُتَقَبَّلَا

اور رُءْیَایَ اور الرُّءْیَا اور لفظ مَرْضَاتِ جس طرح بھی آئے اور خَطَایَا بھی مَرْضَاتِ ہی کی طرح یعنی جس طرح بھی آئے مقبول ہے۔

یعنی کسائی جن الفاظ کے امالہ میں منفرد ہیں وہ حسب ذیل ہیں (۱) رُءْیَایَ یہ لفظ سورۂ یوسف میں دو جگہ ہے۔ رُءْیَایَ اِنْ کُنْتُمْ، هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ (۲) اَلرُّءْیَا۔ معرف باللام چار جگہ ہے، یوسف میں لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ۔ والصافات میں قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا۔ فتح میں لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا۔ اسراء میں وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا۔

(۳) مَرۡضَاتَ جس طرح بھی آئے منصوب تَبۡتَغِي مَرۡضَاةَ اَزۡوَاجِكَ ، مجرور ابۡتِغَاءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ۔(۴) خَطَايَا جس طرح بھی واقع ہو خَطَايَاكُمۡ ، مِمَّا خَطَايَاهُمۡ ، خَطَايَانَا ۔ یاد رہے کہ محل امالہ ، یاء کے بعد والا الف ہے ۔

۱۰/۳۰۰ وَمَحۡيَاهُمۡ اَيۡضًا وَحَقَّ تُقَاتِهٖ وَفِيۡ قَدۡ هَدَانِيۡ لَيۡسَ اَمۡرُكَ مُشۡكِلَا

اور (۵) مَحۡيَاهُمۡ میں کسائی کے لیے امالہ ہے یعنی مَحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ (جاثیہ) (۶) حَقَّ تُقَاتِهٖ (آل عمران) ۔ یاد رہے کہ حَقَّ بطور قید احترازی ہے چنانچہ اِلَّآ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً ہیں حمزہ کسائی دونوں کے لیے امالہ ہے ۔(۷) وَقَدۡ هَدٰىنِ جو سورۂ انعام میں ہے ۔ یہاں بھی لفظ قَدۡ بطور احتراز ہے ۔ قُلۡ اِنَّنِيۡ هَدٰىنِيۡ (انعام) لَوۡ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيۡ (زمر) میں دونوں کے لیے امالہ ہے ۔

۱۱/۳۰۱ وَفِي الۡكَهۡفِ اَنۡسَانِيۡ وَمِنۡ قَبۡلُ جَاءَ مَنۡ عَصَانِيۡ وَاَوۡصَانِيۡ بِمَرۡيَمَ يُجۡتَلٰى

(۸) اور سورۂ کہف میں وَمَا اَنۡسَانِيۡهُ (۹) اور اس سے پہلے سورۂ ابراہیم میں آیا ہے وَمَنۡ عَصَانِيۡ اور (۱۰) سورۂ مریم میں دیکھا جاتا ہے وَاَوۡصَانِيۡ ۔

۱۲/۳۰۲ وَفِيۡهَا وَفِيۡ طٰسِيۡنَ اٰتَانِيَ الَّذِيۡ اَذَعۡتُ بِهٖ حَتّٰى تَضَوَّعَ مَنۡدَلَا

(۱۱) اور اسی سورۂ مریم میں اٰتٰىنِيَ الۡكِتٰبَ (۱۲) اور سورۂ نمل میں اٰتٰىنِيَ اللّٰهُ ۔ یاد رہے کہ اٰتٰىنِيۡ رَحۡمَةً اور اٰتٰىنِيۡ مِنۡهُ رَحۡمَةً (ہود) میں حمزہ کسائی دونوں امالہ کرتے ہیں ۔ قولہ اَذَعۡتُ بِهٖ میں نے اس کو اتنا مشہور کیا کہ وہ عود ہندی کی طرح مشہوری میں خوشبودار ہوگیا ۔

۱۳/۳۰۳ وَحَرۡفُ تَلَاهَا مَعۡ طَحَاهَا وَفِيۡ سَجٰى وَحَرۡفُ دَحَاهَا وَهِيَ بِالۡوَاوِ تُبۡتَلٰى

(۱۳) لفظ تَلٰىهَا اور (۱۴) طَحٰىهَا (والشمس) اور (۱۵) سَجٰى ہیں جو سورت والضحیٰ میں ہے اور (۱۶) لفظ دَحٰىهَا (نازعات) میں صرف کسائی نے امالہ کیا ہے حالانکہ یہ مذکورہ چاروں لفظ واؤ کے ساتھ آزمائے گئے ہیں حاصل یہ نکلا کہ یہ سولہ کلمات صرف کسائی کے لیے ممال ہیں ۔

۱۴/۳۰۴ وَاَمَّا ضُحَاهَا وَالضُّحٰى وَالرِّبَا مَعَ الۡ قُوٰى فَاَمَالَاهَا وَبِالۡوَاوِ تُخۡتَلَا

اور ضُحٰىهَا (سورۂ والشمس اور نازعات) اور وَالضُّحٰى اور اَلرِّبٰوا (جہاں بھی واقع ہو) اور اَلۡقُوٰى (النجم) میں

چاروں لفظوں میں حمزہ و کسائی دونوں نے امالہ کیا ہے اور یہ کلمات واؤ کے ساتھ خیال کیے جاتے ہیں۔،،
نیز یاد رہے کہ اَلرِّبَا میں مِنْ رِبًا (روم) بھی داخل ہے (ملا علی قاری)

۱۵/۳۰۵ وَرُؤْيَاكَ مَعْ مَثْوَايَ عَنْهُ لِحَفْصِهِمْ وَمَحْيَايَ مِشْكٰوةٍ هُدَايَ قَدِ انْجَلَا

اور رُؤْيَاكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ (یوسف) میں ساتھ ہی اَحْسَنَ مَثْوَايَ (یوسف) میں امالہ ہے کسائی سے روایت کرتے ہوئے واسطے حفص بن عمر دوری کسائی کے لیے۔ اور وَمَحْيَايَ (انعام) اور كَمِشْكٰوةٍ (نور) اور فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ (بقرہ) اور فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ (طٰہٰ) میں (صرف دوری کسائی کے لیے) امالہ مشہور ہوا ہے۔

اس شعر میں ان کلمات کا بیان مقصود ہے جن میں صرف دوری کسائی نے امالہ کیا ہے۔ کلمات کی تعیین پیش نظر رہنی چاہیے، اوپر آچکا ہے کہ اَلرُّؤْيَا اور رُؤْيَايَ میں پورے کسائی امالہ کرتے ہیں اور مَثْوَاهُ، مَثْوَاكُمْ، مَثْوَاهُمْ میں حمزہ، کسائی دونوں امالہ کرتے ہیں اسی طرح فَبِهُدَاهُمْ، هُدَاهَا اور اَلْهُدٰى میں دونوں امالہ کرتے ہیں۔

۱۶/۳۰۶ وَمِمَّا اَمَالَاهُ اَوَاخِرُ اٰيِ مَا بِطٰهٰ وَاٰيِ النَّجْمِ كَيْ تَتَعَدَّلَا

اور ان مواقع میں سے کہ جن میں حمزہ کسائی نے امالہ کیا ہے ان آیات کے اواخر ہیں جو سورۂ طٰہٰ اور آیات نجم میں ہیں۔ (اور امالہ اس لیے کیا) تاکہ تمام اواخر یکساں ہو جائیں۔ تَعَدُّلٌ، یکساں ہونا۔

۱۷/۳۰۷ وَفِي الشَّمْسِ وَالْاَعْلٰى وَفِي اللَّيْلِ وَالضُّحٰى وَفِي اقْرَاْ وَفِي وَالنّٰزِعٰتِ تَمَيَّلَا

اور الشمس، الاعلیٰ، اللیل، الضحیٰ اور اقرأ اور نازعات کی اواخر آیات میں بھی امالہ ہوا ہے۔

۱۸/۳۰۸ وَمِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ الْقِيَامَةِ ثُمَّ فِي الْ مَعَارِجِ يَا مِنْهَالُ اَفْلَحْتَ مَنْهَلَا

اور نازعات سے نیچے والی سورت (عبس) ہیں، سورۂ قیامہ میں اور سورۂ معارج میں۔ اواخر آیات میں امالہ ہوا ہے۔ قولہ يَا مِنْهَالُ الخ اے کریم تو فلاح کو پہونچا مقصد میں۔ مَنْهَلٌ، دریا کا کنارہ جہاں سے پانی بھرتے ہیں گھاٹ۔

۱۹/۳۰۹ رَمٰى صُحْبَةٌ اَعْمٰى فِي الْاِسْرَاۤءِ ثَانِيًا سُوًى وَسُدًى فِي الْوَقْفِ عَنْهُمْ تَسَبَّلَا

لفظ رَمٰى (انفال) میں امالہ کیا ہے صحبہ نے۔ اور لفظ اَعْمٰى میں جو سورۂ اسرآء میں دوسرا ہے، اور سُوًى (طٰہٰ) اور سُدًى (قیامہ) میں بحالت وقف صحبہ کے مرموزین سے امالہ نے راہ پائی ہے۔،،

یعنی رؔمٰی اور فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی میں حمزہ، کسائی کے ساتھ امالہ کرنے میں شعبہ بھی شریک ہوئے ہیں، نیز ان کے ساتھ شعبہ نے لفظ سُوًی اور سُدًی میں بھی امالہ کیا ہے مگر یہ امالہ وقف ہی میں ہو سکے گا، کیونکہ وصل میں تو تنوین پڑھی جارہی ہے الف موجود ہی نہیں۔

۲۰/۳۱۰ وَرَاءُ تَرَاءَا فَازَ فِیْ شُعَرَائِہٖ وَاَعْمٰی فِی الْاِسْرَا حُکْمُ صُحْبَۃٍ اَوَّلَا

اور سورۂ شعراء میں لفظ تَرَاءَا کی راء والے الف میں (امام حمزہ کے لیے) امالہ کامیاب ہوا ہے، اور لفظ اَعْمٰی میں جو سورۂ اسراء میں پہلا ہے۔ حُکْمُ صُحْبَہ کے مرموزین کے لیے امالہ ہے۔،،

یعنی فَلَمَّا تَرَاءَا الْجَمْعٰنِ (شعراء) کی راء میں (نہ کہ تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ انفال میں کہ اس میں کسی کے لیے بھی امالہ نہیں) امام حمزہ امالہ کرتے ہیں۔ تخصیص سے یہ نکلا کہ حمزہ کے علاوہ اور کوئی راء میں امالہ نہیں کرتا مطلب یہ ہوا تَرَاءَا میں ہمزہ کے بعد والے الف میں تو حمزہ، کسائی دونوں امالہ کرتے ہیں۔ اور یہ امالہ صرف وقف میں ہو سکے گا۔ کیونکہ وصل میں تو الف گر رہا ہے اور راء کے بعد والے الف میں صرف حمزہ امالہ کرتے ہیں، وصل و وقف دونوں حالتوں میں۔ آگے فرمایا کہ اسراء کے پہلے لفظ اَعْمٰی میں امالہ کرنے میں صحبہ کے علاوہ بصری بھی امالہ کرتے ہیں گویا وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی۔ آیت کے دوسرے اَعْمٰی میں صرف صحبہ اور پہلے میں صحبہ اور بصری امالہ کرتے ہیں۔

۲۱/۳۱۱ وَمَا بَعْدَ رَاءٍ شَاعَ حُکْمًا وَحَفْصُھُمْ یُوَالِیْ بِمَجْرٖھَا وَفِیْ ھُوْدَ اُنْزِلَا

اور اس الف میں جو راء کے بعد ہو شَاعَ حُکْمًا کے مرموزین کے لیے امالہ ہے اور حفص لفظ مَجْرٖھَا میں امالہ کرنے والوں کے ساتھ متفق ہوئے ہیں اور یہ لفظ سورت ہود میں نازل ہوا ہے۔،،

مطلب یہ کہ ہم نے شروع میں حمزہ، کسائی کے لیے جن الفات میں امالہ کبری بتلایا ہے اگر ان الفات سے پہلے راء ہو تو وہاں امالہ کرنے میں بصری بھی شریک ہو جاتے ہیں جیسے یٰبُشْرٰی، اَلنَّصٰرٰی، اَلذِّکْرٰی۔ اور تمام قرآن میں صرف ایک جگہ لفظ مَجْرٖھَا میں حفص نے بھی امالہ کرنے میں ان کی موافقت کی ہے۔

۲۲/۳۱۲ نَاٰی شَرْعُ یُمْنٍ بِاخْتِلَافٍ وَشُعْبَۃٌ فِی الْاِسْرَا وَھُمْ وَالنُّوْنُ ضَوْءُ سَنًا تَلَا

لفظ نَاٰی (اسراء و فصلت) میں امالہ شَرْع والوں کے لیے بلا خلف اور یُمْن کے لیے با لخلف ہے۔ اور اسراء میں شعبہ نے اور انھوں (حمزہ، کسائی) نے امالہ کیا ہے۔ اور نَاٰی کا نون ضَوْءُ سَنًا تَلَا والوں کے لیے ممال ہے۔،،

یعنی حمزہ، کسائی نے نَاٰی کے الف میں بلا خلف امالہ کیا ہے اور سوسی نے با لخلف۔ اور نَاٰی جو اسراء میں ہے۔

(نہ وہ کہ فصلت میں ہے) صحبہ نے امالہ کیا ہے۔ اور خلف وکسائی کے لیے نَاٰیٔ کے نون میں بھی امالہ ہے خلاصہ یہ ہوا کہ خلف وکسائی نَاٰیٔ کے نون اور الف دونوں میں امالہ کرتے ہیں اور اسراء اور فصلت میں ہر جگہ امالہ کرتے ہیں اور شعبہ صرف اسراء والے لفظ میں اور صرف الف میں امالہ کرتے ہیں۔ جب کہ فصلت میں ان کیلئے کوئی امالہ نہیں۔ یاد رہے کہ شراح نے کہا ہے کہ الف میں سوسی کے لیے بالخلف جس امالہ کو شاطبی نے بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں، صرف فتح ہے۔

۲۳/۳۱۳ إِنَاهُ لَهُ شَافٍ وَقُلْ أَوْ كِلَاهُمَا شَفَا وَلِكَسْرٍ أَوْ لِيَاءٍ تَمَيَّلَا

إِنَاهُ میں مرموزین لَهُ شَافٍ کا امالہ ہے اور کہہ تو کہ أَوْ كِلَاهُمَا میں مرموزین شَفَا کے لیے امالہ ہے اور ان لفظوں میں کسرہ یا یاء کی وجہ سے امالہ ہوا ہے۔،،

یعنی حمزہ، کسائی اور ہشام سورۂ احزاب میں إِنَاهُ کے الف میں امالہ کرتے ہیں اور حمزہ، کسائی أَوْ كِلَاهُمَا (سورۂ اسراء) کے الف کو امالہ سے پڑھتے ہیں اور ان دونوں لفظوں میں یا تو کلمے کے پہلے حرف کے کسرہ کی وجہ سے یا الف کے منقلب عن الیاء ہونے کی وجہ سے امالہ ہوا ہے۔

۲۴/۳۱۴ وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ بَيْنَ بَيْنٍ وَفِي أَرَا كَهُمْ وَذَوَاتِ الْيَا لَهُ الْخُلْفُ جُمِّلَا

اور ذوالراء میں ورش نے تقلیل بین بین کی ہے۔ اور أَرَاكَهُمْ میں اور ذوات الیاء میں ان کے لیے خلف کو خوبصورت قرار دیا گیا ہے۔،،

یہاں سے ورش کی تقلیل کا بیان شروع ہے، یعنی ورش نے ان تمام الفوں میں کہ جو راء کے بعد ہوں (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ بصری ان الفوں میں امالۂ کبری کرتے ہیں) تقلیلِ بین بین کی ہے اور تمام ذوات الیاء الفوں میں اور لفظ أَرَاكَهُمْ (انفال) کے الف میں ورش کے لیے تقلیل اور فتح دونوں جائز ہیں۔ مطلب یہ کہ جن الفات میں حمزہ، کسائی یا صرف کسائی یا صرف دوری کسائی کے لیے امالۂ کبری اوپر بیان ہوا ہے ان یائی الفات میں اور أَرَاكَهُمْ میں ورش کیلئے خلف ہے اور ذوات الراء میں بلا خلف صرف تقلیل ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ ذوات الیاء میں ورش کے لیے جو خلف بیان ہوا ہے اس سے چار کلمات مستثنیٰ ہیں مَرْضَاتِ، الرِّبَا، كِلَاهُمَا، مِشْكَوٰة۔ کہ ان میں ورش کے لیے صرف فتحہ ہے۔

۲۵/۳۱۵ وَلَكِنْ رُءُوسُ الْآيِ قَدْ قَلَّ فَتْحُهَا لَهُ غَيْرَ مَا هَا فِيهِ فَاحْضُرْ مُكَمَّلَا

لیکن رؤس الآیات میں، ان (رؤس الآیات) کا فتح (یعنی الف) تقلیل والا ہی ہوا ہے ورش کے لیے علاوہ اُن

رءوس الآیات کے کہ جن میں ھا ہے۔ پس تو اس مسئلہ میں پوری طرح حاضر باش ہو۔،،

یعنی وہ گیارہ سورتیں کہ جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے ان کے رءوس آیات والے الف دو طرح ہیں ایک وہ کہ ان کے ساتھ لفظ ھا نہیں جیسے صَلّٰی ہ اِذَا ھَوٰی ہ اور یہی اکثر ہیں۔ دوسرے وہ کہ ان کے بعد ضمیر واحد مؤنث ھا بھی آتی ہے جیسے وَضُحٰھَا ہ سو پہلی قسم میں ورش کے لیے صرف تقلیل ہوگی۔ اور دوسری قسم میں بدستور فتح اور تقلیل میں خلف ہے۔ ایسے رؤس الآیات کو ذوات الہاء کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ رءوس الآیات کے ذوات الیاء الفوں میں صرف تقلیل۔ اور ذوات الھا، میں خلف ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ یاد رہے کہ اگر کسی راس الآیت میں الف ذوات الھاء میں سے ہونے کے ساتھ وہ ذوات الراء میں سے بھی ہو تو بدستور ورش کے لیے اس میں صرف تقلیل ہوگی اور یہ صرف ایک جگہ ہے۔ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا ہ (نازعات) جیسا کہ فرمایا ہے ع وَذُوالرَّاءِ وَرْشٌ بَیْنَ بَیْنَ۔

۲۶/۳۱۶ وَکَیْفَ اَتَتْ فَعْلٰی وَاٰخِرُ اٰیِ مَا   تَقَدَّمَ لِلْبَصْرِیْ سِوٰی وَاھُمَا اعْتَلَا

اور فَعْلٰی کے وزن میں خواہ وہ کسی طرح بھی آئے، اور ان سورتوں کے اواخر میں کہ جن کا بیان پہلے آ چکا ہے، بصری کے لیے تقلیل ہے، سوائے ان الفوں کے کہ دونوں قسموں میں وہ ذوات الراء ہیں۔ کہ ان میں (حسب دستور) راءٓ عالی رہی ہے (یعنی امالہ کبری ہوا ہے)،،

یعنی لفظ فَعْلٰی کے الفاتِ تانیث کو بصری تقلیل کے ساتھ پڑھیں گے۔ خواہ وہ مفتوح ہوں یا مضموم یا مکسور اور گیارہ مذکورہ سورتوں کے رُؤس الآیات کے الفوں میں بھی تقلیل کریں گے خواہ وہ کسی وزن پر ہوں البتہ شرط یہ ہے کہ یہ دونوں قسمیں ذوات الراء میں سے نہ ہوں ورنہ حسب معمول بصری کے لیے امالہ ہی ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے ع وَمَا بَعْدَ رَاءٍ شَاعَ حُکْمًا گ۔
ش ح

۲۷/۳۱۷ وَیَا وَیْلَتٰی اَنّٰی وَیَا حَسْرَتٰی طَوَوْا   وَعَنْ غَیْرِہٖ قِسْھَا وَیَا اَسَفٰی الْعُلَا
ط

اور یٰوَیْلَتٰی (ہود) اور اَنّٰی اور یٰحَسْرَتٰی (زمر) اور یٰاَسَفٰی (یوسف) عالیشان (چاروں) کلمات میں طَوَوْا (کے مرموز دوری بصری) کے لیے تقلیل ہے۔ اور دوری بصری کے علاوہ قاریوں کے لیے تو ان کلمات میں قیاس سے کام لے۔،، طَوَوْا یعنی لپیٹا ہے، روایت کیا ہے۔

یعنی دوری بصری کے لیے ان چار الفاظ میں تقلیل ہے اور ان کے علاوہ دیگر قراء کے اصول کے مطابق تم خود سوچ کر حکم نکال لو۔ گویا حمزہ، کسائی کے لیے امالہ، ورش کے لیے فتحہ و تقلیل میں خلف اور باقین کیلئے فتحہ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ فُعْلٰی بضم الفاء کے وزن پر قرآن میں بیس ۲۰ کلمات ہیں۔ مُوْسٰی، اُنْثٰی، دُنْیَا، قُرْبٰی، وُسْطٰی،

قُصْوٰی، عُزّٰی، وُثْقٰی، حُسْنٰی، اُوْلٰی، عُقْبٰی، سُفْلٰی، عُلْیَا، رُؤْیَا، طُوْبٰی، مُثْلٰی، سُوْءٰی، زُلْفٰی، سُقْیٰی، دُنْیٰی۔
اور فَعْلٰی بفتح الفاء کے وزن پر گیارہ کلمات ہیں۔ سَلْوٰی، مَوْتٰی، تَقْوٰی، قَتْلٰی، مَرْضٰی، نَجْوٰی، دَعْوٰی، شَتّٰی، صَرْعٰی، طَغْوٰی، یَحْیٰی۔ اور فِعْلٰی بکسر الفاء چار کلمے ہیں۔ سِیمَا، اِحْدٰی، ضِیْزٰی، عِیْسٰی۔

۲۸/۳۱۸ وَكَيْفَ الثُّلَاثِيْ غَيْرَ زَاغَتْ بِمَاضٍ … اَمِلْ خَابَ خَافُوْا طَابَ ضَاقَتْ فَتُجْمِلَا

ثلاثی مجرد ماضی کے صیغے میں لفظ زَاغَتْ کے سوا ہر جگہ امالہ کر۔ خَابَ اور خَافُوْا اور طَابَ اور ضَاقَتْ میں فَتُجْمِلَا (کے مرموز حمزہ) کے لیے۔،،

۲۹/۳۱۹ وَحَاقَ وَزَاغُوْ جَاءَ شَاءَ وَزَادَ فُزْ … وَجَاءَ ابْنُ ذَكْوَانٍ وَفِيْ شَاءَ مُيِّلَا

اور حَاقَ اور زَاغُوْا اور جَاءَ اور شَاءَ اور زَادَ میں فُزْ (کے مرموز حمزہ) کے لیے۔ اور جَاءَ اور شَاءَ میں ابنِ ذکوان نے بھی امالہ کیا ہے۔،،

۳۰/۳۲۰ فَزَادَهُمُ الْاُوْلٰى وَفِي الْغَيْرِ خُلْفُهٗ … وَقُلْ صُحْبَةٌ بَلْ رَانَ وَاصْحَبْ مُعَدَّلَا

اور پہلے فَزَادَهُمْ میں، اور اس کے علاوہ میں ابن ذکوان کا خلف ہے۔ اور کہہ تو کہ صحبہ نے بَلْ رَانَ میں امالہ کیا ہے، اور صحبت اس کی اختیار کر جس کو عادل ٹھہرایا گیا ہو۔،،

یعنی امام حمزہ حسب ذیل دس افعال ثلاثی مجرد میں امالہ کرتے ہیں خواہ وہ قرآن مجید میں کسی طرح بھی آئیں۔ خَابَ مثلاً وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی، خَافَ مثلاً وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ، طَابَ جیسے مَا طَابَ لَكُمْ (یہ ایک ہی مثال ہے) ضَاقَتْ، ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ۔ حَاقَ جیسے حَاقَ بِهِمْ۔ زَاغَ مثلاً فَلَمَّا زَاغُوْا۔ جَاءَ مثلاً جَآءُوْا عَلٰی قَمِیْصِهٖ۔ شَاءَ مثلاً اِلَّا مَا شَاءَ اللهُ۔ زَادَ مثلاً وَزَادَهٗ بَسْطَةً۔ بَلْ رَانَ (مطففین) امالہ کے لیے دو شرطیں بیان کی ہیں، ایک یہ کہ فعل ثلاثی مجرد ہو۔ لہذا اَزَاغَ اور اَجَاءَ میں امالہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ ماضی ہو لہذا یَشَاءُ، یَخَافُ میں امالہ نہیں ہے۔ البتہ اس شرط سے لفظ زَاغَتْ کو مستثنیٰ کیا ہے جیسے وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ لہذا اس میں امالہ نہ ہوگا۔ نیز یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ابنِ ذکوان نے جَاءَ اور شَاءَ میں امالہ کرنے میں امام حمزہ کی موافقت کی ہے اور ایک تیسرے فعل زَادَ میں بھی ابن ذکوان امالہ کرتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن میں پہلی جگہ فَزَادَهُمُ اللهُ مَرَضًا میں تو صرف امالہ ہی کرتے ہیں اور باقی قرآن میں ان کے لیے فتحہ اور امالہ دونوں ہیں۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ مطففین کے لفظ رَانَ میں شعبہ، حمزہ، کسائی تینوں نے امالہ کیا ہے۔

۳۱/۳۲۱ وَفِی الْفَاتٍ قَبْلَ رَا طَرْفٍ أَتَتْ بِكَسْرٍ أَمِلْ تُدْعٰى حَمِيْدًا وَتُقْبَلَا

اور ان الفوں میں جو ایسی راء متطرفہ سے پہلے آئیں جو کسرہ کے ساتھ ہو ان الفوں میں تو امالہ کر تُدْعٰی حَمِیْدًا کے مرموزین (دوری کسائی اور بصری) کے لیے۔،،

یعنی راء متطرفہ مکسورہ سے پہلے الفات میں امالہ ہوگا بصری اور کسائی کے دوسرے راوی حفص دوری کے لیے معلوم ہوا کہ راء متوسطہ کا یہ حکم نہیں مثلاً نَمَارِقُ۔ اَلْحَوَارِیِّیْنَ۔ اسی طرح فَلَا تُمَارِ بھی اس سے خارج ہے کیونکہ تُمَارِ اصل میں تُمَارِیْ تھا۔ آخر سے یاء حالت جزمی کی وجہ سے حذف ہوگئی اسی طرح اَلْجَوَارِ میں بھی امالہ نہیں کہ اصل میں اَلْجَوَارِیْ ہے۔ غَیْرَ مُضَارٍّ کے الف میں بھی امالہ نہیں کیونکہ اصل میں مُضَارِرٌ تھا۔ ایسے ہی وَلَبُوْسَ بِضَارِّهِمْ۔ نیز ضروری ہے کہ کسرہ اصلیہ ہو لہٰذا اَنْصَارِیْ میں امالہ نہیں کیونکہ راء کا کسرہ مضاف الی الیا ہونے کی وجہ سے آیا ہے۔ آگے مثالیں بیان کرتے ہیں۔

۳۲/۳۲۲ كَأَبْصَارِهِمْ وَالدَّارِ ثُمَّ الْحِمَارِ مَعْ حِمَارِكَ وَالْكُفَّارِ وَاقْتَسْ لِتَنْضُلَا

جیسے عَلٰی اَبْصَارِهِمْ، عُقْبَی الدَّارِ، كَمَثَلِ الْحِمَارِ، وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ، يَلُوْنَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ، اور قیاس سے کام لے تو، تاکہ تو غالب رہے۔،،

اَلتَّنَضُّلُ، غالب ہونا، آگے چند الفاظ بیان کرتے ہیں جن میں خلاف قیاس امالہ ہوا ہے۔

۳۳/۳۲۳ وَمَعْ كَافِرِيْنَ الْكَافِرِيْنَ بِيَائِهِ وَهَارٍ رَوٰى مُرْوٍ بِخُلْفٍ صَدٍ حَلَا

اور کَافِرِیْنَ کے ساتھ اَلْکَافِرِیْنَ میں بھی بصری اور دوری کسائی نے امالہ کیا ہے بشرطیکہ یاء کے ساتھ ہو، یعنی کافرون میں نہیں کیونکہ یاء مکسورہ نہیں۔ اور عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (توبہ) میں لفظ هَارٍ میں ابن ذکوان نے بالخلف امالہ کیا ہے، اور کسائی، شعبہ، بصری اور قالون (جن کی رمز اگلے شعر میں آتی ہے) نے بلا خلف امالہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ ابن ذکوان کے لیے هَارٍ میں دوسری وجہ فتح ہے دیگر یہ کہ قالون کے لیے قرآن میں لفظ هَارٍ کے سوا امالہ کبریٰ کہیں نہیں۔ قولہ وَهَارٍ اور دَوٰی، روایت کیا ہے مُرْوٍ، اِرْوَاءٌ سے سیراب کرنے والا۔ صَدٍ، پیاسا۔ حَلَا، شیریں اخلاق۔

۳۴/۳۲۴ بَدَارٍ وَجَبَّارِيْنَ وَالْجَارِ تَمَّمُوْا وَوَرْشٌ جَمِيْعَ الْبَابِ كَانَ مُقَلِّلَا

قولہ بَدَارٍ اس لفظ میں قالون کے لیے رمز ہے یعنی اس لفظ کا تعلق بطور رمز کے گزشتہ شعر سے ہے مطلب یہ کہ لفظ هَارٍ کے الف میں قالون بھی امالہ کرتے ہیں لفظ بَدَارٍ کے لغوی معنی ہیں جلدی کر۔ اسم فعل ہے۔ آگے ترجمہ

یوں ہے " اور جَبَّارِیْنَ اور اَلْجَارِ میں انھوں نے امالۂ تامّہ کیا ہے اور ورش اس پورے باب میں تقلیل کرتے ہیں ،،
لفظ جَبَّارِیْنَ (مائدہ وشعراء) اور لفظ اَلْجَارِ (نساء وشعراء) میں دوری ، کسائی نے امالہ کیا ہے ۔ تَمَّمُوْا کی تاء سے
دوری ، کسائی کی طرف اشارہ ہے نیز اس لفظ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہاں پہونچ کر الف ماقبل راء متطرفہ مکسورہ
کے امالہ کے باب کو ہم نے مکمل کر لیا ہے آگے فرمایا کہ ورش کے لیے اس پورے باب میں تقلیل ہے یعنی ناظم کے قول
وَفِیْ اَلِفَاتٍ قَبْلَ رَا طَرَفٍ سے یہاں تک جس قدر بھی الفاظ آئے ان میں ورش کے لیے تقلیل ہے ۔

۳۵/۳۲۵ وَهٰذَانِ عَنْهُ بِاخْتِلَافٍ وَمَعَهُ فِی الْـ بَوَارِ وَفِی الْقَهَّارِ حَمْزَةُ قَلَّلَا

اور ان دونوں (اَلْجَبَّارِ اور اَلْجَارِ) میں ورش کی تقلیل بالخلف ہے ۔ اور لفظ اَلْبَوَارِ (ابراہیم) اور اَلْقَهَّارِ،
(جہاں بھی ہو) میں ورش کے ساتھ حمزہ نے بھی تقلیل کی ہے ۔

۳۶/۳۲۶ وَاِضْجَاعُ ذِیْ رَائَیْنِ حَجَّ رُوَاتُهُ كَالْاَبْرَارِ وَالتَّقْلِیْلُ جَادَلَ فَیْصَلَا

اور دو راء والے الف میں امالہ حَجَّ رُوَاتُهُ (کے مرموزین بصری وکسائی) کے لیے ہے جیسے اَلْاَبْرَارِ ۔ اور
تقلیل جَادَلَ ، فَیْصَلَا (کے مرموزین ورش اور حمزہ) کے لیے ہے ۔ ،،
یعنی بصری اور کسائی اس الف میں امالہ کرتے ہیں جو دو راء کے درمیان واقع ہو اور دوسری راء متطرفہ مکسورہ
ہو جیسے اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ ، دَارُ الْقَرَارِ ، مِنَ الْاَشْرَارِ ۔ اور بتلایا کہ اس الف میں ورش اور حمزہ تقلیل کرتے ہیں ۔

۳۷/۳۲۷ وَاِضْجَاعُ اَنْصَارِیْ تَمِیْمٌ وَسَارِعُوْا نُسَارِعُ وَالْبَارِیْ وَبَارِئِكُمْ تَلَا

اور امالہ اَنْصَارِیْ (آل عمران وصف) اور سَارِعُوْا (آل عمران) اور نُسَارِعُ (مومنون) اور اَلْبَارِیُٔ (حشر)
اور بَارِئِكُمْ (بقرہ میں دو جگہ) تَمِیْم (کے مرموز دوری کسائی) نے پڑھا ہے ۔ ،،
تَمِیْمٌ اور تَلَا دونوں میں دوری کسائی کی رمز ہے ، اول کے معنی تام یعنی امالۂ کبریٰ ہے دوسرے کے معنی
تلاوت کی ہے دوسرے یہ کہ لفظ تَمِیْم میں اشارہ فرمایا ہے کہ امالہ کی یہ لغت قبیلۂ بنی تمیم کی ہے ۔

۳۸/۳۲۸ وَاٰذَانِهِمْ طُغْیَانِهِمْ وَیُسَارِعُوْ نَ اٰذَانِنَا عَنْهُ الْجَوَارِیْ تَمَثَّلَا

اٰذَانِهِمْ ، طُغْیَانِهِمْ ، یُسَارِعُوْنَ ، اٰذَانِنَا ، اور اَلْجَوَارِیْ میں بھی انہیں (دوری کسائی کے لیے) امالہ
متعین ہوا ہے ۔ ،،

مطلب یہ کہ مذکورہ دو شعروں میں جس قدر الفاظ مذکور ہیں ان میں امالہ صرف دوری کسائی کے لیے ہے۔ لفظ اَذَانِهِمْ بقرہ، انعام، اعراف، یونس اور مومنون میں ہے۔ یُسَادِعُوْنَ آل عمران، مائدہ، انبیاء، اور مومنون میں ہے۔ اٰذَانِنَا حٰم سجدہ میں ہے اَلْجَوَارِ شوریٰ، رحمٰن اور تکویر میں ہے۔

۳۹/۳۲۹ یُوَارِیْ اُوَارِیْ فِی الْعُقُوْدِ بِخُلْفِهٖ ضِعَافًا وَحَرْفَا النَّمْلِ اٰتِیْكَ قُوِّلَا

سورۂ عقود (مائدہ) میں یُوَارِیْ اور اُوَارِیْ میں دوری کسائی سے امالہ بالخلف ہے اور ضِعَافًا (نساء) اور سورۂ نمل کے دونوں لفظ اٰتِیْكَ میں قُوِّلَا کے لیے (یعنی خلاد کے لیے بالخلف، جیسا کہ آئندہ شعر کے شروع میں آتا ہے، امالہ ہے۔

نوٹ: عقود کی قید سے یُوَارِیْ اعراف والا نکل گیا یعنی اس میں امالہ نہیں۔ اس موقع پر علامہ جزری نے نشر میں کہا ہے کہ ناظم اور دانی دونوں کے طریق میں یُوَارِیْ، اُوَارِیْ میں کسی کے لیے بھی امالہ نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۴۰/۳۳۰ بِخُلْفٍ ضَمِمْنَاهُ مَشَارِبُ لَامِعٌ وَاٰنِیَةٍ فِیْ هَلْ اَتَاكَ لِاَعْدَلَا

اور ضَمِمْنَاهُ (کے مرموز خلف) کے لیے بلا خلف امالہ ہے اور مَشَارِبُ (یٰس) میں اور اٰنِیَةٍ میں جو هَلْ اَتَاكَ میں ہے، ہشام کے لیے امالہ ہے۔

لَامِعٌ، چمکدار۔ لِاَعْدَلَا، ایک باانصاف کے لیے، دونوں میں ہشام کے لیے رمز ہے۔ هَلْ اَتَاكَ کی قید سے سورۂ دہر والا لفظ نکل گیا۔

۴۱/۳۳۱ وَفِی الْكَافِرُوْنَ عَابِدُوْنَ وَعَابِدٌ وَخُلْفُهُمْ فِی النَّاسِ فِی الْجَرِّ حُصِّلَا

اور سورۂ کافرون میں عَابِدُوْنَ میں اور عَابِدٌ میں ہشام نے امالہ کیا ہے۔ اور خلف کے ساتھ لفظ اَلنَّاسِ مجرور میں حُصِّلَا کے (مرموز بصری) کیلئے امالہ حاصل کیا گیا ہے۔

سورۂ کافرون کی قید سے باقی قرآن میں امالہ سے احتراز ہو گیا مثلاً وَنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ۔ کہ اس میں کسی کے لیے امالہ نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ بتلایا گیا کہ قرآن مجید میں کہیں بھی اَلنَّاسِ مجرور میں بصری کے لیے بالخلف امالہ ہے مگر یاد رہے کہ خلف مرتب مراد ہے کہ بصری کے پہلے راوی دوری بصری کے لیے امالہ اور دوسرے راوی سوسی کے لیے فتحہ ہے۔

۴۲/۳۳۲ حِمَارِكَ وَالْمِحْرَابِ اِكْرَاهِهِنَّ وَالْـ حِمَارِ وَفِی الْاِكْرَامِ عِمْرَانَ مُثِّلَا

حِمَارِكَ (بقرہ وجمعہ) اور اَلْمِحْرَاب (آلِ عمران وصٓ) اور اِکْرَاهِهِنَّ (نور) اور اَلْاِکْرَامِ (رحمٰن) اور لفظِ عِمْرَان (آلِ عمران وتحریم) میں مثلًا کے (مرموز ابنِ ذکوان) لیے امالہ معیّن کیا گیا ہے۔،،

۴۳/۳۳۳ وَكُلٌّ بِخُلْفٍ لِابْنِ ذَكْوَانَ غَيْرَ مَا ‏ ‏ يُجَرُّ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاعْلَمْ لِتَعْمَلَا

اور ان تمام مذکورہ الفاظ میں ابن ذکوان کے لیے بالخلف امالہ ہے، بجز اس اَلْمِحْرَاب کے کہ جو مجرور ہے پس مسئلہ کا علم حاصل کر تاکہ عمل کر سکے۔،،

یعنی اَلْمِحْرَابِ مجرور میں خلف نہیں فقط امالہ ہے اور یہ ۲ جگہ ہے يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (آلِ عمرآن) اور فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ (مریم)۔

نوٹ: یہاں تک امالہ وتقلیل کے اصول ختم ہوگئے۔ آگے چند مفید مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔

۴۴/۳۳۴ وَلَا يَمْنَعُ الْاِسْكَانُ فِي الْوَقْفِ عَارِضًا ‏ ‏ اِمَالَةَ مَا لِلْكَسْرِ فِي الْوَصْلِ مُيِّلَا

اور مانع نہیں ساکن ہوجانا وقف میں درآں حال کہ وہ سکون عارضی ہوتا ہے۔ ان الفات کے امالہ کو کہ جن میں حالت وصل میں کسرہ کی وجہ سے امالہ کیا جارہا تھا۔،،

یعنی جن الفات میں بحالتِ وصل مابعد الف کے کسرہ کی وجہ سے امالہ ہورہا ہو جیسے اَلْاَبْرَارِ اَلْبَوَارِ اَلنَّارِ ان الفاظ پر وقف کیا جائے تو بھی امالہ بدستور رہوگا کیونکہ امالہ بے شک کسرۂ راء کی وجہ سے ہے جواب وقف میں سکون سے بدل گیا۔ کیونکہ یہ سکون عارضی ہے اور عارض کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

۴۵/۳۳۵ وَقَبْلَ سُكُوْنٍ قِفْ بِمَا فِيْ اُصُوْلِهِمْ ‏ ‏ وَذُو الرَّاءِ فِيْهِ الْخُلْفُ فِي الْوَصْلِ يُجْتَلَا

اور سکون سے پہلے (واقع الفوں) میں ان کے اصولوں کے مطابق وقف کر اور ذوالرّاء میں وصل میں (سوسی) کے لیے خلف دیکھا جاتا ہے۔،،

الف محلِ امالہ ہوتا ہے اور اس کا ماقبل زبر تبعًا زیر کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لہٰذا الف باقی رہے تو امالہ ہے ورنہ نہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ الف کے بعد دوسرے کلمے کے شروع میں اگر ساکن حرف آجائے تو بوجہ اجتماعِ ساکنین علی غیر حدہ کے یہ الف حذف ہوگا اور الف نہ رہا تو امالہ بھی نہ ہوگا جس کا مطلب یہ ہوا کہ حالتِ وصل میں امالہ نہ ہوگا کیونکہ محلِ امالہ الف ہی نہیں ہے البتہ اگر پہلے کلمے پر وقف کریں تو الف پڑھا جائے گا۔ اور اس الف کو قراء کے اصول کے مطابق پڑھیں گے فتح والوں کے لیے فتح، امالہ والوں کے لیے امالہ اور تقلیل والوں کے لیے تقلیل ہوگی۔ مگر سوسی کے یہاں ذوالرّاء میں وصل

کی حالت میں اگرچہ اجتماع ساکنین کے سبب الف حذف ہوگا۔ مگر ماقبل الف کے فتحہ میں بالخلف امالہ ہوگا مثالیں آگے آرہی ہیں

۳۳۶/۴۶ کموسی الھدی عیسی بن مریم والقری ال لتی مع ذکری الدار فافہم محصلا

یعنی مثال کے طور پر ولقد اٰتینا موسی الھدی میں وصل میں موسی کا الف محذوف ہے ایسے ہی عیسی ابن مریم میں عیسی کا الف۔ لہٰذا وصل میں تو کسی کے لیے بھی امالہ نہیں مگر وقف میں موسی، عیسی بالالف پڑھے جائیں گے۔ تو حسب اصول وقف میں حمزہ کسائی کے لیے امالہ ہوگا، بصری کے لیے تقلیل، ورش کے لیے فتح یا تقلیل اور باقین کے لیے صرف فتح ہوگا۔ یہ دونوں غیر ذوات الراء کی مثالیں ہیں۔ القری التی برکنا (سبا) ذکری الدار (ص) میں القری اور ذکری کا الف بحالتِ وصل محذوف ہے لیکن وقف کریں تو الف پڑھا جائے گا۔ لہٰذا حمزہ، کسائی، بصری کے لیے بالامالہ وقف ہوگا ورش کے لیے بالتقلیل اور باقین کے لیے بالالف ہوگا اور وصل میں امالہ یا تقلیل کچھ نہیں ہوگی البتہ سوسی کے لیے وصل میں الف کے ماقبل راء کے فتحہ میں امالہ اور خالص فتحہ دونوں جائز ہیں۔

نوٹ: اولم یر الانسان اور اولم یر الذین کفروا اس باب میں داخل نہیں کیونکہ یہاں الف کا حذف حالتِ جزمی کی وجہ سے ہے لہٰذا وقفاً کسی کے لیے بھی الف کا اعادہ نہیں سوسی کے لیے بھی صرف فتح ہے۔ فافہم محصلا پس سمجھ لے تو اس حال میں کہ مسائل خوب حاصل کیے ہوئے ہوں یعنی مسائل کو اچھی طرح قابو کر لے۔

۳۳۷/۴۷ وقد فخموا التنوین وقفا ورققوا وتفخیمہم فی النصب اجمع اشملا

اور کچھ مشائخ نے تفخیم (فتح) سے تنوین کو وقف میں پڑھا ہے اور کچھ نے امالہ کیا ہے۔ اور ان کا فتح پڑھنا حالت نصبی میں جمع کرتا ہے مختلف شکلوں کو۔

مطلب یہ ہے کہ اہل ادا کلمہ منونہ پر وقف میں مختلف ہوئے ہیں مثلاً ھدًی اور مولًی وغیرہ پر۔ یاد رہے کہ تفخیم سے مراد فتح اور ترقیق سے امالہ ہے۔ شعر سابق میں ساکن مفصل پر کلام تھا اب ساکن متصل پر کلام کرتے ہیں چنانچہ ناظم نے منون پر وقف میں تین مذہب بیان کیے ہیں۔ اوّل یہ کہ منون پر مطلقاً فتح کے ساتھ وقف کیا جائے خواہ وہ مرفوع ہو یا منصوب ہو یا مجرور ہو، اسی مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ وقد فخموا التنوین وقفا دوسرا مذہب یہ کہ منون پر مطلقاً امالہ کے ساتھ وقف کیا جائے۔ مرفوع ہو یا منصوب یا مجرور ہو یعنی جن کے لیے فتح ہو فتح پڑھا جائے، جن کے لیے امالہ ہو امالہ کیا جائے اور جن کے لیے تقلیل ہو تقلیل کی جائے۔ اس مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ورققوا تیسرا مذہب یہ ہے کہ منون منصوب میں فتح اور مرفوع و مجرور میں امالہ کیا جائے چنانچہ فرمایا۔ وتفخیمہم فی النصب اجمع اشملا۔ لیکن یاد رہے کہ قراء کے یہاں صرف دوسرے قول پر عمل ہے چنانچہ علامہ جزری نشر میں

فرماتے ہیں کہ منوّن اور غیر منوّن میں کوئی فرق نہیں گزشتہ شعر وَقَبلَ سُكُونٍ قِف بِمَا فِي أُصُولِهِم. کافی تھا اور تنوین پر مستقلاً کلام کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ ہی قرا کے یہاں یہ اختلاف ہے، نہ اس پر عمل نہ یہ معتبر۔ یہ صرف اختلاف نحوی ہے۔

نوٹ: الف ممال کے بعد تنوین پندرہ کلمات میں آتی ہے مُفتَرًى، قُرًى، هُدًى، مُسَمًّى، سُوًى، سُدًى، فَتًى، ضُحًى، غُزًّى، أَذًى، مُصَفًّى، مَثْوًى، مُصَلًّى، مَوْلًى اور ان میں اگر طُوًى، دِبًا اور بصری کی قراءت پر تَتْرًى کو بھی شامل کر لیا جائے تو کل اٹھارہ کلمات ہوتے ہیں۔

۴۸/۳۳۸ مُسَمًّى وَمَوْلًى رَفعُهُ مَعَ جَرِّهِ ۔۔۔ وَمَنصُوبُهُ غُزًّى وَتَترًا تَزَيَّلَا

یعنی مُسَمًّى وَمَوْلًى دونوں میں سے ہر ایک قرآن مجید میں مرفوع و مجرور آیا ہے مثلاً وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِندَهُ، إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى۔ ایسے ہی يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَوْلًى۔ اور أَوْ كَانُوا غُزًّى آل عمران میں خبریت کی بنا پر منصوب ہے اور وَأَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًى میں لفظ تَتْرًى بھی حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے مگر یہ مثال صرف بصری کی قراءت پر بنتی ہے کیونکہ وہ اس کو منوّن پڑھتے ہیں۔ حمزہ، کسائی، ورش چونکہ غیر منوّن پڑھتے ہیں لہٰذا ان کے یہاں وقف و وصل دونوں حالتوں میں امالہ یا تقلیل ہوگی۔ تَزَيَّلَا یعنی میرے بیان سے مرفوع و منصوب و مجرور ہر ایک ممتاز ہو گیا۔

بَابُ مَذْهَبِ الْكِسَائِيِّ فِي إِمَالَةِ هَاءِ التَّأْنِيثِ فِي الْوَقْفِ

کسائی کیلئے وقف میں ھاءِ تانیث پر امالہ کا بیان

۱/۳۳۹ وَفِي هَاءِ تَأْنِيثِ الْوُقُوفِ وَقَبْلَهَا ۔۔۔ مُمَالُ الْكِسَائِي غَيْرَ عَشْرٍ لِيَعْدِلَا

اور ھاءِ تانیث وقفی میں اور اس کے ماقبل (فتحہ) میں کسائی کا امالہ ہے، اور دس حرفوں کے ساتھ نہیں تاکہ اعتدال رہے۔۔۔

یعنی تاءِ تانیث جو وقف میں ھا ہو جاتی ہے۔ اس ھاءِ تانیث میں اور ساتھ ہی اس کے ماقبل کے فتحہ میں بحالتِ وقف کسائی کے لیے امالہ ہوتا ہے۔ مگر دس حروف ہیں کہ وہ ھائے تانیث کے ماقبل ہوں تو یہ امالہ نہ ہوگا۔ کیونکہ عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان حرفوں کے بعد امالہ نہ ہو۔

۲/۳۴۰ وَيَجْمَعُهَا حَقٌّ ضِغَاطُ عَصٍ خَظَا ۔۔۔ وَأَكْهَرُ بَعْدَ الْيَاءِ يَسْكُنُ مُيِّلَا

اور ان دس حرفوں کو حَقٌّ ضِغَاطٌ عَصٍ خَظَا کا مجموعہ جمع کرتا ہے اور حروفِ اَکْہَرُ بعد یاء ساکنہ کے ہوں تو امالہ کیا جاتا ہے۔

یعنی وہ دس حروف جن کے بعد ھاء تانیث میں امالہ نہیں حاء، قاف، ضاد، غین، الف، طا، عین، صاد، خاء اور

ظاء ہیں۔ ان دس میں سے سات تو حروفِ استعلاء ہیں اور باقی الف، عین اور حاء ہیں۔ حروفِ استعلاء کے بعد اس

لیے امالہ نہیں کہ یہ حروف تصعّد اور بلندی چاہتے ہیں اور امالہ ترقیق کی طرف جانا چاہتا ہے۔ عین اور حاء بھی مخرج میں

حروفِ مستعلیہ کے قریب ہیں اور الف کے ساتھ امالہ اس لیے نہیں کہ الف کے بعد اگر ھاء تانیث میں امالہ کرنا چاہیں

گے تو ہو نہ سکے گا، بلکہ صاف الف میں ہو گا۔ اور چار حروف جن کا مجموعہ اَکْہَرُ ہے ان کے بعد امالہ اس وقت ہو گا جب

کہ ان کے ماقبل یاء ساکنہ یا کسرہ والا حرف ہو چنانچہ اگلے شعر میں کسرہ کا بیان آرہا ہے۔

لُغات: ضِغَاط، دبانا، پامال کرنا۔ عَصٍ، گنہگار۔ خَظَا، بھاری بدن ہوا۔ اَکْہَرُ، ترش رو۔ حَقٌّ ضِغَاطٌ عَصٍ خَظَا (ترجمہ) حق

ہے دبانا بھاری بدن گنہگار آدمی کو قبر میں جو موٹا جسم ہو۔

۳/۳۴۱ اَوِ الْكَسْرِ وَالْاِسْكَانُ لَيْسَ بِحَاجِزٍ ‌ ‌ ‌ ‌ وَيَضْعُفُ بَعْدَ الْفَتْحِ وَالضَّمِّ اَرْجُلَا

یا کسرہ کے بعد اور (کسرہ اور حروفِ اَکْہَرُ کے درمیان) کسی حرف کا ساکن آجانا مانع عن الامالہ نہیں اور ضعیف ہے

امالہ فتحہ اور ضمہ کے بعد قدموں کے اعتبار سے۔

قولہ اَوِ الْكَسْرِ کا تعلق گزشتہ شعر سے ہے جس کی تشریح ہو چکی ہے، اور اس سے آگے عبارت کا یہ مطلب ہے

کہ حروفِ اَکْہَرُ کے ماقبل جو کسرہ ہو گا وہ عام ہے کہ متصل ہو یا حرفِ مکسور اور حروفِ اَکْہَرُ کے درمیان کوئی ساکن

حرف آجائے دونوں صورتوں میں امالہ ہو گا جیسے خَاطِئَة اور وِجْهَة۔ قولہ وَيَضْعُفُ یعنی حروفِ اَکْہَرُ سے پہلے اگر حرفِ

مفتوح یا مضموم ہو، متصل ہو یا مع حاجز ہو تو اس میں امالہ ضعیف ہے مثلاً بَرَاءَة، مُبَارَكَة، سَوْءَة، اَلتَّهْلُكَة، شَجَرَة،

مَحْشُورَة۔ اَرْجُلَا، يَضْعُفُ، سے تمیز ہے، اَرْجُل، رِجْل کی جمع ہے۔ امالہ کے ضعف کو تشبیہ دی ہے ایسے

ضعیف آدمی سے جو چل نہ سکے قدم ڈگمگا رہے ہوں۔

۴/۳۴۲ لِعِبْرَه مِائَه وِجْهَه وَلَيْكَه وَبَعْضُهُمْ ‌ ‌ ‌ ‌ سِوَى اَلِفٍ عِنْدَ الْكِسَائِي مَيَّلَا

حروفِ اَکْہَرُ کی مثالیں جیسے لِعِبْرَة کہ راء کے ماقبل کسرہ منفصلہ کی مثال ہے اور مِائَة کے ہمزہ کے ماقبل کسرہ

متصلہ کی مثال ہے۔ وِجْهَة کہ ھاء کے ماقبل کسرۂ منفصلہ کی مثال ہے۔ لَيْكَة کہ کاف کے ماقبل یاء ساکنہ کی مثال

ہے۔ قولہ وَبَعْضُهُمْ یعنی بعض اہلِ ادا نے کسائی کے لیے تمام حروفِ ہجاء میں جو ھاء تانیث سے پہلے واقع ہوں

امالہ کیا ہے البتہ الف میں وہ بھی امالہ نہیں کرتے۔ خلاصہ باب یہ ہے کہ کسائی کے لیے ھاء تانیث کے امالہ میں حضرت

اور ورش نے اعتبار نہیں کیا کسی حرفِ فاصل ساکن کے آنے کا بعد کسرہ کے سوائے حرفِ استعلاء کے ہوائے

خاء کے ، اور تمام حروفِ استعلاء کا حال مکمل کر دیا۔،،

یعنی کسرہ متصلہ اور راء کے درمیان اگر کوئی حرفِ ساکن آجائے تو ورش اس ساکن کو مانع نہیں مانتے کہ راء کی ترقیق نہ ہو لہذا وِزْرَكَ ، ذِكْرَكَ ، الْمِحْرَابَ ، اِكْرَاهَ ، سِدْرَةَ ، فِيهِ ذِكْرُكُمْ ، سِحْرٌ مُّبِينٌ ، وغیرہ میں بدستور راء باریک ہوگی یاد رہے کہ ہمزۂ وصل عارضی ہوتا ہے ۔ اس کا مقصد بعد والے ساکن کا تلفظ ہوتا ہے لہذا اس کے کسرہ کا اعتبار نہیں مثلاً اِمْرَاَةٌ ، اِمْرُؤٌ ۔ لہذا ایسی جگہ راء ورش کے لیے بھی مفخم ہی ہوگی کیونکہ کسرہ عارضی ہے ۔ قولہ سِوَیٰ حَرْفِ الْاِسْتِعْلَا یعنی ورش نے کسرہ اور راء کے درمیان حرفِ ساکن کا اعتبار نہیں کیا اور راء کی ترقیق میں مانع نہیں مانا ، البتہ اگر یہ حرفِ ساکن حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو تو پھر راء باریک نہ ہوگی بلکہ مفتوح یا مضموم ہونے کی وجہ سے ورش کے لیے بھی پُر ہی پڑھی جائے گی ، ہاں اگر حروف مستعلیہ میں سے خاء ساکنہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں یعنی وہ مانع عن الترقیق نہیں ۔ یاد رہے کہ کسرہ اور راء کے درمیان حروفِ استعلاء میں سے صرف چار حروف ہیں جو ساکن فاصل قرآن مجید میں واقع ہوئے ہیں صاد طاء قاف اور خاء مثلاً اِهْبِطُوا مِصْرًا ، وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ ، فِطْرَتَ اللهِ ، فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا ۔ ان مواقع میں راء ورش کے لیے مفخم ہوگی ۔ اور خاء چونکہ حروفِ مستفلہ کے حکم میں ہے ۔ مثلاً اِخْرَاجُهُمْ ، تو راء باریک ہوگی ۔

٣/٣٤٥ وَفَخَّمَهَا فِي الْاَعْجَمِيِّ وَفِي اِرَمْ　وَتَكْرِيرِهَا حَتَّىٰ يُرَىٰ مُتَعَدِّلَا

اور مفخم پڑھا ہے ورش نے راء کو عجمی اسماء میں اور لفظ اِرَمْ میں　اور راء کے مکرر ہونے کی صورت میں بھی تاکہ راء یکساں دکھائی دے ۔،،

اسم عجمی کی مثال میں قرآن مجید میں تین اسماء کی نشان دہی کی گئی ۔ اِبْرَاهِيمَ ، اِسْرَائِيلَ ، عِمْرَانَ ۔ ورش کے لیے یہ تینوں ، راء کی تفخیم کے ساتھ پڑھے گئے ہیں ۔ راء مکرر پانچ کلمات میں واقع ہوئی ہے ۔ ضِرَارًا (توبہ) فِرَارًا (کہف الْفِرَارُ (احزاب) اِسْرَارًا (نوح) مِدْرَارًا (ہود و نوح) ۔ ان کلمات میں قیاس کی رُو سے پہلی راء باریک اور دوسری راء مفخم ہونی چاہیے ، مگر فرماتے ہیں کہ تعدیل و یکسانیت کیلئے دونوں راء پُر ہی پڑھی جائیں گی ۔ قولہ وَفِي اِرَمْ یعنی ورش کیلئے لفظ اِرَمْ کی راء بھی تفخیم سے پڑھی گئی ہے ۔ اس لفظ کو علیحدہ بتانے کی ضرورت تو نہ تھی کیونکہ یہ بھی عجمی ہے مگر بعض اہل لغت کی رائے میں یہ عربی ہے اس لیے بیان کیا علامہ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ عُزَيْرٌ کے عربی یا عجمی ہونے میں بھی اختلاف ہے ، اور اہل ادا میں تفخیم و ترقیق میں بھی اختلاف ہے ۔

٤/٣٤٦ وَتَفْخِيمُهُ ذِكْرًا وَسِتْرًا وَبَابَهُ　لَدَىٰ جِلَّةِ الْاَصْحَابِ اَعْمَرُ رَحَّلَا

اور ورش کے لیے مفخم پڑھنا ذِکْرًا اور سِتْرًا اور اس کے باب کو بڑے بڑے اصحابِ ادا کے نزدیک منزلوں کے لحاظ سے خوب آباد ہے۔،،

لغات: جِلَّۃ جمع جلیل بمعنی عظیم۔ اَعْمَرُ، عمارت سے صیغۂ اسم تفضیل بہت آباد۔ اَرْحُل جمع رَحْل بمعنی منزل۔ تفخیم کے قوی اور راجح ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ ذِکْرًا، سِتْرًا کے باب میں راء کی تفخیم و ترقیق میں ورش کے لیے اختلاف ہوا ہے یہ کل چھ لفظ ہیں، دو شعر میں آئے باقی چار وِزْرًا، حِجْرًا، صِهْرًا، اِمْرًا ہیں ان میں تفخیم و ترقیق دونوں وجہیں صحیح ہیں مگر تفخیم مقدم ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہی تھا کہ ان کلمات میں راء مرقق ہوتی ناظمؒ نے ان کلمات کو بطور استثناء بیان کیا ہے جس طرح حروف مستعلیہ ترقیق میں حائل ہو گئے تھے یہاں پر راءِ مفتوحہ مُنَوَّنہ میں تفخیم کو قوت ہوئی اور ماقبل کا کسرہ فاصل کی وجہ سے بعید الاثر ہو گیا ہے۔

۵/۳۴۷ وَفِي شَرَرٍ عَنْهُ يُرَقِّقُ كُلُّهُمْ ۔۔۔ وَحَيْرَانَ بِالتَّفْخِيمِ بَعْضُ تَقَبَّلَا

اور شَرَرٍ میں ورش سے سب مشائخ ترقیق نقل کرتے ہیں اور حَيْرَانَ کو بعض مشائخ نے تفخیم کے ساتھ قبول کیا ہے،،

یعنی بِشَرَرٍ (مرسلات) میں ورش کے رواۃ وقف و وصل میں پہلی راء کی ترقیق پر متفق ہیں، کیونکہ اس کے بعد دوسری راء مکسور ہونے کی وجہ سے باریک ہے گویا مناسبت و یکسانیت کے لیے پہلی راء میں بھی ترقیق ہوئی۔ اور لفظ حَيْرَانَ (انعام) میں راء کو بعض نے تفخیم کے ساتھ قبول کیا ہے گویا تفخیم و ترقیق دونوں صحیح ہیں۔

۶/۳۴۸ وَفِي الرَّاءِ عَنْ وَرْشٍ سِوَى مَاذَكَرْتُهُ ۔۔۔ مَذَاهِبُ شَذَّتْ فِي الْأَدَاءِ تَوَقَّلَا

اور راء میں ورش سے علاوہ ان اصولوں کے کہ جن کو میں نے ذکر کیا، اور بھی کچھ مذاہب منقول ہیں (مگر) وہ فن اداء میں شاذ ہیں روایت کو اٹھانے میں،،۔

توقّل کے معنی ہیں اٹھانا، گویا وہ مذاہب کہ جن کو علماء نے ورش سے روایت کیا ہے اور میرے بیان سے وہ خارج ہیں تو سمجھ لو کہ ان کی حیثیت شاذ کی ہے اور روایتِ شاذہ ضعیف ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ مذاہب مشائخ اداء کے یہاں معمول نہیں اور اسی لیے میں نے بھی ان کو بیان نہیں کیا۔ کیونکہ وہ صحیح روایت کو اٹھانے میں قاصر ہیں۔

۷/۳۴۹ وَلَا بُدَّ مِنْ تَرْقِيقِهَا بَعْدَ كَسْرَةٍ ۔۔۔ إِذَا سَكَنَتْ يَا صَاحِ لِلسَّبْعَةِ الْمَلَا

اور راء کو باریک پڑھنا جب وہ ساکن بعد کسرہ ہو۔ اے میرے دوست! ساتوں محترم قاریوں کے لیے واجب ہے۔،،

یَاصَاحِ منادی مرخم ہے یعنی یَاصَاحِبِیْ۔ اَلْمَلَأ ، اشراف ومحترم۔ یعنی راء جب ساکن بعد کسرہ ہو تو تمام قراء کے لیے باریک ہوگی۔ بشرطیکہ کسرہ لازمہ ہو متصلہ ہو اور اسی کلمہ میں حرف مستعلیہ مفتوحہ نہ ہو، ورنہ راء مفخم ہوگی جیسا کہ آگے تفصیل آتی ہے اور کسرہ لازمہ متصلہ کے بعد راء کا مرقق ہونا متفق علیہ ہے خواہ یہ راء متوسط ہو جیسے فِرْعَوْنَ، شِرْعَةً، اَلْاِرْبَةِ، مِرْيَةٍ خواہ متطرفہ ہو جیسے فَاصْبِرْ، فَانْتَصِرْ، اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ، اور خواہ سکون اصلی ہو جیسا کہ مثالیں گذریں یا عارضی ہو جیسے قَدْ قُدِرَ، الْمَقَابِرَ۔ سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔

۸/۳۵۰ وَمَا حَرْفُ الْاِسْتِعْلَاءِ بَعْدُ فَرَاؤُهُ ۔۔۔ لِكُلِّهِمُ التَّفْخِيمُ فِيهَا تَذَلَّلَا

اور وہ کلمہ کہ اس میں راء کے بعد حرف استعلاء ہو تو اس کلمہ کی راء میں تمام قراء کے لیے تفخیم عام ہوتی ہے۔،،

یعنی وہ لفظ کہ جس میں راء کے بعد حرفِ استعلاء ہو تو اس میں سب کے لیے تفخیم ہے تَذَلَّلَا یعنی آسانی کے ساتھ وہ تفخیم قابو میں آئی ہے مطلب یہ کہ سات حروفِ مستعلیہ میں سے جب کوئی حرف راء کے بعد واقع ہو تو تمام قراء کے لیے (ورش اور غیر ورش) راء مفخم پڑھی جائے گی خواہ وہ ساکن ہو جیسے وَاِرْصَادًا (توبہ) مِرْصَادًا (نبا) لَبِالْمِرْصَادِ (فجر) فِي قِرْطَاسٍ (انعام) فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ (توبہ) یا وہ راء متحرک ہو اور اگرچہ راء اور حرفِ استعلاء کے درمیان الف حائل ہو، کیونکہ الف کوئی مضبوط حاجز نہیں) نیز یاد رہے کہ حروفِ استعلاء میں سے راء متحرکہ کے بعد قرآن کریم میں صرف قاف، ضاد اور طاء واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ قاف تین جگہ ہے۔ هٰذَا فِرَاقُ (کہف) اَنَّهُ الْفِرَاقُ (قیامہ)، وَالْاِشْرَاقِ (صٓ) اور ضاد دو جگہ ہے اَوْ اِعْرَاضًا (نساء) اِعْرَاضُهُمْ (انعام) اور طاء صرف لفظ صِرَاط میں ہے نکرہ ہو یا معرفہ۔۔ تمام قراء کے لیے یہ راء مفخم ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ حرفِ استعلاء اسی کلمے میں ہو جس میں راء ہے جیسا کہ اوپر مثالیں گذریں لیکن اگر حرفِ مستعلیہ بعد والے کلمے کے شروع میں ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے ورش کے لیے حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ، لِتُنْذِرَ قَوْمًا وغیرہ میں راء باریک ہوگی اور وَاَنْذِرْ قَوْمَكَ، فَاصْبِرْ صَبْرًا، وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ میں ورش اور غیر ورش سب ہی کے لیے باریک ہوگی۔

۹/۳۵۱ وَيَجْمَعُهَا قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ وَخُلْفُهُمْ ۔۔۔ بِفِرْقٍ جَرَى بَيْنَ الْمَشَائِخِ سَلْسَلَا

اور ان حروفِ مستعلیہ کو مجموعۂ قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ جمع کرتا ہے، اور لفظ فِرْقٍ (شعراء) میں مشائخ کے درمیان خلف مسلسل ہوا ہے۔،، ۔۔۔۔ قِظْ، صیغۂ امر قیام کر خُصَّ، جھونپڑی ضَغْطٍ، تنگ۔

یاد رہے کہ قرآن کریم میں راء کے بعد ان تمام حروف کا وقوع نہیں، صرف صاد، ضاد، طاء اور قاف کا وقوع ہے جیسا کہ اوپر مثالیں گذریں، اور سورۂ شعراء کے لفظ فِرْقٍ میں خلف ہے، راء کا باریک ہونا اس لیے کہ قاف

مکسور ہے اور مکسور ہونے کی حالت میں تفخیم میں قوت کم ہو جاتی ہے اور پُر ہونا طرۃ اللباب ہے۔

۱۰/۳۵۲ وَمَا بَعْدَ کَسْرٍ عَارِضٍ اَوْ مُفَصَّلٍ   فَفَخِّمْ فَهٰذَا حُکْمُهُ مُتَبَذِّلَا

اور جو راء کسرۂ عارضی کے بعد ہو یا کسرۂ منفصلہ کے بعد ہو تو اس راء کو مفخم پڑھ، پس یہ ہے راء کا حکم عام۔

یعنی ورش کے لیے راء میں تفخیم ہے جب کہ وہ کسرۂ عارض متصل کے بعد واقع ہو جیسے اِمْرَاَةٌ، اِمْرِئٌ جب کہ ان کلمات سے ابتداء کی جائے۔ ورش وغیرہ تمام قراء کے لیے جب کہ راء اس کسرۂ عارضی متصل کے بعد واقع ہو، جیسے اِرْتَابُوْا، اِرْجِعُوْا، اِرْجِعِیْ، اِرْکَعُوْا، اِرْکَبْ جب ان کلمات سے ابتدا کی جائے تو راء میں تفخیم ہی ہوگی، کیونکہ راء کے ماقبل کسرۂ عارضی ہے کیونکہ ہمزۂ وصل بنفسہا عارضی ہوتا ہے تو اس کی حرکت بھی عارضی ہوتی ہے اسی طرح حکم کیا کہ راء جب کسرۂ منفصل کے بعد واقع ہو تو ورش وغیرہ تمام قراء کے لیے وہ مفخم ہوگی خواہ یہ کسرۂ منفصل، لازم ہو جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ، اَلَّذِی ارْتَضٰی یا عارضی ہو جیسے اَمِ ارْتَابُوْا، اِنِ ارْتَبْتُمْ، لِمَنِ ارْتَضٰی۔ اور خاص ورش کے لیے کسرۂ منفصل لازم کی مثال جیسے اَبُوْكِ امْرَاَ، فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَةٌ، بِحَمْدِ رَبِّهِمْ، بِاَمْرِ رَبِّكَ اور کسرۂ منفصل عارضی جیسے قَالَتِ امْرَاَةُ الْعَزِیْزِ، اِنِ امْرُؤٌ، نیز ورش کے لیے کسرۂ منفصل جیسے بِرَسُوْلٍ، بِرَازِقِیْنَ، بِرُءُوْسِكُمْ، بِرَشِیْدٍ، لِرَبِّكَ، لِرُقِیِّكَ، لِرَسُوْلِهٖ میں راء مفخم ہوگی کیونکہ حرفِ جر کلمہ سے تقدیراً منفصل ہے کیونکہ جار اور مجرور دو مستقل کلمے ہیں ایک حرف ہے دوسرا اسم ہے اگرچہ لفظاً اور خطاً متصل ہیں لیکن حکماً وتقدیراً منفصل ہیں۔

۱۱/۳۵۳ وَمَا بَعْدَهُ کَسْرٌ اَوِ الْیَا فَمَا لَهُمْ   بِتَرْقِیْقِهٖ نَصٌّ وَثِیْقٌ فَیَمْثُلَا

اور وہ راء کہ اس کے بعد کسرہ یا یاء ہو تو اس کی ترقیق کے بارے میں کوئی قوی نص نہیں ہے کہ وہ مثال ہو جائے۔

ناظم نے اس باب کے شروع میں ذکر کیا ہے کہ ورش راء مفتوحہ و مضمومہ کو بعد یاء ساکنہ یا کسرہ کے باریک پڑھتے ہیں۔ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ ادا نے ورش کے لیے اس وقت بھی راء کو باریک پڑھا ہے۔ جب اس کے بعد کسرہ یا یاء ہو جیسے بَیْنَ الْمَرْءِ، کُرْسِیُّهٗ، رَدِفَ لَكُمْ، لَا شَرْقِیَّةٍ، وَلَا غَرْبِیَّةٍ، اَلْبَحْرَیْنِ، لِلْبَشَرِیْنِ، مَرْیَمَ، قَرْیَةٍ، قیاساً ان بعض مشائخ نے ایسا کیا ہے، ان کے سامنے نص صریح کوئی نہ تھی۔

۱۲/۳۵۴ وَمَا لِقِیَاسٍ فِی الْقِرَاءَةِ مَدْخَلٌ   فَدُوْنَكَ مَا فِیْهِ الرِّضَا مُتَکَفِّلَا

اور نہیں ہے قیاس کے لیے فنِ قراءت میں کوئی جگہ پس تو لے وہی چیز کہ اس میں پسندیدہ چیز (یعنی نقل متواتر) ہو اس حال میں کہ تو اسی کا ذمہ دار بننے والا ہو۔

یعنی جائز نہیں کہ ورش کے لیے اس راء کو باریک پڑھا جائے جس کے بعد کسرہ یا یاء ہو اور قیاس کیا جائے اس راء پر کہ جس سے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہوتی ہے۔ تو وہ راء ورش کے لیے باریک ہوتی ہے، کیونکہ باب قراءت میں تمام وجوہ کا اعتماد نقل متواتر اور تلقی مشائخ پر ہے لہذا وہی چیزیں تم لازم سمجھو جو آئمہ سے منقول ہوں۔ اس مقام پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ علامہ شاطبی نے یہاں قیاس سے منع کیا ہے اور باب امالہ میں فرمایا۔ وَاقْتَسْ لِتَنْضُلَا۔ جواب یہ ہے کہ یہاں قیاس سے کام لے کر قواعد گھڑنے سے منع کیا ہے اور وہاں لفظ کی چند نظائر بتلا کر ان ہی جیسے الفاظ قرآن مجید میں تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔

۱۳/۳۵۵ وَتَرْقِيقُهَا مَكْسُورَةً عِنْدَ وَصْلِهِمْ وَتَفْخِيمُهَا فِي الْوَقْفِ أَجْمَعُ أَشْمُلَا

راء کی ترقیق اس حال میں کہ وہ مکسور ہو، وصل میں ہوتی ہے، اور اس کی تفخیم وقف میں جامع ہے۔ مختلف شامل ہونے والی صورتوں کو۔،،

راء مکسورہ کبھی اول کلمہ میں ہوتی ہے جیسے رِجَالٌ، رِسَالَةٌ، رِضْوَانٌ، کبھی وسط میں جیسے فَرِحِينَ، الشَّاكِرِينَ، الْغَارِمِينَ اور کبھی آخر میں جیسے اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ، دُسُرٍ، بِقَدَرٍ، اول کلمہ اور وسط کلمہ والی راء مکسورہ باتفاق ہمیشہ باریک ہوگی آخر کلمہ والی بھی وصل میں تمام قراء کے لیے باریک ہوگی۔ خواہ کسرہ اصلیہ ہو جیسے مِنْ مَطَرٍ یا عارضی جیسے وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور وَانْحَرِ اِنَّ شَانِئَكَ روایت ورش میں۔ اور وقف میں ماقبل کو دیکھا جاتا ہے اگر مفتوح ہو جیسے كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ٥ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ٥ یا مضموم ہو جیسے اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ ٥ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ٥ یا الف ہو جیسے غَيْرَ مُضَارٍّ ٥ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥ یا واؤ ہو جیسے مِنْ فُطُوْرٍ ٥ فِي عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ٥ یا حرف صحیح ساکن ہو جیسے مَعَ الْعُسْرِ ٥ تو راء میں تفخیم واجب ہے اور یہی حکم راء مفتوحہ و مضمومہ کا ہے یعنی ان تمام احوال مذکورہ میں مفخم ہوگی۔

۱۴/۳۵۶ وَلٰكِنَّهَا فِي وَقْفِهِمْ مَعَ غَيْرِهَا تُرَقَّقُ بَعْدَ الْكَسْرِ اَوْ مَا تَمَيَّلَا

۱۵/۳۵۷ اَوِ الْيَاءِ تَأْتِي بِالسُّكُونِ وَرَوْمُهُمْ كَمَا وَصْلِهِمْ فَابْلُ الذَّكَاءَ مُصَقَّلَا

لیکن راء مذکورہ وقف میں مع غیر مکسورہ (یعنی مفتوحہ و مضمومہ) کے باریک پڑھی جاتی ہے جب بعد کسرہ کے ہو یا بعد الف ممال کے ہو یا بعد ایسی یاء کے ہو جو سکون کے ساتھ آرہی ہو — اور روم کا حال مثل وصل کے ہے پس تو اپنی ذہانت کو آزما، اس حال میں کہ وہ صیقل کیے ہوئے آئینہ کی طرح ہو۔،،

یعنی راء مکسورہ متطرفہ وقف میں تین حالتوں میں باریک ہوتی ہے ایک یہ کہ کسرہ کے بعد ہو، خواہ یہ کسرہ متصلہ

ہو یا مع حاجز کے ہو اول کی مثال جیسے مُّدَّکِرٍ مُّقْتَدِرٍ ثانی جیسے ذِی الذِّکْرِ مِنَ السِّحْرِ دوسرے یہ کہ راء مکسورہ حالت وقف میں باریک ہوگی جب کہ الف ممال کے بعد ہو جیسے مِنْ اَنْصَارٍ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ یہ قاعدہ ان لوگوں کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے جو امالہ کبریٰ یا صغریٰ کرتے ہیں تیسرے یہ کہ راء مکسورہ کا ماقبل یاء ساکنہ ہو جیسے بَشِیْرٍ مِنْ خَیْرٍ

قولہ مَعْ غَیْرِھَا یعنی راء مفتوحہ و مضمومہ بھی راء مکسورہ کی طرح باریک ہی پڑھی جائیں جب کہ ان پر وقف کیا جائے اور ان سے پہلے کسرہ ہو جیسے مِنْ اَسَاوِرَ ۝ وَازْدُجِرَ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ ماقبل کا کسرہ منفصلہ بھی اسی میں آگیا جیسے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ ۝ اسی طرح راء مفتوحہ و مضمومہ کے ماقبل جب یاء ساکنہ ہو تو وقف میں وہ مثل راء ساکنہ کے باریک ہوتی ہیں جیسے لَا ضَیْرَ فَهُوَ خَیْرٌ ۝ وَاللّٰهُ قَدِیْرٌ ۝ اور اسی کے ساتھ یہ بات ملحوظ رہے کہ راء مفتوحہ و مضمومہ بعد الف ممال کے واقع نہیں یعنی راء مفتوحہ و مضمومہ کے ماقبل الف میں کسی کے یہاں بھی امالہ نہیں ہوتا جیسے اِنَّ الْاَبْرَارَ ۝ لہٰذا یہ راء مفخم ہوگی۔

نوٹ: راء موقوفہ کے ماقبل کسرۂ منفصلہ ہو اور کسرہ اور راء کے درمیان حرف ساکن مفخم ہو جیسے عَیْنَ الْقِطْرِ ۝ فَادْخُلُوْا مِصْرَ ۝ تو راء میں تفخیم و ترقیق دونوں جائز ہیں مگر اول میں ترقیق اور ثانی میں تفخیم بہتر ہے۔

قولہ وَرُمْھُمْ کَمَا وَصْلِھِمْ یعنی وقف بالروم میں راء کی تفخیم و ترقیق کا حکم وہی ہے جو وصل کی صورت میں ہو، اگر وصل میں مکسور ہونے کی وجہ سے باریک ہو تو وقف بالروم میں بھی باریک ہوگی اور وصل میں مضموم ہونے کی وجہ سے مفخم ہو تو وقف بالروم میں بھی مفخم ہوگی۔ اسی طرح راء مضمومہ بعد الکسر یا بعد یاء ساکنہ وصل میں ورش کے لیے باریک ہوتی ہے وقف بالروم میں بھی باریک ہوگی مثلاً هُوَ الْقَادِرُ ۝ وَهُوَ حَسِيْرٌ ۔ خلاصہ یہ کہ وقف بالاسکان میں راء کے ماقبل کو دیکھا جاتا ہے اور بالروم میں خود راء کی اپنی حرکت کا اعتبار ہوتا ہے۔

۳۵۸/۱۶ وَفِیْمَا عَدَا هٰذَا الَّذِیْ قَدْ ذَکَرْتُهٗ ۔ عَلَی الْاَصْلِ بِالتَّفْخِیْمِ کُنْ مُتَعَمِّلَا

اور اس مذکورہ بیان کے ماسوی صورتوں میں کہ جس کو میں ذکر کر آیا ہوں اصل کی بنا پر تو تفخیم راء پر عمل کرنے والا ہو، یعنی راء میں تفخیم اصل اور اکثر ہے لہٰذا ورش کے لیے اور جمہور کے لیے میں نے جن صورتوں میں ترقیق کو بیان کیا وہاں ترقیق کرو اور جہاں میرا بیان خاموش ہے وہاں راء کو مفخم پڑھو۔

بَابُ اللَّامَاتِ

۳۵۹/۱ وَغَلَّظَ وَرْشٌ فَتْحَ لَامٍ لِصَادِهَا ۔ اَوِ الطَّاءِ اَوْ لِلظَّاءِ قَبْلُ تَنَزُّلَا

٢/٣٦٠ إِذَا فُتِحَتْ أَوْ سُكِّنَتْ كَصَلَاتِهِمْ   وَمَطْلَعِ أَيْضًا ثُمَّ ظَلَّ وَيُوصَلَا

اور ورش نے فتح والے لام کو پُر پڑھا ہے، صاد یا طا یا ظا کی وجہ سے کہ یہ لام سے پہلے آرہے ہوں۔،،

جس وقت کہ یہ حروف (صاد، طا، ظا) مفتوح ہوں یا ساکن پڑھے جارہے ہوں جیسے صَلَاتِهِمْ، مَطْلَعِ اور ظَلَّ اور يُوصَلَ۔،،

تغلیظ اور تفخیم ہم معنی لفظ ہیں۔ لیکن تفخیم اکثر را میں اور تغلیظ لام میں بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر اس لام مفتوحہ کو مغلظ پڑھا ہے جو صاد، طا، ظا تینوں حرفوں کے بعد واقع ہو، عام اس سے کہ وہ لام مخففہ ہو یا مشدد۔ بشرطیکہ یہ حروف ثلاثہ مفتوح یا ساکن ہوں ورنہ لام مغلظ نہ ہوگا۔

٣/٣٦١ وَفِي طَالَ خُلْفٌ مَعْ فِصَالًا وَعِنْدَ مَا   يُسَكَّنُ وَقْفًا وَالْمُفَخَّمُ فُضِّلَا

اور لفظ طَالَ میں اور فِصَالًا میں خلف ہے۔ اور اس وقت بھی خلف ہے کہ وقف میں لام کو ساکن پڑھا جارہا ہو اور تفخیم کو فضیلت دی گئی ہے۔،،

مطلب یہ کہ لامِ مفتوحہ اور ماقبل کے حرف میں الف حائل ہو جائے تو لام کی تفخیم و ترقیق دونوں جائز ہیں جیسے طٰہٰ وغیرہ میں طَالَ اور بقرہ میں فِصَالًا نساء میں يَصَّالَحَا آتا ہے۔ اسی طرح لام پر اگر وقف کر دیا جائے جیسے أَنْ يُوصَلَ ط علامہ جزری اور علامہ شاطبی نے ان دونوں صورتوں میں لام کو تغلیظ سے پڑھنے کو ترجیح دی ہے۔

٤/٣٦٢ وَحُكْمُ ذَوَاتِ الْيَاءِ مِنْهَا كَهٰذِهِ   وَعِنْدَ رُؤُسِ الْآيِ تَرْقِيقُهَا اعْتَلَا

اور اس لام کا حکم الفاتِ ذوات الیاء کے ساتھ (شعر سابق میں مذکور) اسی لام کی طرح (بالخلف) ہے، اور رؤس الآیات میں اس لام کی ترقیق ہی عالیشان ہے۔،،

یعنی جن کلمات میں یہ لام قابل تفخیم اس طرح واقع ہو کہ اس کے بعد ذوات الیاء الف بھی آرہا ہو تو اس لام کی تفخیم کا حکم بھی وہی ہے جو آپ پڑھ کر آئے ہیں یعنی لام کی تفخیم و ترقیق میں خلف ہے لیکن یاد رہے کہ یہ خلف مرتب ہے امالہ کے باب میں آپ یہ پڑھ کر آئے ہیں کہ ذوات الیاء الفوں میں ورش کے لیے فتح اور تقلیل دو وجہ ہیں لہٰذا اس خلف کو یہاں والے خلف پر اس طرح مرتب کریں کہ فتح کے ساتھ لام کو مغلظ اور ترقیق کے ساتھ اس کو مرقق پڑھیں یہ سب تفصیل اس وقت ہے جب کہ رأس الآیات نہ ہو چنانچہ اس کا بیان آئندہ مصرعہ میں ہے۔ مثلاً يَصْلَاهَا (اسراء) تَصْلَىٰ (غاشیہ) يَصْلَىٰ (انشقاق) سَيَصْلَىٰ (سورۃ ابی لہب)۔ قولہ وَعِنْدَ رُؤُسِ الْآيِ یعنی اگر صورت مذکورہ رؤس الآیات میں ہو جیسے سورہ قیامہ میں وَلَا صَلَّىٰ ۝ سورۃ الاعلیٰ میں فَصَلَّىٰ ۝ علق میں إِذَا صَلَّىٰ ۝ تو لام میں صرف ترقیق

ہے باب الامالہ میں گزر چکا ہے کہ رؤس آیات میں یائی الفات میں ورش کے لیے صرف تقلیل ہے لہذا لام میں بھی صرف ترقیق ہوگی۔ حاصل یہ کہ تغلیظ لام اور تقلیل جمع نہیں ہوتے ہیں ان میں باہمی تنافر ہے لہذا تغلیظ کے ساتھ فتح اور ترقیق کے ساتھ تقلیل ہوگی۔

۵/۳۶۳ وَكُلٌّ لَدَى اسْمِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ كَسْرَةٍ ۝ يُرَقِّقُهَا حَتّٰى يَرُوقَ مُرَتَّلَا

اور تمام قراء اسم الجلالہ میں کسرہ کے بعد ترقیق اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ وضاحت کے ساتھ پڑھے جانے کی وجہ سے خوشنما معلوم ہو۔،،

یعنی اسم الجلالہ جب کسرہ کے بعد واقع ہو تو تمام قراءتوں میں اس کو باریک پڑھا جاتا ہے تاکہ کسرہ کی ترقیق کے بعد لام کی تفخیم ناگوار نہ معلوم ہو۔ مُرَتَّلْ ترتیل سے ہے جس کے معنی وضاحت اور صفائی کے ہیں معلوم ہوا کہ بہ نسبت تفخیم کے ترقیق میں آواز کی زیادہ وضاحت ہوتی ہے جیسے اَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ، أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ، لِلّٰهِ الْأَمْرُ، مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ، قُلِ اللّٰهُمَّ۔

۶/۳۶۴ كَمَا فَخَّمُوهُ بَعْدَ فَتْحٍ وَضَمَّةٍ ۝ فَتَمَّ نِظَامُ الشَّمْلِ وَصْلًا وَفَيْصَلَا

جیساکہ ان تمام قراء نے اس لام کو پُر پڑھا ہے فتحہ اور ضمہ کے بعد۔ پس اس طرح تمام افراد کو شامل ہونے والا یہ قاعدہ وصل و وقف دونوں کے اعتبار سے مکمل ہوگیا۔،،

یعنی تمام قراء فتحہ اور ضمہ کے بعد لام اسم الجلالہ کو پُر کرتے ہیں مثلاً شَهِدَ اللّٰهُ، قَالَ اللّٰهُ، تَاللّٰهِ، وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ، عَلَيْهُ اللّٰهَ، ءَآللّٰهُ۔

نوٹ: ورش کے لیے اَفَغَيْرَ اللّٰهِ، وَلَذِكْرُ اللّٰهِ وغیرہ میں اگرچہ راء باریک ہے مگر حسب قاعدہ لام اسم الجلالہ پُر ہی ہے۔ سوسی کے لیے نَرَى اللّٰهَ کی راء میں بحالت وصل بالخلف امالہ ہے۔ فتح کی صورت میں لام میں تفخیم ہے اور امالہ کی صورت میں لام میں تفخیم و ترقیق دونوں جائز ہیں۔

بَابُ الْوَقْفِ عَلَى أَوَاخِرِ الْكَلِمِ

۱/۳۶۵ وَالْاِسْكَانُ أَصْلُ الْوَقْفِ وَهُوَ اشْتِقَاقُهُ ۝ مِنَ الْوَقْفِ عَنْ تَحْرِيكِ حَرْفٍ تَعَزَّلَا

اور موقوف کے آخر کو ساکن پڑھنا وقف میں اصل ہے اور وقف کا اشتقاق ہی بمعنی ٹھہر جانے کے ہے اس

حرف کو متحرک پڑھنے سے جو حرکت سے جدا ہوگیا،،

وقف عارضی ٹھیراؤ کو کہتے ہیں جس میں سانس لے کر آگے پڑھنے کا ارادہ ہو ورنہ قطع کہلاتا ہے آخر کلمۂ غیر موصول پر سانس لے کر ٹھیرنا، یہ وقف کی تعریف ہے۔ ناظم کے کلام میں وقف بالاسکان کو اصل بتایا گیا اور دلیل یہ دی گئی کہ وقف کے معنی حرکت پڑھنے سے رکنے کے ہیں۔ لہذا اسکان اصل ہوا۔

$\frac{2}{366}$ وَعِنْدَ اَبِی عَمْرٍو وَكُوفِيِّهِمْ بِهٖ ۔۔۔ مِنَ الرَّوْمِ وَالْاِشْمَامِ سَمْتٌ تَجَمَّلَا

اور ابوعمرو اور کوفیین کے یہاں وقف میں روم و اشمام کا بھی ایک خوبصورت طریقہ ثابت ہوا ہے،،

یعنی ابوعمرو اور کوفیین سے علاوہ وقف بالاسکان کے روم و اشمام کے ساتھ وقف کرنے کا بھی ایک خوبصورت طریقہ بطور نص ثابت ہوا ہے۔

$\frac{3}{367}$ وَاَكْثَرُ اَعْلَامِ الْقُرَانِ يَرَاهُمَا ۔۔۔ لِسَائِرِهِمْ اَوْلَى الْعَلَائِقِ مِطْوَلَا

مگر اکثر مشائخ قرآن ان دونوں (روم و اشمام) کو باقی تمام قراء کے لیے بھی بہتر سمجھتے ہیں دلی تعلقات میں ایک رسی کی طرح،،

علائق، وہ چیزیں جن میں دل کے ساتھ آدمی کا فکر معلق ہو مراد افکار۔ مِطْوَلْ، رسی یعنی افکار و نظریات میں ایک بہترین لڑی۔ یعنی باقی قراء سے اگرچہ بصراحت روم و اشمام کا طریقہ مروی تو نہیں ہے مگر قراء و مشائخ نے سب کے لیے ہی ان کو پسند کیا ہے۔

$\frac{4}{368}$ وَرَوْمُكَ اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا ۔۔۔ بِصَوْتٍ خَفِيٍّ كُلَّ دَانٍ تَنَوَّلَا

اور روم یہ ہے کہ تو وقف کی حالت میں حرکت کو سنائے پست آواز میں کہ ہر کوئی قریبی آدمی اس کو پالے۔،،

یعنی روم کی حقیقت یہ ہے کہ حرکت کو صوت خفی میں ادا کیا جائے۔

$\frac{5}{369}$ وَالْاِشْمَامُ اِطْبَاقُ الشِّفَاهِ بُعَيْدَ مَا ۔۔۔ يُسَكَّنُ لَا صَوْتٌ هُنَاكَ فَيَصْحَلَا

اور اشمام ہونٹوں کو ملانا فوراً بعد اس کے کہ حرف کو ساکن کیا جائے (یعنی) اس جگہ کوئی آواز نہیں ہوتی کہ سنے کوئی،،

یعنی اشمام کی حقیقت یہ ہے کہ حرف کو ساکن پڑھنے کے بعد ہونٹوں کو ملا کر حرکت (ضمہ) کی طرف اشارہ کیا جائے

بُعَيْد، بَعْد کی تصغیر ہے۔ اِطْبَاق سے مراد انضمام شفتین ہے۔ شِفَاه، شَفَة کی جمع ہے ہونٹ۔ صَحِلَ، يَصْحَلُ بمعنی سننا۔

۶/۳۷۰ وَفِعْلُهُمَا فِي الضَّمِّ وَالرَّفْعِ وَارِدٌ　　وَرَوْمُكَ عِنْدَ الْكَسْرِ وَالْجَرِّ وُصِّلَا

روم واشمام کا عمل ضمہ اور رفع میں ہوتا ہے اور روم کسرہ اور جر میں پہونچایا گیا ہے۔،،

یعنی ضمہ حرکت مبنی اور رفع حرکت معرب دونوں میں روم و اشمام جائز ہے اور روم کسرہ حرکت مبنی اور جر حرکت معرب میں ہوتا ہے اور وقف بالاسکان تینوں حرکات میں ہوتا ہے۔

۷/۳۷۱ وَلَمْ يَرَهُ فِي الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ قَارِئٌ　　وَعِنْدَ إِمَامِ النَّحْوِ فِي الْكُلِّ أُعْمِلَا

مگر روم کو فتح حرکت مبنی اور نصب حرکت معرب میں کسی قاری نے بھی جائز نہیں سمجھا ہے اور امام النحو سیبویہ کے نزدیک روم سب ہی حرکات میں معمول قرار دیا گیا ہے۔،،

نوٹ: أُعْمِلَا، میں الف اطلاقی ہے نائب فاعل کی ضمیر روم کی طرف لوٹتی ہے۔

۸/۳۷۲ وَمَا نُوِّعَ التَّحْرِيكُ إِلَّا لِلَازِمٍ　　بِنَاءٍ وَإِعْرَابٍ غَدَا مُتَنَقِّلَا

اور نہیں لائی گئی ہیں انواع حرکت کی مگر بیان کے لیے، مبنی کی حرکت لازمہ کے لیے اور اعرابی حرکت کے لیے جو بار بار بدلتی ہے۔،،

یعنی اوپر کے دو شعروں میں ہم نے پیش کے لیے ضمہ اور رفع، زیر کے لیے کسرہ اور جر، اور زبر کے لیے فتحہ و نصب دو دو لفظ اس لیے کہے ہیں کہ ہمارا کلام مبنی معرب دونوں کی حرکات کو شامل ہو جائے۔ یاد رہے ضمہ فتح کسرہ مبنی کے لیے اور رفع نصب جر معرب کی حرکات کے لیے بولا جاتا ہے۔ مبنی کی مثالیں: مِنْ حَيْثُ، مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ، أَنْعَمْتَ، هٰؤُلَاءِ۔ معرب کی مثالیں: رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ، أَتَقْتُلُونَ، رَجُلًا، مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ۔ قولہ وَإِعْرَابٍ یہ لفظ لِلَازِمٍ پر عطف ہے اور بِنَاءٍ، لَازِمٍ سے تمیز ہے اور غَدَا مُتَنَقِّلَا، إِعْرَابٍ کی صفت ہے۔

۹/۳۷۳ وَفِي هَاءِ تَأْنِيثٍ وَمِيمِ الْجَمِيعِ قُلْ　　وَعَارِضِ شَكْلٍ لَمْ يَكُونَا لِيَدْخُلَا

اور ہاء تانیث میں اور میم جمع میں اور عارضی حرکت میں کہہ تو کہ ان (روم و اشمام) کا کوئی دخل نہیں۔،،

یعنی روم و اشمام تین صورتوں میں جائز نہیں۔ اول ھاء تانیث میں۔ ھاء تانیث سے یہ مراد ہے کہ وہ مرسوم بالہاء ہو جو وصل میں تاء اور وقف میں ھاء سے بدلتی ہے جیسے فَبِمَا رَحْمَةٍ، وَتِلْكَ نِعْمَةٌ، أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ۔ بہر حال یہ حکم تاء بصورتِ ھاء کا ہے لہذا جو تاء رسم میں بشکل تاء طویلہ ہوگی اس پر وقف تاء کے ساتھ ہوگا اور اس پر

روم واشمام جائز ہے جیسے رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ، فَانْظُرْ اِلٰی آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰہِ۔ لیکن یہ بھی جب ہی ہے جب وقف بالتاء ہو لیکن جو قراء تاء طویلہ پر بھی وقف بالہاء کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ان کے یہاں اس جگہ بھی روم و اشمام نہ ہوں گے۔ دوسرے میم جمع ہے کہ ان حضرات کے مذہب پر جو اس میں صلہ کرتے ہیں روم واشمام نہ ہوگا اور جو حضرات بالاسکان پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ روم واشمام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تیسری جگہ جہاں روم واشمام جائز نہیں ہے عارضی حرکت ہے، خواہ یہ عارضی حرکت نقل کی وجہ سے ہو جیسے قُلْ اُوْحِیَ، مِنِ اسْتَبْرَقٍ۔ یا التقاء ساکنین سے بچنے کے لیے ہو جیسے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ، لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ ایسے ہی یَوْمَئِذٍ، حِیْنَئِذٍ میں روم جائز نہیں البتہ غَوَاشٍ اور جَوَارٍ میں جائز ہے کہ بالرّوم وقف کیا جائے۔

۱۰/۳۷۴ وَفِی الْہَاءِ لِلْاِضْمَارِ قَوْمٌ اَبَوْہُمَا ٭ وَمِنْ قَبْلِہٖ ضَمٌّ اَوِ الْکَسْرُ مُثِّلَا

اور ایک جماعتِ مشائخ نے ھاءِ ضمیر میں روم واشمام کا انکار کیا ہے بحالیکہ اس سے پہلے ضمہ یا کسرہ دیکھا جائے۔

۱۱/۳۷۵ اَوُ اُمَّاہُمَا وَاوٌ وَّیَاءٌ وَّبَعْضُہُمْ ٭ یَرٰی لَہُمَا فِیْ کُلِّ حَالٍ مُّحَلِّلَا

یا ھاءِ ضمیر کے ماقبل ان دونوں (ضمہ وکسرہ) کی ماں (یعنی اصل) واؤ اور یاء ہوں۔ اور بعض مشائخ دیکھے جاتے ہیں کہ روم واشمام کو ہر حال میں جائز قرار دینے والے ہیں۔

ھاءِ ضمیر اپنے ماقبل کے اعتبار سے حسبِ ذیل سات انواع پر پائی جاتی ہے۔ (۱) ماقبل ضمہ ہو جیسے یَعْلَمُہٗ۔ (۲) ماقبل اُمِّ ضمہ یعنی واؤ مدہ ہو جیسے وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ۔ یا واؤ لینہ ہو جیسے وَشَرَوْہُ۔ (۳) ماقبل کسرہ ہو جیسے مِنْ رَّبِّہٖ، بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ، (۴) ماقبل ام کسرہ یعنی یاءِ مدہ ہو جیسے فِیْہِ، اَخِیْہِ یا یاءِ لینہ ہو جیسے عَلَیْہِ، بِوَالِدَیْہِ۔ (۵) ماقبل فتحہ ہو جیسے لَنْ تُخْلَفَہٗ۔ (۶) ماقبل اُمِّ فتحہ یعنی الف ہو جیسے اِجْتَبَاہُ، وَھَدَاہُ۔ (۷) ماقبل حرفِ ساکن صحیح ہو جیسے فَلْیَصُمْہُ، مِنْ لَّدُنْہُ۔ ھاءِ ضمیر میں ناظم نے پہلے ایک جماعت کا مذہب نقل فرمایا، اس نے نمبر ایک تا چار میں روم واشمام کو ناجائز کہا ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ اس جماعت کے نزدیک نمبر پانچ تا سات میں روم واشمام جائز ہے۔ دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ساتوں قسموں میں روم واشمام جائز ہے۔

بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی مَرْسُوْمِ الْخَطِّ

۱/۳۷۶ وَکُوْفِیُّہُمْ وَالْمَازِنِیُّ وَنَافِعٌ ٭ عُنُوْا بِاتِّبَاعِ الْخَطِّ فِی الْوَقْفِ الِابْتِلَا

اور قراء میں سے کوفیین اور مازنی (ابو عمرو بصری) اور نافع نے اہتمام کیا ہے رسم الخط کی اتباع کا وقف ابتلاء میں "۔

۲/۳۷۷ وَلِابْنِ كَثِيرٍ يُرْتَضَى وَابْنِ عَامِرٍ ۔ وَمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ حَرٍ اَنْ يُفَصَّلَا

اور ابن کثیر اور ابن عامر کے لیے اتباع رسم کو پسند کیا گیا ہے اور جن کلمات میں ان قراء سبعہ نے اس اتباع رسم کے اصول سے اختلاف کیا ہے ہمارے لیے مناسب ہے کہ ان کی تفصیل بیان کی جائے "۔

رسم سے مراد رسم مصاحف عثمانیہ ہے جو باجماع صحابہ تھا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ کوفیین، بصری اور نافع سے بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ وہ مصاحف کی رسم کا اہتمام کرتے تھے یعنی وقف میں کلمات کی رسم کو ملحوظ رکھتے تھے اور باقی دو اماموں مکی و شامی کے یہاں بھی یہ ہی اصول مسلم ہے گو ان سے روایت منقول نہیں۔ واضح ہو کہ وقف اختیاری یہ ہوتا ہے کہ آدمی معنی کے لحاظ سے اس جگہ وقف کرے جہاں معنی تمام ہوتے ہوں لیکن قاری کو ہر کلمہ پر وقف کا طریقہ معلوم ہونا چاہیئے بطور تعلیم و تعلم جو کلمات پر وقف کیا جائے اگرچہ باعتبار معنی وہ وقف کی جگہ نہ ہو۔ اس کو وقف اختیاری کہتے ہیں۔ اتباع رسم کا مطلب یہ ہے کہ جو کلمہ مرسوم بالتاء ہو وقف بھی بالتاء کیا جائے، جو مرسوم بالہاء ہو وقف میں بھی ہاء پڑھی جائے، جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول لکھا ہو اس میں وقف دوسرے کلمہ پر کیا جائے جیسے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ میں اِنَّمَا اور اگر مفصول لکھا ہو تو اول کلمہ پر وقف جائز قرار دیا جائے گا جیسے اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ میں اِنَّ مَا مفصول ہے پس لفظ اِنَّ پر وقف صحیح ہے البتہ قراء کی روایات ہیں کہیں کہیں اس اتباع رسم کے اصول سے اختلاف و انحراف منقول ہے اس باب میں اس اختلافی مذاہب کی نشاندہی کی جائے گی۔ قولہ وَمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مبتدا ہے حَرٍ اَنْ يُفَصَّلَا خبر ہے۔ حَرٍ اصل میں حَرِيٌّ ہے بقاعدہ قاض آخر سے یاء گر گئی بمعنی لائق ہے۔

۳/۳۷۸ اِذَا كُتِبَتْ بِالتَّاءِ هَاءُ مُؤَنَّثٍ ۔ فَبِالْهَاءِ قِفْ حَقًّا رِضًا وَّمُعَوَّلَا

جب لکھی جائے تاء کی صورت میں ہاء تانیث تو ہاء کے ساتھ وقف کرو (حق رضا کے مرموز بن کے لیے) کہ یہ وقف بھی حق پسندیدہ اور معتمد ہے "۔

یعنی ہاء تانیث جب بشکل ہ لکھی ہوئی ہو تو باجماع اس پر وقف بالہاء ہوگا۔ اور اتباع رسم کیا جائے گا، اور جب بصورت تاء ہو تو مکی، بصری اور کسائی وقف بالہاء کرتے ہیں اور رسم کی مخالفت کرتے ہیں، اور باقی حضرات اتباع رسم کرتے ہوئے وقف بالتاء کرتے ہیں مثلاً اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ، وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ۔ رسم کی تفصیلات کے لیے کتب رسم کی طرف مراجعت کرنی چاہیئے۔

۳۷۹ وَفِي اللَّاتِ مَعْ مَرْضَاتِ مَعْ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۝ وَلَاتَ رِضًا هَيْهَاتَ هَادِيهِ رُفِّلَا

اور اَللَّاتَ اور مَرْضَاتَ اور ذَاتَ بَهْجَةٍ اور لَاتَ میں (کسائی کے لیے) وقف بالہاء پسندیدہ ہے۔
اور هَيْهَاتَ میں اس وقف بالہاء کی راہنمائی کرنے والا (بزی اور کسائی کے لیے) عظمت دیا گیا ہے۔،،
یعنی اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ (نجم) اور لفظ مَرْضَاتَ جہاں بھی ہو اور حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (نمل) اور لَاتَ
حِيْنَ مَنَاصٍ میں تمام تاء والے کلمات پر کسائی نے بالہاء وقف کیا ہے ناظم نے لفظ ذَاتَ کو بَهْجَةٍ کے ساتھ بولا
ہے تاکہ ذَاتَ بَيْنِكُمْ، ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وغیرہ میں لفظ ذات نکل جائے کہ اس پر باجماع بالتاء ہی وقف
ہوگا۔ اور بزی وکسائی نے لفظ هَيْهَاتَ کو دونوں جگہ وقف میں هَيْهَاهْ پڑھا ہے یعنی وقف بالہاء کیا ہے۔ باقی غیر مذکور
قراء رسم کے موافق بالتاء وقف کرتے ہیں۔

۳۸۰ وَقِفْ يَا أَبَهْ كُفْؤًا دَنَا وَكَأَيِّنِ الْـ ۝ وُقُوفُ بِنُونٍ وَهُوَ بِالْيَاءِ حُصِّلَا

اور تو وقف میں يَا اَبَهْ پڑھ کُفُوًا دَنَا (شامی ومکی) کے لیے۔ اور لفظ كَاَيِّنْ پر وقف نون کے ساتھ ہے جب کہ
حُصِّلَا (کے مرموز بصری) کے لیے وہ وقف یاء کے ساتھ حاصل کیا گیا ہے۔،،
یعنی لفظ يَاَبَتِ جہاں بھی ہو جیسے يَاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اور يَاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ شامی اور مکی
کے لیے تاء وقف میں ھاء سے بدلے گی۔ باقی حضرات رسم کے مطابق تاء پڑھتے ہیں۔ اور لفظ كَاَيِّنْ پر تمام قراء
رسم کے مطابق وقف بالنون کرتے ہیں مگر بصری اصل کے مطابق یاء پر وقف کرتے ہیں وَكَاَيِّيْ ط۔

۳۸۱ وَمَالِ لَدَى الْفُرْقَانِ وَالْكَهْفِ وَالنِّسَاء ۝ وَسَالَ عَلَى مَا حَجَّ وَالْخُلْفُ رُتِّلَا

اور مَالِ جو فرقان، کہف، نساء اور سَالَ (معارج) میں ہے۔ حَجَّ (بصری) کے لیے وقف مَا
پر ہے اور رُتِّلَا (کسائی) کے لیے خلف ہے۔،،
لفظ مَا استفہامیہ، اور لام حرف جر ہے لام کو ان چار مواقع میں مجرور سے علیحدہ کر کے لکھا گیا ہے۔ وقف
کے متعلق بتلاتے ہیں کہ بصری کے یہاں وقف مَا پر ہے۔ اور کسائی کے لیے خلف ہے مَا اور لَامْ دونوں پر صحیح ہے
اور باقیین کے یہاں صرف لام پر ہے۔

نوٹ: یہ اختلاف بطریق شاطبی ہے، ورنہ بطریق جزری کوئی اختلاف نہیں تمام قراء کے یہاں مَا اور لَامْ دونوں
پر وقف صحیح ہے۔ جیساکہ معلوم ہے یہ وقفِ اختباری کی قسم ہے لہذا مَا یا لَامْ پر وقف کیا جائے تو مَا کے بعد

یالام کے بعد سے ابتدا صحیح نہیں، ابتدا ھا ہی سے کی جائے۔ (الوافی شرح شاطبیہ)

۷/۳۸۲ وَیَا أَیُّهَا فَوْقَ الدُّخَانِ وَ أَیُّهَا لَدَی النُّوْرِ وَالرَّحْمٰنِ رَافِقْنَ حُمَّلَا

اور رَافِقْنَ حُمَّلَا (کے مرموزین کسائی اور بصری) نے وقف میں سورۂ دخان سے اوپر والی سورۃ (یعنی زخرف) میں یَا أَیُّهَا اور سورۂ نور و رحمٰن میں أَیُّهَا پڑھا ہے۔،،

قرآن شریف میں تین جگہ زخرف، نور اور رحمٰن میں لفظ أَیُّهَا بحذفِ الف ہے یعنی أَیُّهَ۔ ان تینوں کو کسائی و بصری نے وقف میں اصل کے مطابق أَیُّهَا بالالف ہی پڑھا ہے، اور باقین نے رسم کے مطابق أَیُّهْ پڑھا ہے۔ حُمَّلَ حامل کی جمع ناقلین۔

۸/۳۸۲ وَفِی الْهَا عَلَی الْاِتْبَاعِ ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ لَدَی الْوَصْلِ وَالْمَرْسُوْمُ فِیْهِنَّ اُخْیِلَا

اور (مذکورہ مواقع میں) ماقبل ھا کے ضمہ کی اتباع پر ابن عامر نے ھاء پر ضمہ پڑھا ہے وصل کی حالت میں۔ اور رسم ان تینوں مواقع میں ان کی قراءت کی تائید کرتا ہے۔،،

یعنی شامی نے وصل میں اس لفظ أَیُّهَ کی ھاء پر ضمہ اور باقین نے فتحہ پڑھا ہے اور یہ قبیلہ بنی اسد کی لغت ہے اور یہ ضمہ دراصل ماقبل یعنی یاء کے ضمہ کی اتباع پر ہے۔ ان تینوں مواقع میں چونکہ ھاء کا ضمہ اور فتحہ دو قراءتیں تھیں دونوں کی شمولیت کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے أَیُّهَ بغیر الف کے لکھا ہے الف کے ساتھ صرف فتحہ ہی پڑھا جا سکتا تھا۔ باقی جگہ نہ یہ اختلاف تھا اور نہ أَیُّهَا کا الف رسماً حذف کیا گیا۔

۹/۳۸۲ وَقِفْ وَیْکَاَنَّهٗ وَیْکَاَنَّ بِرَسْمِهٖ وَبِالْیَاءِ قِفْ رِفْقًا وَبِالْکَافِ حُلِّلَا

اور وقف کرو وَیْکَاَنَّهٗ اور وَیْکَاَنَّ پر رسم کے مطابق اور مرموزِ رِفْقًا (کسائی) کے لیے یاء پر اور مرموزِ حُلِّلَا (بصری) کے لیے کاف پر بھی وقف جائز رکھا گیا ہے۔،،

سورہ قصص میں ہے وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ اور وَیْکَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ان دونوں لفظوں پر آخر میں سب کے لیے وقف ہے یعنی وَیْکَاَنَّهٗ میں ھا پر اور وَیْکَاَنَّ میں نون پر۔ دونوں لفظوں میں وَیْ کی یاء، کاف کے ساتھ اور کاف، اَنَّ کے ساتھ موصول مرسوم ہے اور موصول حکم میں ایک لفظ کے ہوتا ہے مگر کسائی کے لیے یاء پر اور بصری کے لیے کاف پر بھی وقف جائز ہے۔ بہر حال یاء پر وقف کر کے آگے کاف سے یا کاف پر وقف کر کے آگے اَنَّ سے ابتدا کسی کے یہاں بھی جائز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بصری نے کاف پر وقف کر کے وَیْکَ کو مستقل

کلمہ قرار دیا ہے جو اصل میں وَیْلَكَ تھا اور کسائی کے نزدیک لفظ وَیْ کلمۂ تعجب ہے جو کَاَنَّ پر داخل ہے۔

۱۰/۳۸۵ وَأَیًّا بِأَیًّا مَّا شَفَا وَسِوَاهُمَا بِمَا وَبِوَادِ النَّمْلِ بِالْیَاسَنَا تَلَا

اور لفظ أَیًّا مَّا میں وقف أَیًّا پر شفا (حمزہ، کسائی) کے لیے صحیح ہے اور ان دونوں کے علاوہ کے لیے وقف مَا پر ہے اور وَادِ النَّمْلِ میں (کسائی کے لیے) وقف یاء کے ساتھ روشنی بن کر تابع ہوا ہے۔،

یعنی أَیًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ میں حمزہ کسائی کے لیے أَیًّا پر بھی وقف صحیح ہے جب کہ دوسرے قراء کے یہاں وقف مَا پر ہوگا کیونکہ یہ أَیًّا کے ساتھ بطور صفت جزء ہوگیا ہے۔ علامہ شاطبی نے یہ مسئلہ علامہ دانی کی اتباع میں فرمایا ہے لیکن نشر میں دونوں جگہ وقف کرنے کا جواز تمام قراء کے لیے نقل کیا گیا ہے کیونکہ دونوں کلمے رسماً مفصول ہیں تو کسی صورت میں بھی رسم کے خلاف وقف نہ ہوگا۔ سورۂ نمل میں عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ میں کسائی نے وَادِ کو وقف میں وَادِی پڑھا ہے جب کہ باقین رسم کے مطابق وَادِ پڑھتے ہیں۔

۱۱/۳۸۶ وَفِیمَهْ وَمِمَّهْ قِفْ وَعَمَّهْ لِمَهْ بِمَهْ بِخُلْفٍ عَنِ الْبَزِّیِّ وَادْفَعْ مُجَهِّلَا

اور وقف کرو فِیمَهْ، مِمَّهْ، عَمَّهْ، لِمَهْ اور بِمَهْ خلف کے ساتھ بزی سے اور دفع کرو جہالت کی بات کہنے والے کو۔،

یعنی بزی اس مَا کو کہ جس پر حرفِ جر داخل ہو اور مَا کا الف حذف ہو وقف میں خلف کے ساتھ ھاءِ سکتہ لگا کر وقف کرتے ہیں جیسے فِیمَ أَنْتَ، مِمَّ خُلِقَ، عَمَّ یَتَسَاءَلُونَ، لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ، بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ۔ اور باقین کے یہاں بغیر ھاء سکتہ کے میم پر وقف کیا گیا ہے۔ اور بزی کی دوسری وجہ بھی یہی ہے۔

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِي يَاءَاتِ الْإِضَافَةِ

یاءاتِ اضافت میں قراء کے مذاہب کا بیان

۱/۳۸۷ وَلَیْسَتْ بِلَامِ الْفِعْلِ یَاءُ إِضَافَةٍ وَمَا هِيَ مِنْ نَفْسِ الْأُصُولِ فَتُشْكِلَا

اور یاءِ اضافت، لامِ فعل نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی وہ نفسِ اصول سے ہوتی ہے کہ وہ اشکال میں مبتلا کرے۔،

۲/۳۸۸ وَلَكِنَّهَا كَالْهَاءِ وَالْكَافِ كُلُّ مَا تَلِيهِ يُرَى لِلْهَاءِ وَالْكَافِ مَدْخَلَا

بلکہ وہ ھا اور کاف کی طرح (کی ایک ضمیر) ہوتی ہے، ہر وہ جگہ کہ وہاں یہ یاء اضافت متصل ہوگی ھاء اور کاف کے داخل ہونے کی جگہ (صحیح) دیکھی جا سکے گی۔،،

ان دونوں شعروں میں ناظم نے یاءِ اضافت کا مفہوم سمجھایا ہے کہ یہ یاء، زائدہ، دالّہ علی المتکلم ہوتی ہے۔ اور فعل، اسم اور حرف تینوں کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فعل کے ساتھ منصوب المحل اور اسم کے ساتھ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور المحل اور حرف کے ساتھ کبھی منصوب المحل اور کبھی مجرور المحل ہوتی ہے۔ ترتیب وار مثالیں: سَتَجِدُنِیْ۔ ذِکْرِیْ، اِنِّیْۤ اَخَافُ، وَلِیَ دِیْنِ۔ ناظم فرماتے ہیں کہ اس کی بڑی آسان پہچان یہ ہے کہ یہ لامِ فعل نہیں ہوتی اور نہ کلمہ کا جزء ہوتی ہے۔ جہاں یہ داخل ہو اس جگہ ھا ضمیر اور کاف ضمیر لگانا عربیت کے لحاظ سے صحیح ہوتا ہے مثلاً سَتَجِدُکَ، سَتَجِدُہٗ۔ ذِکْرُکَ، ذِکْرُہٗ۔ اِنَّکَ۔ اِنَّہٗ۔ لَکَ، لَہٗ۔ اور آئندہ باب میں جو یاءِ زائدہ کا بیان آرہا ہے۔ وہ اس سے مختلف ہے یعنی وہ کلمہ کا جز ہوتی ہے جیسے اَلدَّاعِیْ، اَلْمُهْتَدِیْ۔ قرآن مجید میں یاءِ اضافت تین طرح واقع ہوئی ہیں۔ ایک قسم یہ کہ بلا اختلاف ساکن ہے۔ جیسے فَمَنْ تَبِعَنِیْ۔ دوسری یہ کہ بلا اختلاف مفتوح ہے جیسے بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ۔ تیسری یہ کہ قرأت میں فتح و اسکان کا اختلاف واقع ہوا ہے اس باب میں اسی قسم کا بیان مقصود ہے۔

۳/۳۸۹ وَفِیْ مِائَتَیْ یَاءٍ وَعَشْرٍ مُنِیْفَةٍ ۔۔۔ وَثِنْتَیْنِ خُلْفُ الْقَوْمِ اَحْکِیْهِ مُجْمَلَا

اور دو سو یاء ہیں اور دس یاء ہیں کہ وہ مزید دو کا اضافہ رکھتی ہیں۔ قوم قراء کا اختلاف ہے۔ جس کو میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔،،

یعنی جن یاءاتِ اضافت میں حضرات قراء کا اختلاف ہے وہ کل دو سو بارہ ہیں ان میں اختلاف فتحہ و اسکان کا ہوگا۔ مُنِیْفَةٍ، زَائِدَةٍ۔

۴/۳۹۰ فَتِسْعُوْنَ مَعْ هَمْزٍ بِفَتْحٍ وَتِسْعُهَا ۔۔۔ سَمَا فَتْحُهَا اِلَّا مَوَاضِعَ هُمَّلَا

پس نوے اور نو یاءاتِ ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہیں، ان کا فتحہ سَمَا (نافع، مکی، بصری) کے لیے ہے سوائے ان چند مواضع کے، کہ وہ (بلا اختلاف) چھوڑ دی گئی ہیں۔،،

یعنی ان دو سو بارہ یاءات میں سے ننانوے یاءات وہ ہیں جن کے بعد ہمزہ قطعی مفتوح آیا ہے۔ ان ننانوے یاءات میں نافع، مکی اور بصری نے فتحہ اور باقین نے سکون پڑھا ہے۔ سوائے ان چند مواضع کے کہ جو اس اصول سے خارج ہیں کہ جن میں پورے سَمَا والے فتحہ نہیں پڑھتے بلکہ کچھ میں کم اور کچھ میں زیادہ

ہیں یاد رہے کہ ایسی یاءات کل ننانوے ہیں سے ۳۵ ہیں انھیں کا بیان آئندہ شعروں میں کریں گے اور باقی ۶۴ یاءات میں سمجھ لینا چاہیئے کہ سماؔ نے فتحہ اور باقین نے سکون پڑھا ہے۔ مگر تفصیل ہیں جاننے سے پہلے یہ یاد رہے کہ

۵/۳۹۱ فَأَرْنِي وَتَفْتِنِّي اتَّبِعْنِي سُكُونُهَا لِكُلٍّ وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ وَلَقَدْ جَلَا

پس اَرِنِيْ اور تَفْتِنِّيْ اور اِتَّبِعْنِيْ اور تَرْحَمْنِيْ اَكُنْ میں تمام قراء کے لیے سکون ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔
یہ چار یاءات وہ ہیں جو مذکورہ ننانوے کی تعداد میں مراد نہیں کیونکہ باتفاق تمام قراء نے ان کو ساکن پڑھا ہے گمان کو پہلے اس لیے بتلایا ہے کہ ان کا ننانوے یاءات میں شمار نہ ہو جائے اگر یہ پہلے نہ بتلائی جائیں تو یہ بھی ننانوے میں شامل ہو سکتی ہیں۔ وہ چار یہ ہیں۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (اعراف) وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (توبہ) فَاتَّبِعْنِيْ اَهْدِكَ (مریم) وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ اَكُنْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (ہود)
گویا حاصل یہ ہوا کہ وہ یاءات اضافت کہ جن کے بعد ہمزہ قطعی مفتوح ہے قرآن میں کل ایک سو تین ہیں۔ ان میں سے چار باتفاق ساکن ہیں۔ ۶۴ کو سماؔ والوں نے مفتوح اور باقین نے ساکن پڑھا ہے باقی ۳۵ میں اختلاف کرنے والوں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ

۶/۳۹۲ ذَرُونِي وَادْعُونِي اذْكُرُونِي فَتْحُهَا دَوَاءٌ وَأَوْزِعْنِي مَعًا جَادَ هُطَّلَا

ذَرُوْنِيْ اور اُدْعُوْنِيْ اور اُذْكُرُوْنِيْ میں یاء کا فتحہ دوا (کے مرموز کی) کے لیے ہے اور اَوْزِعْنِيْ میں دونوں جگہ جَادَ هُطَّلًا (کے مرموز ورش اور بزی) کے لیے فتحہ ہے۔،،
مطلب یہ کہ ذَرُوْنِيْ اَقْتُلْ اور اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ جو دونوں سورۂ مومن میں ہیں۔ اور فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ (بقرہ) میں مکی نے یاء اضافت کو مفتوح اور باقین نے ساکن پڑھا ہے اور اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نمل و احقاف میں دونوں جگہ بزی اور ورش کے لیے فتحہ، باقین کے لیے سکون ہے۔
جَادَ، وہ برسا۔ هُطَّلًا، ھاطل کی جمع، مسلسل برسنے والا بادل۔

۷/۳۹۳ لِيَبْلُونِي مَعْهُ سَبِيلِي لِنَافِعٍ وَعَنْهُ وَلِلْبَصْرِي ثَمَانٍ تُنُخِّلَا

لِيَبْلُوَنِيْ، اس کے ساتھ ہی سَبِيْلِيْ میں نافع کے لیے فتحہ ہے۔ اور نافع اور بصری کے لیے آٹھ یاءات میں وہ فتحہ انتخاب کیا گیا ہے۔،،

یعنی لِیَبْلُوَنِیٓ ءَاَشْکُرُ (نمل) اور هٰذِهٖ سَبِیْلِیٓ اَدْعُوْ (یوسف) میں نافع کے لیے فتح اور باقی کے لیے اسکان ہے۔ اور نافع و بصری دونوں آٹھ یاءات میں فتح پڑھتے ہیں۔ آگے وہ آٹھ مواضع بیان کرتے ہیں۔

۸/۳۹۴ بِیُوسُفَ اِنِّیْ الْاَوَّلَانِ وَلِیْ بِهَا ۔۔۔ وَضَیْفِیْ وَیَسِّرْلِیْ وَدُوْنِیْ تَمَثَّلَا

سورۂ یوسف میں پہلے دونوں اِنِّیْٓ اور اسی سورہ یوسف میں لِیْ، اور ضَیْفِیْ اور یَسِّرْ لِیْ اور دُوْنِیْ میں فتحہ نافع اور بصری کے لیے ظاہر ہوا ہے،،

یعنی سورۂ یوسف میں اِنِّیْٓ اَرٰنِیْٓ اَعْصِرُ اور اِنِّیْٓ اَرٰنِیْٓ اَحْمِلُ کے لفظ اِنِّیْٓ میں دونوں جگہ یاء کو، اور اسی یوسف میں حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ میں لِیْ کو اور ضَیْفِیْ اَلَیْسَ (ہود) کی یاء کو اور یَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ (طٰہٰ) میں لِیْ کی یاء کو اور مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَاۤءَ (کہف) میں دُوْنِیْ کی یاء کو نافع اور بصری نے فتحہ پڑھا ہے۔ اور اِنِّیْ کے ساتھ پہلے دو کی قید اس لیے لگائی کہ اسی سورت میں علاوہ ان کے اور بھی تین جگہ اِنِّیْٓ بعد میں آتے ہیں۔ ان میں پورے سُما فتحہ پڑھتے ہیں یعنی اِنِّیْٓ اَرٰی، سَبْعَ بَقَرٰتٍ، اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْکَ، اِنِّیْٓ اَعْلَمُ۔

۹/۳۹۵ وَیَاۤءَانِ فِیْ اجْعَلْ لِیْ وَاَرْبَعٌ اِذْ حَمَتْ ۔۔۔ هُدَاهَا وَلٰکِنِّیْ بِهَا اثْنَانِ وُکِّلَا

اور دو یاءات اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً (آل عمران و مریم) میں ہیں اور چار یاءات اِذْ حَمَتْ هُدَاہا (کے مرموزین نافع، بصری اور بزی) کے لیے ہیں (جو کہ مفتوح ہیں) اور (ان چار میں سے) لفظ لٰکِنِّیْٓ ہے کہ دو یاءات اس لفظ میں (علم والوں کو) سپرد کی گئی ہیں،،

یعنی اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً پر وہ آٹھ یاءات ختم ہوگئیں، جن کو نافع اور بصری نے فتحہ اور باقی نے ساکن پڑھا ہے آگے فرماتے ہیں کہ چار یاءات ہیں جن کو نافع، بصری اور بزی فتح پڑھتے ہیں، ان چار میں دو جگہ لٰکِنِّیْٓ ہے۔ لٰکِنِّیْٓ اَرٰکُمْ ہود و احقاف ہیں۔

۱۰/۳۹۶ وَتَحْتِیْ وَقُلْ فِیْ هُوْدَ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ ۔۔۔ وَقُلْ فَطَرَنْ فِیْ هُوْدَ هَادِیْهِ اُوْصِلَا

اور مِنْ تَحْتِیْٓ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (زخرف) اور کہو، سورہ ہود میں اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ۔ اور کہو کہ سورۂ ہود میں فَطَرَنِیْٓ اَفَلَا میں هَادِیْهِ، اُوْصِلَا (کے مرموزین بزی، نافع) کے لیے فتحہ ہے،،

یعنی چار یاءات جو نافع، بصری، بزی کے لیے مفتوح ہیں۔ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ (ہود) پر ختم ہوئیں آگے ... بزی اور نافع نے فتحہ پڑھا ہے۔

۱۱/۳۹۷ وَيَحْزُنُنِیْ حِرْمِيّهِمْ تَعِدَانِنِیْ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی تَاْمُرُوْنِیْ وَصَلَا

حرمی

اورمرموزین حرمی (نافع و مکی) نے (چار یاءات) فتحہ کے ساتھ پہونچائی ہیں۔ لَيَحْزُنُنِیْ اَنْ تَذْهَبُوْا (یوسف)

اَتَعِدَانِنِیْ اَنْ اُخْرَجَ (احقاف) حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی (طٰہٰ) قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِیْ اَعْبُدُ (زمر)۔

نوٹ: ۳۵۰ میں سے ۲۴ یاءات کا بیان یہاں تک ہوا ہے، ان کو مابہ الاخراج کہتے ہیں۔ آگے وہ یاءات بیان ہوں گی جن میں سما کے علاوہ کچھ اور حضرات بھی شامل ہو گئے۔ اور یاء اضافت کو فتحہ پڑھتے ہیں۔ ان کو آسانی کے لیے مابہ الادخال کہہ لیجئے۔

۱۲/۳۹۸ اَرٰهِطِیْ سَمَا مَوْلًی وَمَا لِیْ سَمَا لَوًی لَعَلِّیْ سَمَا كُفْؤًا مَعِیْ نَفَرُ الْعُلَا

سما ل سما ک نفر ا

اَرٰهِطِیْ اَعَزُّ (ہود) کو سَمَا مَوْلًی (کے مرموزین نافع، مکی، بصری، ابن ذکوان) نے اور يٰقَوْمِ مَالِیْ اَدْعُوْكُمْ (مومن) کو سَمَا لَوًی (کے مرموزین نافع، مکی، بصری، ہشام) نے لَعَلِّیْ (جہاں بھی ہمزہ مفتوحہ سے قبل واقع ہو) کو سَمَا كُفْؤ (کے مرموزین نافع، مکی، بصری، شامی) نے اور مَعِیَ اَبَدًا (توبہ) مَعِیَ اَوْ رَحِمَنَا (ملک) نفرُ العلا (کے مرموزین مکی، بصری، شامی، نافع) نے فتحہ پڑھا ہے۔

شعر کا مطلب واضح ہے، اس قدر ضرور یاد رہے کہ آخری لفظ مَعِیَ کی رموز ابھی ختم نہیں ہوئیں آئندہ شعر میں عِمَادٌ میں حفص کی رمز بھی آرہی ہے۔

نوٹ: لَعَلِّیْ چھ جگہ ہے۔ لَعَلِّیْ اَرْجِعُ (یوسف) لَعَلِّیْ اٰتِيْكُمْ (طٰہٰ و قصص) لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا (مومنون) لَعَلِّیْ اَطَّلِعُ (قصص) لَعَلِّیْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (مومن)۔ مَوْلًی بمعنی ناصر، لَوًی، عَلَم مراد شہرت۔ كُفْؤًا، مماثل ترکیب میں یہ تینوں تمیز ہیں۔ نَفَرُ الْعُلَاءِ، جماعت عالیہ۔

۱۳/۳۹۹ عِمَادٌ وَتَحْتَ النَّمْلِ عِنْدِیْ حُسْنُهُ اِلٰی دُرِّهِ بِالْخُلْفِ وَافَقَ مُوْهَلَا

ع ح ا د

اور سورۂ نمل سے نیچے (قصص میں) عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ میں حُسْنُهُ اِلٰی (کے مرموزین بصری، نافع) کے لیے (بلا خلف) فتحہ ہے۔ اور دُرِّهِ (مکی) نے خلف کے ساتھ موافقت کی ہے۔

نوٹ: اس خلف کا مطلب یہ ہے کہ بزی کے لیے فتحہ اور قنبل کے لیے اسکان ہے۔ (نشر)۔ یہاں ان یاءاتِ اضافت کا بیان ختم ہوا۔ جن کے بعد ہمزۂ مفتوحہ آتا ہے۔

۱۴/۴۰۰ وَثِنْتَانِ مَعْ خَمْسِيْنَ مَعْ كَسْرِ هَمْزَةٍ بِفَتْحِ اُولِيْ حُكْمٍ سِوٰى مَا تَعَزَّلَا

اور دو مع پچاس (کل باون ۵۲ یاءاتِ اضافت) ہمزۂ مکسورہ کے ساتھ اُولِی حُکْمٍ کے مرموزین (نافع، بصری) کے یہاں فتحہ کے ساتھ ہیں، سوائے ان کے جو اس حکم سے جدا واقع ہوئی ہیں۔"

یعنی دو سو بارہ یاءاتِ اضافت میں سے باون ۵۲ کے بعد ہمزہ قطعیہ مکسورہ آیا ہے۔ ان یاءات میں اصول یہ ہے کہ نافع بصری فتحہ پڑھتے ہیں اور باقی حضرات ساکن۔ مگر کچھ مواقع ہیں جن میں ایسا نہیں آگے تفصیل ہے۔

۱۵/۴۰۱ بَنَاتِیْ وَاَنْصَارِیْ عِبَادِیْ وَلَعْنَتِیْ وَمَا بَعْدَهٗ اِنْ شَآءَ بِالْفَتْحِ اُهْمِلَا

بَنَاتِیْ اِنْ كُنْتُمْ (حجر) اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ (آل عمران، صف) بِعِبَادِیْ اِنَّكُمْ (شعرا) لَعْنَتِیْ اِلٰی (ص) اور وہ یاء کہ اس کے بعد اِنْ شَآءَ ہے فتح کے ساتھ ہیں۔ اُهْمِلَا کے (مرموز نافع کے) لیے۔"

یعنی سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ جو کہف، قصص اور صافات میں ہے۔ یہ کل آٹھ یاءات ہوئیں۔

۱۶/۴۰۲ وَفِیْ اِخْوَتِیْ وَرْشٌ یَدِیْ عَنْ اُولِیْ حِمًی وَفِیْ رُسُلِیْ اَصْلٌ كَسَا وَافِی الْمَلَا

اور (حرف) ورش نے فتحہ پڑھا ہے، اِخْوَتِیْ اِنَّ (یوسف) میں۔ اور یَدِیْ اِلَیْكَ (مائدہ) میں عَنْ اُولِیْ حِمًی (حفص، نافع، بصری) نے اور رُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ (مجادلہ) میں اَصْلٌ كَسَا (نافع، شامی) نے فتحہ پڑھا ہے۔ (اس فتحہ نے وسیع چادر پہنی ہے۔ یعنی متواتر و مشہور قراءت ہے۔)

۱۷/۴۰۳ وَاُمِّیْ وَاَجْرِیْ سُكِّنَا دِیْنُ صُحْبَةٍ دُعَآئِیْ وَاٰبَآئِیْ لِكُوْفٍ تَجَمَّلَا

اور اُمِّیْ اور اَجْرِیْ دونوں ساکن الیاء پڑھے گئے ہیں دین صحبہ (مکی، حمزہ، کسائی، شعبہ) کے لیے۔
اور دُعَآئِیْ اور اٰبَآئِیْ میں کوفیین کے لیے سکون جمیل ہوا ہے۔"

اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مائدہ میں ہے اور اَجْرِیَ اِلَّا یونس میں ایک جگہ، ہود میں دو جگہ، شعراء میں پانچ جگہ اور سبا میں ایک جگہ، کل نو جگہ ہے اور دُعَآءِیْ اِلَّا نوح میں اور مِلَّةَ اٰبَآءِیْ اِبْرٰهِیْمَ یوسف میں ہے جو کہ کوفیین کے لیے ساکن اور باقی کے لیے مفتوح ہے۔

۱۸/۴۰۴ وَحُزْنِیْ وَتَوْفِیْقِیْ ظِلَالٌ وَكُلُّهُمْ یُصَدِّقُنِیْ اَنْظِرْنِیْ وَاَخَّرْتَنِیْ اِلٰی

اور حُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ (یوسف) اور وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ (ہود) میں ظِلّاً (کوفیین، مکی) کے لیے اسکان ہے اور تمام قراء نے یُصَدِّقُنِیْ اِنِّیْ (قصص) اور اَنْظِرْنِیْ اِلٰی (اعراف، حجر، صٓ) اور اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی (منافقین) کو ساکن الیاء پڑھا ہے.،،

یاد رہے کہ آخر میں جو تین الفاظ بتلائے ہیں یہ اور آئندہ شعر میں آنے والے تین متفق علیہ بالاسکان ہیں۔ اور چونکہ مختلف فیہ نہیں توان کو لانا بھی نہیں چاہیئے تھا۔ مگر اس لیے لائے ہیں تاکہ یہ مختلف فیہ کے ساتھ خلط نہ ہو جائیں بیان سے متمیز ہو گئے یعنی یہ ان باون ۵۲ میں داخل نہیں۔

۱۹/۴۰۵ وَذُرِّیَّتِیْ یَدْعُوْنَنِیْ وَخِطَابُہٗ وَعَشْرٌ یَلِیْھَا الْھَمْزُ بِالضَّمِّ مُشْکَلَا

اور ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ (احقاف) یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ (یوسف) اور اس کا صیغۂ مخاطب یعنی تَدْعُوْنَنِیْ اِلٰی اور تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ (دونوں مومن میں)۔ (یعنی ان سب یاءات کو تمام قراء نے ساکن پڑھا ہے۔)،،

یہاں تک یاء اضافت قبل الہمزہ المکسورۃ کا بیان ختم ہو گیا۔ آگے ان یاءات کو بیان کرتے ہیں جو ہمزۂ مضمومہ سے قبل واقع ہیں۔ قولہ "وَعَشْرٌ" الی آخرہ یعنی اور دس یاءات اضافت ہیں کہ جن کے ساتھ متصل ہو کر وہ ہمزہ آتا ہے جو ضمہ کی حرکت دیا ہوا ہو،، یاد رہے کہ یہ مختلف فیہ یاءات کی تعداد ہے۔

۲۰/۴۰۶ فَعَنْ نَافِعٍ فَافْتَحْ وَاَسْکِنْ لِکُلِّھِمْ بِعَھْدِیْ وَاٰتُوْنِیْ لِتَفْتَحَ مُقْفَلَا

پس تو ایسی یاءات کو نافع کے لیے مفتوح پڑھ (اور باقی کے لیے ساکن) اور ساکن ہی پڑھ تمام قراء کے لیے بِعَھْدِیْ اُوْفِ (بقرہ) اور اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ (کہف) کو، تاکہ تو بند دروازے کو کھولنے میں کامیاب ہو جائے۔،،

یعنی آخری دو یاءات باتفاق ساکن پڑھی گئی ہیں اور ان کے علاوہ جو بھی یاء اضافت قبل ہمزۂ مضمومہ ہو وہ نافع کے لیے مفتوح اور باقی کے لیے ساکن پڑھی جاتی ہے۔ اور وہ کل دس ہیں۔ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا (آل عمران) اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْاَ۔ اِنِّیْ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا (دونوں مائدہ میں) اِنِّیْ اُمِرْتُ (انعام و زمر) قَالَ عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِہٖ (اعراف) اِنِّیْ اُشْھِدُ اللّٰہَ (ہود) اِنِّیْ اُوْفِ الْکَیْلَ (یوسف) اِنِّیْ اُلْقِیَ اِلَیَّ (نمل) اِنِّیْ اُرِیْدُ (قصص)۔

۲۱/۴۰۷ وَفِی اللَّامِ لِلتَّعْرِیْفِ اَرْبَعَ عَشْرَۃً فَاِسْکَانُھَا فَاشٍ وَعَھْدِیْ فِیْ عُلَا

اور لام تعریف میں چودہ ۱۴ یاءات ہیں فاشی (کے مرموز حمزہ) کے لیے ان سب میں اسکان ہے۔ اور عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (بقرہ) میں فِیْ عُلَا (حمزہ اور حفص) کے لیے اسکان اور باقی کے لیے فتحہ ہے۔،،

یعنی ایسی یاءات جن کے بعد ہمزۂ وصل مع لام التعریف آیا ہے کل قرآن میں چودہ ہیں۔ رہا یہ سوال کہ کس نے ان پر فتح اور کس نے سکون پڑھا ہے؟ تو فرمایا کہ امام حمزہ کے لیے ان سب میں اسکان ہے۔ اور باقی کی تفصیل یہ ہے کہ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ میں حمزہ کے علاوہ حفص نے بھی سکون پڑھا ہے اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے یہ یاء حذف ہوئی ہے۔ اور باقی نے فتحہ پڑھا ہے۔

۲۲ / ۴۰۸ وَقُلْ لِّعِبَادِیْ کَانَ شَرْعًا وَّفِی النِّدَا ۔۔۔ حِمًی شَاعَ اٰیَاتِیْ کَمَا فَاحَ مَنْزِلَا

اور قُلْ لِّعِبَادِیْ (ابراہیم) کی یاء کَانَ شَرْعًا (شامی، حمزہ، کسائی) کے لیے ساکن ہے اور لفظ عِبَادِیْ ندا میں حِمًی شَاعَ (بصری، حمزہ، کسائی) کے لیے ساکن ہے اور اٰیَاتِیَ الَّذِیْنَ (اعراف) میں اسکان کَمَا فَاحَ (شامی و حمزہ) کے لیے ہے، باقی نے سب میں فتحہ پڑھا ہے۔

نوٹ: لفظ عِبَادِیْ نداء کے ساتھ دو جگہ ہے یٰعِبَادِیْ اِنَّ اَرْضِیْ (عنکبوت) یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا (زمر)

۲۳ / ۴۰۹ فَخَمْسُ عِبَادِیْ اعْدُدْ وَعَہْدِیْ اَرَادَنِیْ ۔۔۔ وَرَبِّیَ الَّذِیْ اٰتَانِ اٰیَاتِیَ الْحُلَا

پس تو پانچ عِبَادِیْ شمار کر، اور عَہْدِیْ، اَرَادَنِیْ اور رَبِّیَ الَّذِیْ۔ اور اٰتَانِیْ اور اٰیَاتِیْ جو خوبصورت ہیں۔

۲۴ / ۴۱۰ وَاَہْلَکَنِیْ مِنْہَا وَفِیْ صَادَ مَسَّنِیْ ۔۔۔ مَعَ الْاَنْبِیَا رَبِّیْ فِی الْاَعْرَافِ کَمَّلَا

اور انھیں میں سے اَہْلَکَنِیْ اور سورۂ صاد میں مَسَّنِیْ جو کہ انبیاء میں بھی ہے اور اعراف میں رَبِّیَ ہے، یہاں تک ناظم نے کلام مکمل کر لیا ہے۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ لام تعریف کے ساتھ مختلف فیہ یاءات اضافت کل چودہ ہیں اور یہ امام حمزہ کے لیے ساکن ہیں البتہ ان میں سے پانچ میں حمزہ کے علاوہ کچھ اور حضرات بھی اسکان پڑھتے ہیں۔ پہلی عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ (بقرہ) جس کو امام حمزہ اور حفص نے ساکن اور باقی نے فتحہ پڑھا ہے۔ دوسری قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ (ابراہیم) ہے جس کو حمزہ کے علاوہ شامی اور کسائی نے بھی ساکن پڑھا ہے۔ تیسری یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (عنکبوت)۔ چوتھی یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا (زمر) ان دونوں کو حمزہ کے علاوہ بصری اور کسائی نے بھی ساکن پڑھا ہے پانچویں اٰیَاتِیَ الَّذِیْنَ (اعراف) جس کو حمزہ اور شامی دونوں نے ساکن پڑھا ہے ــــ یہاں تک پانچ یاءات میں امام حمزہ ساکن پڑھنے میں اکیلے نہیں ہیں۔ باقی نو میں اسکان صرف حمزہ کے لیے ہے باقی کے لیے فتحہ ہے۔ اشعار بالا میں پانچ یاءات کا ذکر آجانے کے بعد صرف نو بیان کرنی تھیں لیکن دو شعروں

میں سہولت ضبط کے لیے علامہ شاطبی کل چودہ شمار کراتے ہیں اس وجہ سے مذکورہ پانچ یاءات کو مکرر دوبارہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں چودہ کی تفصیل یہ ہے کہ پانچ لفظ عِبَادِیَ شمار کرو جن میں سے تین اوپر آچکے ہیں۔ باقی دو یہ ہیں۔ عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء) عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (سبا) چھٹا لفظ عَھْدِیَ (بقرہ) ساتواں اٰیٰاتِیَ (اعراف) یہ دونوں مع اختلاف قراءت کے اوپر بیان ہوچکے ہیں۔ آٹھواں اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ (زمر) نواں رَبِّیَ الَّذِیْ (بقرہ) دسواں اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ (مریم) گیارہواں اِنْ اَھْلَکَنِیَ اللّٰہُ (ملک) بارہواں مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ (صٓ) تیرہواں مَسَّنِیَ الضُّرُّ (انبیاء) چودھواں حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ (اعراف)

نوٹ: (۱) واضح رہے کہ لام تعریف کے ساتھ یاء اضافت تمام قرآن میں بتیس ۳۲ جگہ ہے چودہ کی تفصیل آگئی ہے باقی اٹھارہ میں باتفاق فتحہ ہے مثلاً حَسْبِیَ اللّٰہُ، شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ وغیرہ۔ علامہ شاطبی نے اس مقام پر کل چودہ یاءات یکجا اس لیے شمار کرائی ہیں تاکہ ان کا تعین ہوجائے، اور غیر مختلف فیہ سے امتیاز ہوجائے۔ (۲) لفظ مَسَّنِیَ کو سورت صاد اور انبیاء کے ساتھ مقید کیا، تاکہ احتراز ہوجائے۔ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (اعراف) سے اور مَسَّنِیَ الْکِبَرُ (حجر) سے کہ وہ باتفاق مفتوح ہے۔ (۳) یہ یاء اسکان والی قراءت میں بحالت وصل اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگی۔

۲۵/۴۱۱ وَسَبْعٌ بِھَمْزِ الْوَصْلِ فَرْدًا وَفَتْحُھُمْ ۔۔۔ اَخِیْ مَعَ اِنِّیْ حَقُّہٗ لَیْتَنِیْ حَلَا

اور سات یاءات اضافت وہ ہیں جو ہمزۂ وصل مجرد عن اللام کے ساتھ ہیں اَخِیْ اور اِنِّیْ میں حق (مکی، بصری) نے فتحہ پڑھا ہے اور لَیْتَنِیْ میں حَلَا (بصری) کے لیے فتحہ ہے۔

۲۶/۴۱۲ وَنَفْسِیْ سَمَا ذِکْرِیْ سَمَا قَوْمِیَ الرِّضَا ۔۔۔ حَمِیْدُ ھُدًی بَعْدِیْ سَمَا صَفْوُہٗ وِلَا

اور نَفْسِیْ میں سَمَا نے اور ذِکْرِیْ میں بھی سَمَا نے اور قَوْمِیْ میں اَلرِّضَا حَمِیْدُ ھُدًی (نافع، بصری، بزی) نے اور بَعْدِیْ میں سَمَا صَفْوُہٗ (نافع، مکی، بصری، شعبہ) نے فتحہ پڑھا۔

اور غیر مذکورین نے ساکن پڑھا ہے۔ صَفْوُہٗ وِلَا، پاکیزگی فتحہ کی نصرت کے اعتبار سے۔ ان دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ سات یاءات اضافت بغیر لام تعریف والے ہمزۂ وصل کے ساتھ آئی ہیں۔ لفظ فَرْدًا سے یہی مراد ہے ان میں سے مکی، بصری نے دو یاءات کو فتحہ پڑھا ہے اَخِی اشْدُدْ (طٰہٰ) اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ (اعراف) اور یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ (فرقان) میں بصری نے فتحہ پڑھا ہے، اور لِنَفْسِیَ اذْھَبْ اور وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیَ اذْھَبَ (دونوں طٰہٰ میں) میں نافع، مکی، بصری نے فتحہ پڑھا ہے۔ اور اِنَّ قَوْمِیَ اتَّخَذُوْا (فرقان) میں نافع، بصری، بزی

نے فتحہ پڑھا ہے اور مِنۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ (صف) میں نافع، مکی، بصری اور شعبہ نے فتحہ پڑھا ہے، اور باقی اِن ساتوں میں یاء کا سکون پڑھتے ہیں۔

۲۷/۴۱۳ وَمَعْ غَیْرِ ھَمْزٍ فِیْ ثَلَاثِیْنَ خُلْفُھُمْ وَمَحْیَایَ جِیْ بِالْخُلْفِ وَالْفَتْحُ خُوِّلَا

یعنی وہ یاءات کہ جن کے بعد ہمزہ نہیں بلکہ اور کوئی حرف واقع ہے اور قراء کے یہاں وہ فتحہ اسکان میں مختلف فیہ ہیں کل تیس ۳۰ ہیں۔ ان کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔ مَحْیَایَ (انعام) میں نافع کے علاوہ چھ قاریوں نے فتحہ پڑھا ہے اور قالون کے لیے اسکان ہے اور ورش کے لیے خلف ہے۔ قالون کے لیے اسکان عدم ذکر سے نکلتا ہے۔ قالون اور ورش کے لیے اسکان پڑھا جائے تو الف میں طول ہوگا کیونکہ مد لازم کلمی مخفف ہے جیسے ءٰالْـٰٔنَ میں۔

ترجمہ: اور ہمزہ کے علاوہ کسی اور حرف کے ساتھ تیس یاءات میں قراء کا اختلاف ہے۔ اور وَمَحْیَایَ میں جیؔ (ورش) کے لیے خلف ہے اور فتحہ خُوِّلَا (ماعدا نافع چھ قاریوں) کے لیے ہے۔

۲۸/۴۱۴ وَعَمَّ عُلًا وَجْھِیَ وَبَیْتِیَ بِنُوْحٍ عَنْ لِوًا وَسِوَاہُ عُدَّ اَصْلًا لِیُحْفَلَا

لفظی ترجمہ: بلندی کے اعتبار سے وَجْھِیَ اور بَیْتِیَ سورت نوح میں ایک مشہور طریقہ سے عام ہوا ہے اور اس سورت کے علاوہ میں لفظ بَیْتِیَ کو اصل شمار کیا گیا تاکہ اس کی جمع وحفاظت کی جاسکے۔

یعنی نافع، شامی حفص نے وَجْھِیَ لِلّٰہِ (آل عمران) اور اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ (انعام) میں یاء کا فتحہ پڑھا ہے اور باقی نے سکون پڑھا ہے۔ اور حفص و ہشام نے وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ (نوح) میں فتحہ پڑھا ہے۔ اور باقین نے سکون۔ اور حفص، نافع، ہشام نے بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ (بقرہ، حج) میں فتحہ پڑھا ہے اور باقین نے سکون۔

۲۹/۴۱۵ وَمَعْ شُرَکَآءِیْ مِنْ وَّرَآءِیْ دَوَّنُوْا وَلِیْ دِیْنِ عَنْ ھَادٍ بِخُلْفٍ لَّہُ الْحَلَا

اور شُرَکَآءِیْ سمیت مِنْ وَّرَآءِیْ کو مشائخ نے مدوّن کیا ہے اور وَلِیَ دِیْنِ میں عَنْ لَہُ الْحَلَا کے لیے بلا خلف اور ھَادٍ کے لیے خلف کے ساتھ فتحہ ہے۔

یعنی اَیْنَ شُرَکَآءِیَ قَالُوْٓا (فصلت) میں اور مِنْ وَّرَآءِیَ وَکَانَتِ (مریم) میں مکی نے فتحہ، اور باقین نے سکون پڑھا ہے۔ اور وَلِیَ دِیْنِ (کافرون) میں حفص، ہشام اور نافع نے بلا خلف اور بزی نے بالخلف فتحہ پڑھا ہے اور باقین نے سکون پڑھا ہے، اور بزی کی دوسری وجہ بھی یہی ہے۔

۳۰/۴۱۶ مَمَاتِيَ اَتٰی اَرْضِیْ صِرَاطِیْ ابْنُ عَامِرٍ وَفِي النَّمْلِ مَالِيْ دُمْ لِمَنْ رَاقَ نَوْفَلَا

مَمَاتِيَ میں اَتٰی کے لیے اور اَرْضِیْ اور صِرَاطِیْ میں ابن عامر نے فتحہ پڑھا ہے اور سورۂ نمل میں مَالِيْ میں دُمْ، لِمَنْ، رَاقَ اور نَوْفَلَ کے لیے فتحہ ہے۔،،

یعنی نافع نے مَمَاتِيْ لِلّٰهِ (انعام) میں فتحہ اور باقین نے اسکان پڑھا ہے اور اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ (عنکبوت) اور صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا (انعام) میں شامی نے فتحہ اور باقی نے سکون پڑھا ہے اور مَالِيَ لَا اَرَی الْهُدْهُدَ (نمل) میں مکی، ہشام، کسائی اور عاصم نے فتحہ اور باقی نے سکون پڑھا ہے۔

قولہ: دُمْ لِمَنْ رَاقَ نَوْفَلَا یعنی تو ہمیشہ رہ اس کے لیے جو عمدہ آدمی ہو کثیر العطا۔

۳۱/۴۱۷ وَلِيْ نَعْجَةٌ مَا كَانَ لِيْ اثْنَيْنِ مَعْ مَعِيْ ثَمَانٍ عُلًا وَالظُّلَّةُ الثَّانِ عَنْ جِلَا

اور وَلِيَ نَعْجَةٌ، اور مَا كَانَ لِيَ میں دونوں جگہ ساتھ ہی مَعِيَ آٹھ جگہ عُلًا کے لیے فتح ہے اور سورت ظُلَّہ (شعراء) میں دوسرا مَعِيَ، عَنْ، جِلَا کے لیے مفتوح ہے۔

یعنی وَلِيَ نَعْجَةٌ (صٓ) میں اور مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ (ابراہیم) اور مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ (صٓ) میں اور آٹھ جگہ لفظ مَعِيَ میں حفص نے فتحہ اور باقی نے اسکان پڑھا ہے۔ یہ آٹھ جگہ یہ ہیں (۱) مَعِيَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ (اعراف) اور مَعِيَ عَدُوًّا (توبہ) مَعِيَ صَبْرًا (کہف میں تین جگہ) ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ (انبیاء) اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ (شعراء) مَعِيَ رِدْاً (قصص) اور وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (ظلہ یعنی شعراء میں) حفص اور ورش دونوں نے فتحہ اور باقین نے اسکان پڑھا ہے۔ گویا مَعِيَ مفتوح الیاء حفص کے لیے نو ہوئے کیونکہ شعراء میں پہلا مَعِيَ اوپر آ چکا ہے ـــ جِلَا بمعنی وضاحت۔

۳۲/۴۱۸ وَمَعْ تُؤْمِنُوْا لِيْ يُؤْمِنُوْا بِيْ جَا وَيَا عِبَادِيَ صِفْ وَالْحَذْفُ عَنْ شَاكِرٍ دَلَا

اور تُؤْمِنُوْا لِيْ کے ساتھ يُؤْمِنُوْا بِيْ میں مرموز جا (ورش) کے لیے فتحہ ہے۔ اور يَا عِبَادِيَ مرموز صِفْ (شعبہ) کے لیے فتحہ بیان کر۔ اور اس یاء کا حذف عَنْ شَاكِرٍ دَلَا (حفص، حمزہ، کسائی اور مکی) کے لیے ہے۔،،

یعنی ورش نے وَاِنْ لَمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ (دخان) میں اور وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ (بقرہ) میں یاء اضافت کو فتحہ پڑھا ہے اور شعبہ نے يَا عِبَادِيَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ (زخرف) کی یاء کو فتحہ پڑھا ہے۔ اور حفص، کسائی اور مکی نے اس یاء کو وصلاً و وقفاً حذف کیا ہے اور باقین نافع، بصری، شامی نے وصلاً و وقفاً ساکن پڑھا ہے۔

۳۳/۴۱۹ وَفَتْحُ وَلِي فِيهَا لِوَرْشٍ وَحَفْصِهِمْ ۝ وَمَالِيَ فِي يٰسٓ سَكِّنْ فَتَكْمُلَا

اور وَلِيَ فِيهَا میں ورش وحفص کے لیے فتحہ ہے۔ اور سورۂ یاسین میں وَمَالِيَ کی یاء کو مرموز فَتَكْمُلَا (حمزہ) کے لیے ساکن پڑھ۔

یعنی وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى میں ورش وحفص نے فتحہ اور باقی نے اسکان پڑھا ہے اور سورۂ یٰسین میں وَمَالِيَ لَا أَعْبُدُ کی یاء کو حمزہ کے لیے ساکن اور باقی کے لیے مفتوح پڑھو۔

بَابُ يَاءَاتِ الزَّوَائِد

۱/۴۲۰ وَدُونَكَ يَاءَاتٍ تُسَمّٰى زَوَائِدًا ۝ لِأَنْ كُنَّ عَنْ خَطِّ الْمَصَاحِفِ مَعْزِلَا

اور یاد کر تو ان یاءات کو جن کو زوائد کا نام دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مصاحف کے رسم الخط سے باہر ہوتی ہیں۔ یعنی یہ یاءات زوائد کہلاتی ہیں کیونکہ رسمِ مصاحف سے خارج ہوتی ہیں یعنی لکھی ہوئی نہیں ہوتیں۔ یاد رہے کہ یاءاتِ زوائد اور یاءات اضافت میں چار طرح فرق کیا جاتا ہے اوّل یہ کہ یاءاتِ زوائد اسماء میں ہوتی ہیں جیسے اَلدَّاعِ، اَلْجَوَادِ اور افعال میں ہوتی ہیں جیسے يَأْتِ، يَسْرِ لیکن حروف میں نہیں ہوتیں۔ بخلاف یاءاتِ اضافت کے کہ وہ اسماء، افعال اور حروف تینوں میں ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان گذرا ہے دوسرے یہ کہ زوائد، رسم میں محذوف ہوتی ہیں، بخلاف یاءاتِ اضافت کے کہ وہ ثابت فی الرسم ہوتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ یاءاتِ زوائد میں قراء کا اختلاف حذف واثبات میں دائر ہوتا ہے بخلاف یاءاتِ اضافت کے، کہ ان میں قراء کا اختلاف فتحہ اور اسکان میں دائر ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ یاءاتِ زوائد اصلیہ بھی ہوتی ہیں اور زائدہ بھی۔ اصلیہ کی مثال اَلدَّاعِ، اَلْمُنَادِ، يَوْمَ يَأْتِ، إِذَا يَسْرِ۔ اور زائدہ جیسے وَعِيدِ، نُذُرِ۔ اور تمام یاءات کا نام زوائد رسم الخط میں مرسوم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ بخلاف یاءاتِ اضافت کے، کہ وہ زائدہ ہی ہوتی ہیں۔ قولہ: دُونَكَ، اسم فعل ہے بمعنی خُذْ وَاحْفَظْ۔

۲/۴۲۱ وَتَثْبُتُ فِي الْحَالَيْنِ دُرًّا لَوَامِعًا ۝ بِخُلْفٍ وَأُولَى النَّمْلِ حَمْزَةُ كَمَّلَا

اور یاءاتِ زوائد دُرّ (مکی) کے لیے حالتین میں اور لوامع (ہشام) کے لیے بالخلف حالتین میں ثابت رہتی ہیں اور حمزہ نے سورۂ نمل کی پہلی یاء زائدہ کو کامل طور پر (وصلاً وقفاً) ثابت رکھا ہے۔

$\frac{3}{422}$ وَفِی الْوَصْلِ حَمَّادٌ شَکُوْرٌ اِمَامُهٗ   وَجُمْلَتُهَا سِتُّوْنَ وَاثْنَانِ فَاعْقِلَا

اور یاءاتِ زوائد کو ثابت رکھا ہے صرف وصل میں حَمَّاد، شَکُوْرٌ، اِمَامُهٗ (بصری، حمزہ، کسائی اور نافع) نے ، اور یہ تمام یاءاتِ زوائد باسٹھ ۶۲ ہیں، پس سمجھ لو۔"

یعنی اس باب میں جو یاءاتِ زوائد بیان ہوں گی تو جو ابن کثیر کے لیے ہوں گی سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ان کو وصل وقف دونوں حالوں میں ثابت رکھیں گے اور جو ہشام کے لیے ذکر کی جائے گی اس میں ہشام کے لیے حالین میں خلف ہوگا یعنی وصل میں بھی اثبات و حذف دو وجہ ہوں گی۔ اور وقف میں بھی اثبات وحذف دو وجہ ہوں گی۔ اور جو یاءات بصری، حمزہ، کسائی اور نافع کے لیے ہوں گی تو سمجھنا چاہیے کہ وہ صرف وصل میں ثابت رکھتے ہیں اور وقف میں حذف کرتے ہیں۔ یہ ہے عام قاعدہ ان قراء کے لیے جو ان یاءات کو پڑھتے ہیں۔ لیکن امام حمزہ نے اپنے اس اصول سے ایک یاءِ زائدہ میں اختلاف کیا ہے یعنی سورۂ نمل میں اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ میں یاءِ زائدہ کو وصل وقف دونوں حالتوں میں ثابت رکھا ہے۔ اور پہلی یاء کہنے سے دوسری یاء سے احتراز ہوگیا جو اسی سورت میں ہے یعنی فَمَآ اٰتٰنِ اللّٰهُ خَیْرٌ۔ جس کی تفصیل عنقریب آرہی ہے گویا ناظم نے پہلے شعر ۴۲۲ میں ان قراء کی نشان دہی کی ہے جو ان یاءات کو حالین میں ثابت رکھتے ہیں، اور دوسرے شعر میں وہ حضرات بیان ہوئے ہیں جو صرف وصل میں ثابت رکھتے ہیں اسی لیے حمزہ کو دونوں شعروں میں بیان کیا۔

نوٹ: جو یاءاتِ زوائد مرسوم ہوں ان کے اثبات میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ جو محذوف الرسم ہوں وہ اکثر حالات میں تو بلا اختلاف محذوف ہی ہوتی ہیں البتہ جن کے اثبات و حذف میں اختلاف ہوا ہے وہ اس باب میں ذکر کی جائیں گی۔ اور یہ کل باسٹھ ہیں۔

$\frac{4}{423}$ فَیَسْرِیْ اِلَی الدَّاعِ الْجَوَارِ الْمُنَادِیْ   یَهْدِیْنَ یُؤْتِیْنَ مَعْ اَنْ تُعَلِّمَنِیْ وِلَا

وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ (فجر) مُّهْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ (قمر) وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ (شوریٰ) وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ (قٓ) عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ (کہف) فَعَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا (کہف) عَلٰۤی اَنْ تُعَلِّمَنِ (کہف)

قولہ: وِلَا یعنی یہ سب اتباع نقل میں یاءاتِ زوائد ہیں۔ مُوَالَاۃٌ اور وِلَاءٌ اتباع کرنا۔

$\frac{5}{424}$ وَاَخَّرْتَنِیْ الْاِسْرَا وَتَتَّبِعَنْ سَمَا   وَفِی الْکَهْفِ نَبْغِیْ یَأْتِ فِیْ هُوْدَ رُفِّلَا

اور لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (اسراء) اَلَّا تَتَّبِعَنِ (طٰہٰ) مرموز سَمَا کے لیے یاءاتِ زائدہ ہیں۔ اور

کہف میں ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ اور يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ سورت ہود میں رُفِلَا سَمَا (کسائی، نافع، کی، بصری) کے لیے ہیں۔"

یعنی فَيَسْرِيْ سے تَتَّبِعَنِ تک لَوْ یاءات زوائد کو (سَمَا) نافع، کی، بصری کے لیے پڑھو، اور ان کا اصول یاد رکھو کہ نافع، بصری کے لیے صرف بحالت وصل اور کی کے لیے دونوں حالتوں میں اثبات یاء ہے۔ اس کے بعد دو یاءات نَبْغِ اور يَاْتِ کے متعلق بتلایا کہ ان کو کسائی اور نافع، کی، بصری چار قاریوں نے پڑھا ہے۔ اپنے اپنے اصولوں کے مطابق۔

نوٹ: یاد رہے کہ اس شعر میں رمز رُفِلَا ہے اور سَمَا اگلے شعر کے شروع میں ہے۔ رُفِلَا عظمت دی گئی۔

۶/۴۲۵ سَمَا وَدُعَاءِيْ فِي جَنَا حُلْوِ هَدْيِهِ ۔ وَفِي اتَّبِعُوْنِيْ اَهْدِكُمْ حَقُّهُ بَلَا

اور رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (ابراہیم) فِي جَنَا حُلْوِ هَدْيِهِ کے لیے ہے، اور اِتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ میں حَقُّهُ بَلَا کے لیے ہے۔"

یعنی حمزہ، ورش، بصری اور بزی نے رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ کی یاء کو اپنے اصولوں کے مطابق پڑھا ہے۔ اور اِتَّبِعُوْنِ (غافر) میں، کی، بصری اور قالون نے یاء زائدہ پڑھی ہے۔

لُغات: جَنَا، پھل۔ حُلْوِ، میٹھا۔ هَدْيِ، راہنمائی۔ حَقُّهُ بَلَا، اس کے حق نے آزمایا۔

نوٹ: اس شعر میں دُعَاءِ سے سورۂ ابراہیم والا لفظ مراد ہے اور سورۂ نوح والا دُعَاءِيْ یاءاتِ اضافت قبل الکسر میں آچکا ہے یہ لفظ ایک ہی ہے مگر دو بابوں میں اس لیے تقسیم ہوا کہ نوح والے لفظ میں یاء مرسوم ہے اس لیے وہ پہلے باب میں آیا اور ابراہیم والے لفظ میں یاء مرسوم نہیں اس لیے وہ باب زوائد میں آیا ہے۔

۷/۴۲۶ وَاِنْ تَرَنِيْ عَنْهُمْ تُمِدُّوْنَنِيْ سَمَا ۔ فَرِيْقًا وَيَدْعُ الدَّاعِ هَاكَ جَنًا حَلَا

اور اِنْ تَرَنِ بھی انھیں حَقُّهُ بَلَا سے مروی ہے اور تُمِدُّوْنَنِ میں یاء زائدہ سَمَا فَرِيْقًا نے پڑھی اور يَدْعُ الدَّاعِ میں هَاكَ جَنًا حَلَا نے پڑھی ہے۔"

یعنی وَاِنْ تَرَنِ اَنَا (کہف) میں وہی اختلاف ہے جو اِتَّبِعُوْنِ میں آچکا ہے اور اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ (نمل) میں نافع اور بصری وصل میں اور کی و حمزہ حالَیْن میں اثبات یاء کرتے ہیں۔ یہ وہ لفظ ہے جس میں امام حمزہ نے اپنے عام اصول سے انحراف کرتے ہوئے دونوں حالوں میں اثبات کیا ہے (دیکھو شعر ۴۲۲) اور يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ (قمر) میں، بزی حالین میں اور ورش، بصری وصل میں یاء کا اثبات کرتے ہیں۔

هَاكَ، اسم فعل بمعنی حاصل کر۔ جَنًا، پھل۔ حَلَا، شیریں۔

۸/۴۲۷ وَفِی الْفَجْرِ بِالْوَادِیْ دَنَا جَرَیَانُہٗ وَفِی الْوَقْفِ بِالْوَجْہَیْنِ وَافَقَ قُنْبُلٌ

اور سورۂ والفجر میں بِالْوَادِیْ کی یاء دَنَا جَرَیَانُہٗ کے لیے ہے اور وقف میں دونوں وجہوں کے ساتھ اس لفظ نے قنبل کی موافقت کی ہے۔۔

یعنی مکی اور ورش نے جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (فجر) میں یاء زائدہ پڑھی ہے۔ اور ورش نے اپنے اصول کے مطابق وصل میں اثبات کیا ہے اور ابن کثیر نے اپنے اصول کے مطابق حالتین میں اثبات کیا ہے، مگر قنبل کے لیے وقف میں دو وجہیں ہیں۔ اثبات اور حذف، مگر وصل میں صرف اثبات ہی ہے اور بزی نے حالتین میں اپنے اصل مذہب کے مطابق اثبات کیا ہے۔

۹/۴۲۸ وَاَکْرَمَنِیْ مَعَہٗ اَہَانَنِ اِذْ ھَدٰی وَحَذْفُہُمَا لِلْمَازِنِیْ عُدَّ اَعْدَلَا

اور اَکْرَمَنِیْ اور ساتھ ہی اَہَانَنِ، اِذْ ھَدٰی کے لیے ہیں، اور مازنی کے لیے ان دونوں کا حذف عدل کے زیادہ قریب شمار کیا گیا ہے۔۔

یعنی اَکْرَمَنِ اور اَہَانَنِ کی یاؤں کو نافع اور بزی نے اپنے اصولوں کے مطابق پڑھا ہے۔ نافع کے لیے اثبات وصل میں۔ اور بزی کے لیے حالتین میں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مازنی یعنی بصری کے لیے زیادہ قوی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں یائیں محذوف ہیں، اور زیادہ قوی کہنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اثبات یاء بھی ان کے لیے صحیح ہے، اس لیے اصول کے مطابق وصل میں اثبات بھی پڑھنا صحیح ہے

۱۰/۴۲۹ وَفِی النَّمْلِ اٰتَانِیْ وَیُفْتَحُ عَنْ اُولِیْ حِمًی وَخِلَافُ الْوَقْفِ بَیْنَ حُلًی عَلَا

اور سورۂ نمل میں اٰتَانِیْ ہے اور یہ مفتوح ہے (وصل میں) عَنْ اُولِیْ حِمًی والوں کے لیے اور وقف میں بَیْنَ حُلًی عَلَا والوں کے لیے خلف ہے۔۔

یعنی سورۂ نمل میں فَمَا اٰتَانِ اللّٰہُ کی یاء زائدہ کو حفص، نافع اور بصری نے اثبات کیا ہے پھر فرمایا کہ وقف میں قالون، بصری اور حفص کے لیے خلف ہے یعنی اثبات اور حذف دونوں جائز ہیں۔ لہٰذا ورش کے لیے ثابت ہوا کہ وہ وصل میں اثبات اور وقف میں حذف کرتے ہیں اور باقین حالتین میں حذف کرتے ہیں۔

۱۱/۴۳۰ وَمَعْ کَالْجَوَابِ الْبَادِ حَقٌّ جَنَاہُمَا وَفِی الْمُہْتَدِ الْاِسْرَا وَتَحْتَ اَخُوْ حُلَا

اور کالجواب کے ساتھ البادِ میں حقّ جنا ھُما کے لیے اثبات ہے اور لفظ المُھتدِ اسراء میں اور اس سے نیچے سورت میں اُخوُ حُلا کے لیے ثابت الیاء ہے۔

یعنی وَجِفانٍ کالجوابِ (سبا) میں اور سَوَاءً العَاکِفُ فِیہِ وَالبَادِ (حج) میں مکّی حالین میں اور بصری و ورش صرف وصل میں اثباتِ یاء کرتے ہیں۔ اور فَھُوَ المُھتَدِ اسرا اور کہف میں نافع اور بصری وصل میں اثبات کرتے ہیں۔

۴۳۱/۱۲ وَفِی اتَّبِعَنْ فِی اٰلِ عِمْرَانَ عَنْھُمَا وَکِیدُونِ فِی الاَعْرَافِ حَجَّ لِیُحْمَلَا

اور آل عمران میں لفظ اتّبعنِ میں انھیں دونوں سے اثباتِ یاء ہے۔ اور اعراف والے کِیدُونِ میں حجّ کے لیے بلا خلف اور لِیُحمَلاَ کے لیے بالخلف اثبات ہے۔

یعنی اتّبعنِ آل عمران میں نافع اور بصری کے لیے وصل میں اثبات اور وقف میں حذفِ یاء ہے۔ اور ثُمَّ کِیدُونِ اعراف میں بصری کے لیے وصل میں اثباتِ یاء ہے اور ہشام کے لیے وصلاً و وقفاً خلف ہے۔ یاد رہے کہ خلف کا ذکر اگلے شعر میں آرہا ہے۔ بہر حال ہشام کے لیے یہی وہ موقع ہے کہ جس کی بناء پر ان کے لیے خلف کا ذکر ناظم شعر ۴۲۱ میں کرچکے ہیں۔

۴۳۲/۱۳ بِخُلْفٍ وَتُؤْتُونِی بِیُوسُفَ حَقُّہُ وَفِی ھُودَ تَسْأَلْنِی حَوَارِیہِ جَمَّلَا

...... اور یوسف میں تُؤتُونِ میں حق کے لیے اثبات ہے اور ہود میں تَسْأَلْنِی میں حَوَارِیہِ جَمَّلَا کے لیے اثبات ہے۔

یعنی حَتّٰی تُؤتُونِ مَوْثِقًا یوسف میں مکّی نے حالین میں اور بصری نے وصل میں یاء زائدہ پڑھی ہے۔ اور فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ ہود میں بصری اور ورش نے وصل میں یاء زائدہ پڑھی ہے۔

نوٹ: فَلَا تَسْأَلْنِ میں نون کے مشدّد اور مخفف ہونے میں بھی اختلافِ قراءت ہے جس کا ذکر سورۂ ہود میں ان شاء اللہ آئے گا۔

۴۳۳/۱۴ وَتُخْزُونِ فِیھَا حَجَّ اَشْرَکْتُمُونِ قَدْ ھَدَانِ اتَّقُونِ یَا اُولِی اخْشَوْنِ مَعْ وَلَا

اور وَلَا تُخْزُونِ سورۂ ہود میں حجّ (بصری) کے لیے ہے اور بِمَا اَشْرَکْتُمُونِ بھی اور وَقَدْ ھَدَانِ بھی اور اتَّقُونِ یَا اُولِی بھی اور وہ اخْشَوْنِ بھی جو وَلَا کے ساتھ ہے۔

یعنی ابوعمرو بصری نے سورۂ ہود میں وَلَا تُخْزُونِ فِی ضَیْفِی اور بِمَا اَشْرَکْتُمُونِ (ابراہیم) اور وَقَدْ ھَدَانِ (انعام) اور وَاتَّقُونِ یَا اُولِی الاَلْبَابِ (بقرہ) اور اخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا (مائدہ) میں یاءاتِ زوائد کو وصلاً اثبات۔

سے پڑھا ہے جب کہ ان کے علاوہ سب حذف ہی کرتے ہیں۔

۱۵/۴۳۴ وَعَنْهُ وَخَافُونِ وَمَنْ يَتَّقِي زَكَا ۔ بِيُوسُفَ وَافٍ كَالصَّحِيحِ مُعَلَّلَا

اور بصری ہی سے وَخَافُونِ بھی ہے، اور وَمَنْ يَتَّقِي میں زکا کے لیے ہے سورہ یوسف میں، اور یہ لفظ باوجود معتل ہونے کے مثل صحیح کے آیا ہے۔"

یعنی بصری نے وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ٥ (آل عمران) میں بھی یاء زائدہ کو وصلاً ثابت رکھا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ قنبل کے لیے وَمَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ (یوسف) میں یاء زائدہ کا اثبات ہے یعنی اپنے اصول کے مطابق وصلاً وقفاً وَمَنْ يَتَّقِي وَيَصْبِرْ پڑھتے ہیں۔ قنبل کی اس قراءت پر اشکال ہوا کہ مَنْ جازم داخل ہے تو حالتِ جزمی ہونے کی وجہ سے يَتَّقِي کی یاء، حرفِ علت کو حذف ہونا چاہیئے پھر قنبل نے کیسے اس یاء کو باقی رکھا ہے تو جواب دیا کہ کلام عرب میں معتل ہونے کے باوجود ایسا ہوا ہے کہ آخر سے حرفِ علت نہیں گرا اور مثلِ صحیح کے قائم رہا ہے، لہٰذا قراءت کی صحت میں کلام نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ایک شاعر کے قول کو بطور شاہد پیش کیا جاتا ہے۔ ع أَلَمْ يَأْتِيكَ وَالْأَنْبَاءُ تَنْمِي۔ کہ لَمْ جازم کے باوجود يَأْتِي کی یاء آخر سے حذف نہیں ہوئی۔ زکا، پاکیزہ ہوئی یاء زائدہ۔ وافی، آیا ہے۔ مُعَلَّلَا، معتل۔

۱۶/۴۳۵ وَفِي الْمُتَعَالِي دُرُّهُ وَالتَّلَاقِ وَالتَّـ ۔ تَنَادِ دَرًى بَاغِيهِ بِالْخُلْفِ جُهَّلَا

اور الْمُتَعَالِ میں یاء ثابت ہے۔ دُرُّهُ (مکی) کے لیے۔ اور التَّلَاقِ اور التَّنَادِ میں یاء ثابت ہے۔ دَرًى، جُهَّلَا (مکی، ورش) کے لیے اور بالخلف بَاغِيهِ (قالون) کے لیے۔"

یعنی مکی نے الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ (رعد) میں یاء زائدہ وصلاً وقفاً پڑھی ہے۔ اور يَوْمَ التَّلَاقِ، اور أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (دونوں غافر میں) میں مکی نے وصلاً وقفاً اور ورش نے وصلاً یاء زائدہ کو پڑھا ہے جب کہ قالون کے لیے یاء زائدہ کا اثبات اور حذف وصلاً دونوں ہے۔ قولہ دَرًى بَاغِيهِ جُهَّلَا اس وجہ سے طالب نے جاہلوں کو جان لیا ہے۔ اور اگر دَرَا بالالف ہو جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے تو معنی ہوں گے جاہلوں کو دفع کیا ہے۔ دَرَا، مدافعت کی۔

۱۷/۴۳۶ وَمَعْ دَعْوَةَ الدَّاعِي دَعَانِ حَلَا جَنًى ۔ وَلَيْسَا لِقَالُونٍ عَنِ الْغُرِّ سُبَّلَا

اور دَعْوَةَ الدَّاعِ کے ساتھ دَعَانِ میں حَلَا جَنًى (بصری اور ورش) کے لیے وصلاً یاء کا اثبات ہے، اور یہ دونوں یاءیں نہیں ہیں قالون کے لیے، مختلف راستوں پر چلنے والے مشہور مشائخ سے مروی۔"

یعنی أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (بقرہ) میں الدَّاعِ اور دَعَانِ دونوں کو بصری اور ورش نے باثبات یاء

وصلاً پڑھا ہے اور مشہور مشائخ قراءت سے قالون کے لیے ان دونوں میں یاء کا حذف ہے لیکن مشہور مشائخ کہنے سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ بعض مشائخ سے قالون کے لیے اثبات بھی ہے۔ لہٰذا وہ بھی جائز ہوا مگر حذف قوی ہے۔

قولہ وَلَيْسَا لِقَالُوْنٍ عَنِ الْغُرِّ سُبَّلَا۔ لَيْسَا میں الف تثنیہ یاءین کی ضمیر ہے۔ اور لِقَالُوْنٍ خبر ہے۔ اور الْغُرّ اَغَرُّ کی جمع ہے بمعنی مشہور، عَنِ الْغُرِّ جار مجرور۔ کائنًا کے متعلق ہو کر لَيْسَا کے اسم سے حال ہے۔ سُبَّلَا، سَابِلَۃٌ کی جمع بمعنی مختلفون فی الطریق، الْغُرّ سے حال ہے۔

۱۸/۴۳۷ نَذِيْرِيْ لِوَرْشٍ ثُمَّ تُرْدِيْنِ تَرْجُمُوْ ... نِ فَاعْتَزِلُوْنِ سِتَّةٌ نُذُرِيْ حَلَا

۱۹/۴۳۸ وَعِيْدِيْ ثَلَاثٌ يُنْقِذُوْنِ يُكَذِّبُوْ ... نِ قَالَ نَكِيْرِيْ اَرْبَعٌ عَنْهُ وُصِّلَا

ورش کے لیے نَذِيْرِ اور تُرْدِيْنِ اور تَرْجُمُوْنِ اور فَاعْتَزِلُوْنِ اور چھ جگہ نُذُرِ میں یاء زائدہ ظہیریں ہوئی ہے۔ اور تین جگہ وَعِيْدِ اور يُنْقِذُوْنِ اور يُكَذِّبُوْنِ قَالَ اور نَكِيْرِ میں ان سے چار جگہ یاء زائدہ پہونچائی گئی ہے۔“

یعنی ورش نے حسب ذیل کلمات میں یاء زائدہ کا وصلاً اثبات کیا ہے۔ كَيْفَ نَذِيْرِ (ملک) اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (صافات) وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ، وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ (دونوں دخان میں) فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (چھ جگہ قمر میں) اور وَخَافَ وَعِيْدِ (ابراہیم) فَحَقَّ وَعِيْدِ اور مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (دونوں قٓ میں) اور وَلَا يُنْقِذُوْنِ (یٰسٓ) اور اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ قَالَ (قصص) اور كَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (حج، سبا، فاطر، ملک) میں۔

۲۰/۴۳۹ فَبَشِّرْ عِبَادِ افْتَحْ وَقِفْ سَاكِنًا يَدًا ... وَوَاتَّبِعُوْنِ حَجَّ فِي الزُّخْرُفِ الْعُلَا

فَبَشِّرْ عِبَادِ میں یاء زائدہ پر فتح پڑھ اور وقف کر سکون یاء کے ساتھ يَدًا (سوسی) کے لیے۔ اور وَاتَّبِعُوْنِ عالیشان سورۂ زخرف میں حَجّ (بصری) کے لیے یاء زائدہ ہے۔“

یعنی سورۂ زمر میں فَبَشِّرْ عِبَادِ میں سوسی نے حالین میں یاء زائدہ کا اس طرح اثبات کیا ہے کہ وصل میں یاء کو مفتوح اور وقف میں ساکن پڑھا ہے۔ اور وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (زخرف) میں بصری نے یاء زائدہ کا اثبات کیا ہے۔

۲۱/۴۴۰ وَفِي الْكَهْفِ تَسْاَلْنِيْ عَنِ الْكُلِّ يَاؤُهٗ ... عَلٰى رَسْمِهٖ وَالْحَذْفُ بِالْخُلْفِ مُثِّلَا

اور سورۂ کہف میں تَسْئَلْنِیْ میں تمام قراء سے اس کی یاء کا اثبات ہے اس کے مرسوم ہونے کی بناء پر۔

اور مُثِّلًا (ابن ذکوان) کے لیے بالخلف یاء کا حذف ہے۔،،

یعنی ابن ذکوان کے لیے حذف و اثبات دونوں وجہیں صحیح ہیں۔

۲۲/۴۴۱ وَفِیْ نَرْتَعِیْ خُلْفٌ زَکَا وَجَمِیْعُهُمْ ۔۔۔ بِالِاثْبَاتِ تَحْتَ النَّمْلِ یَهْدِیَنِیْ تَلَا

اور نَرْتَعِیْ میں زکا (قنبل) کے لیے خلف ہے۔ اور تمام قراء نے سورۂ نمل سے نیچے والی سورت میں یَهْدِیَنِیْ کی یاء کو بالاثبات پڑھا ہے۔،،

یعنی سورۂ یوسف میں نَرْتَعِیْ کی یاء زائدہ کو قنبل نے بالخلف اثبات وحذف کے ساتھ پڑھا ہے۔ گویا ان کے مذہبی اصول کے مطابق وصل میں بھی اثبات وحذف دو وجہ اور وقف میں بھی اثبات وحذف دو وجہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ (قصص) میں یَهْدِیَنِیْ کی یاء کو مرسوم ہونے کی بناء پر تمام قراء نے پڑھا ہے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بخلاف عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ (کہف) کے جس کا ذکر شعر ۴۲۳ میں آچکا ہے۔

۲۳/۴۴۲ فَهٰذِیْ اُصُوْلُ الْقَوْمِ حَالَ اطِّرَادِهَا ۔۔۔ اَجَابَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ فَانْتَظَمَتْ حُلٰی

پس یہ ہیں قراء کی قوم کے قواعد کلیہ، اپنے جزئیات پر منطبق ہونے کی حالت ہیں۔ ان قواعد نے اللہ کی مدد سے مجھے لبیک کہا ہے اور نظم ہوئے ہیں۔ زیوروں کی طرح۔،،

۲۴/۴۴۳ وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْهُ لِنَظْمِ حُرُوْفِهِمْ ۔۔۔ نَفَائِسَ اَعْلَاقٍ تُنَفِّسُ عُطَّلَا

اور میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ قوم قراء کے فرشی اختلافی کلمات کی نظم ان نفیس ہاروں کی طرح ہو گی جو ننگے گلوں کو خوبصورت بنا دیتے ہیں۔،،

لغات:۔ نَفَائِسْ، نفیس کی جمع، عمدہ۔ اَعْلَاق، جمع عِلق، ہار۔ تُنَفِّسُ، عمدہ بنا دیتے ہیں عُطَّلًا، جمع عاطل خالی گردن۔

۲۵/۴۴۴ سَاَمْضِیْ عَلٰی شَرْطِیْ وَبِاللّٰهِ اَکْتَفِیْ ۔۔۔ وَمَا خَابَ ذُوْ جِدٍّ اِذَا هُوَ حَسْبَلَا

میں اپنی شرائط پر آئندہ بھی قائم رہوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اور نہیں ناکام ہوتا کوئی شخص سعی کرنے والا جس وقت وہ حَسْبِیَ اللّٰهُ کہہ دیتا ہے۔،،

یعنی میں نے جو اصول، رموز اور قیود شروع کتاب میں بیان کیے ہیں ان پر آئندہ فروش میں بھی قائم رہوں گا۔ حَسْبَلَ، اس نے حَسْبِیَ اللہ کہا جیسے حَمْدَلَ اس نے الحمدُللہ کہا، سَبْحَلَ، اس نے سبحان اللہ کہا۔ جَعْفَلَ، اس نے جَعَلَنِیَ اللہ فِدَاکَ کہا۔
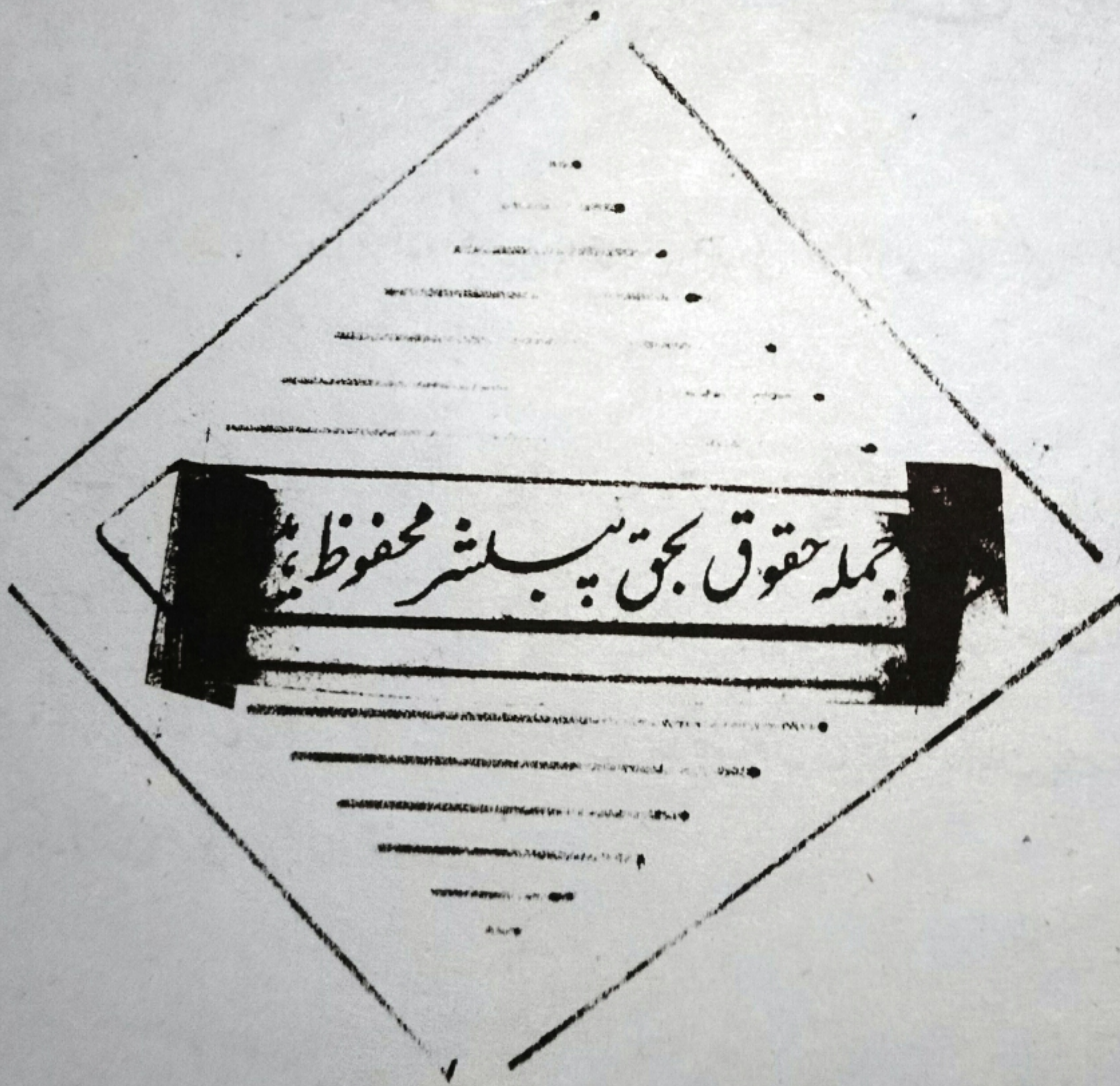
مسائل کا شافی حل، اشکالات کے جامع جواب- علوم کا بیش بہا خزانہ

المرشد

فی

مسائل التجوید و الوقف

مؤلفہ: استاد القراء والمجودین القاری المقری اظہار احمد التھانویؒ

علم تجوید اور علم الوقف کے تمام مشکل مقامات کا آسان انداز میں حل- تاریخ جمع وتدوین قرآن- وجوب تجوید- اہمیت تجوید وعلم وقف- سوالاً جواباً مرتب کردہ یہ کتاب جو تجوید وعلم الوقف کے تمام ضروری مسائل کا احاطہ کرے گی- جابجا اہم مواقع پر جدولیں جو مسائل کی آسان تفہیم میں معاون ومددگار ہوں گی- انداز بیان نہایت آسان سہل اور مشفقانہ- کتاب نہیں بلکہ زندگی بھر کی مددگار اور دوست-

قرآءت اکیڈمی

28- الفضل مارکیٹ 17- اُردو بازار لاہور

قرآءت اکیڈمی کی ایک شاندار علمی پیش کش

شرح

فوائدِ مکیہ

فوائد مکیہ نصاب تجوید کی ایک ادق کتاب ہے۔ مصنف علیہ الرحمتہ خاتمتہ القراء فی الهند حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی الالہ بادی نے جس جامع انداز اور اختصار کے ساتھ مسائل تجوید کو بیان فرمایا ہے وہ اکابر اساتذہ کرامؒ کے مفید حواشی کے باوجود موجودہ دور کے طالب علم کے لیے ذہنی خلجان کا سبب بنتے ہیں۔ طالب علموں کی انہی مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فضیلۃ الشیخ المقری محمد ادریس العاصم فاضل مدینہ یونیورسٹی نے فوائد مکیہ کی شرح مرتب کی ہے۔

ناشر و طابع

قِرَاءَۃ اکیڈمی

۲۸۔ الفضل مارکیٹ ۱۷۔ اُردو بازار لاہور۔۲

قراءت اکیڈمی کی مطبوعات

★ **جمال القرآن**: کتابت، طباعت دیدہ زیب، سرورق انتہائی خوش نما، قاری اظہار احمد صاحب تھانوی کے حواشی سے مزین۔

★ **تیسیر التجوید**: تالیف ماہر فن حضرت مولانا قاری عبد الخالق صاحب سہارنپوریؒ، تجوید کے مسائل میں جامع اور مستند کتاب، حاشیہ میں قاری اظہار احمد صاحب تھانوی کے قلم سے عمدہ تشریحات۔

★ **فوائد مکیہ**: معہ حاشیہ بے نظیر تعلیقات مالکیہ، حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ کے نہایت علمی اور پُر مغز حواشی سے مزین۔

★ **مقدمۃ الجزری**: معہ تحفۃ الاطفال، آخر میں ترتیب وار اشعار کا ترجمہ مترجم قاری اظہار احمد صاحب تھانوی۔

★ **الجواہر النقیہ**: شرح جزری اُردو، مکمل فنی معلومات کا خزانہ، از قاری اظہار احمد صاحب تھانوی۔

★ **امانیہ**: شرح شاطبیہ اُردو، غیر ضروری طوالت سے خالی، آسان اور عام فہم اُردو میں اشعار کی تشریح، طلباء کے لیے نہایت مفید، از قاری اظہار احمد تھانوی (دو جلدوں میں مکمل)

★ **البدور الزاہرہ**: عشرہ کے اجراء کے لیے مشہورِ زمانہ کتاب، از شیخ عبد الفتاح القاضی۔

★ **مجموعۂ نادرہ**: تجوید القرآن، یادگار حق القرآن اور تعلیم الوقف کا نادر مجموعہ معہ حواشی نادرہ از قاری اظہار احمد صاحب تھانوی۔

★ **افضل الدرر**: شرح رائیہ عربی از حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی الہ آبادیؒ، قرآت کی مقبول عام کتاب۔

★ **خلاصۃ التجوید**: از قاری اظہار احمد صاحب تھانوی، تجوید کے تمام مسائل کا خلاصہ اسم بامسمیٰ۔

ملنے کا پتہ

قراءت اکیڈمی، ۲۸۔ الفضل مارکیٹ، ۱۷۔ اُردو بازار لاہور ۲